

امام احمد رضا کی عربی خدمات

ڈاکٹر شبنم خاتون

کتاب محل

297.9924
ش 133
159223



امام احمد رضا
کی
عربی خدمات

مؤلف

ڈاکٹر شبنم خاتون

کتاب محل

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ کتاب محل سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر نہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا، اگر اس قسم کی کوئی بھی صورت حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

نام کتاب امام احمد رضا کی عربی خدمات
مؤلف ڈاکٹر شبنم خاتون
سن طباعت ۲۰۱۷ء
قیمت
2017-9924
ش 33
1594223
را

کتاب محل

در بار مارکیٹ لاہور
0321-8836932

نئی و پرانی عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتب کا مرکز
ادارے کے پاس 100 سالہ پرانے نسخہ جات دستیاب ہیں

اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کیلئے رابطہ فرمائیں
مسودہ دیں تیار کتاب لیں

ادارہ وجاہت رسول قادری صاحب کا مشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کا مسودہ فراہم کیا۔

فہرست

۷		پیش لفظ
۱۳	بریٹی کا جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، تہذیبی، علمی ادبی اور مذہبی پس منظر	باب اول
۴۹	احوال - سوانحی کوائف	باب دوم
۵۱	(۱) نسب اور خاندان	
۶۳	(۲) ولادت، تعلیم و تربیت، نکاح و اولاد و احفاد	
۷۹	(۳) اساتذہ	
۷۹	(۴) مشائخ	
۸۷	(۵) تلامذہ	
۸۸	(۶) معمولات و اشغال و اوراد	
۹۰	(۷) خلفاء و اہم مریدین	
۹۴	(۸) معاصرین	
۱۰۹	(۹) وفات	
۱۱۳	دینی و علمی خدمات	باب سوم
۱۵۱	عربی زبان و ادب میں مہارت	باب چہارم
۱۷۵	مولانا کی شہرت کے اسباب	باب پنجم
۲۰۹	آثار - مولانا احمد رضا خاں کی عربی تصانیف	باب ششم
۲۵۷	احمد رضا بکھیشیت عربی شاعر	باب ہفتم
۲۹۱	مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات	باب ہشتم
۳۰۹	احمد رضا کا بر علماء و دانشوروں کی نظر میں	باب نہم
۳۲۵	ما حاصل	باب دہم
۳۳۳	عکس تقاریظ	☆

مکتبہ
دارالافتاء
دعوت اسلامی
کراچی

پیش لفظ

بریلی اتر پردیش کا ایک ایسا شہر ہے جو علمی و ادبی روایات کے اعتبار سے اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ بریلی (روتیل کھنڈ) کے نوابوں نے اس شہر میں علم و ادب کے چراغ روشن کرنے میں اپنا ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان نوابوں میں حافظ رحمت خاں کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے علم و ادب کو خوب ترقی دی جس کی وجہ سے بہت سے علماء، فضلاء، ادبا و شعرا پیدا ہوئے۔ اس شہر کو مزید عالمی شہرت بخشنے میں احمد رضا فاضل بریلوی کا ایک اہم کردار ہے۔ آج بریلی اور علامہ احمد رضا بریلوی عالم اسلام میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

آپ چودھویں صدی کے عظیم المرتبت مفتی، مایہ ناز محدث اور شہرہ آفاق فقیہ، بلند پایہ مصنف، مصلح قوم اور باکمال شاعر ہیں۔ آپ مصنف بھی تھے اور محقق بھی۔ اپنی پینسٹھ سال کی عمر میں مولانا بریلوی نے تقریباً ۵۵ علوم و فنون میں کثیر تعداد میں اپنی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ علامہ احمد رضا بریلوی کی حیرت انگیز ذہانت و فطانت کو دیکھ کر بعض دانشوروں نے انہیں عبقری شخصیت قرار دیا۔ یہاں تک کہ بعض علمائے عرب نے ان کے کلام کو حضور ﷺ کا معجزہ قرار دیا ہے شیخ محمد مختار بن عطار الجاوی (مکہ معظمہ) لکھتے ہیں:

”بیشک مصنف علام اس زمانے کے علمائے و محققین کا بادشاہ اور اس کا کلام مبارک حق صریح ہے اور گویا حضور سید عالم ﷺ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے جو اس امام کے ہاتھ پر اللہ نے ظاہر فرمایا۔“ افسوس ہے کہ آج مسلم معاشرے کے ہر غلط رسم و راج کام کو بریلوی مسلک سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ جس شرک و بدعت کے خلاف علامہ بریلوی برہنہ تلوار لیے کھڑے رہے اور تا عمر اس کی مخالفت کی اگر جاہل طبقہ شرک و بدعت کرتا ہے تو اس کو علامہ بریلوی کا پیرو کار کہا جاتا ہے۔ مولانا بریلوی نے عورتوں کے مزارات پر جانے کے خلاف فتویٰ دیا، مزارات پر چراغاں کرنے کے خلاف فتویٰ دیا۔ مردہ کے سوم، چہارم اور چالیسواں کا کھانا کھانے کے خلاف فتویٰ دیا۔ شادیوں میں بے جا سومات اور فضول خرچی کے خلاف فتویٰ دیا۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس غیر شرعی طریقے سے کرنے کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس طرح احمد رضا بریلوی نے ان تمام چیزوں اور رسم و رواج کے خلاف فتویٰ دیا جس میں ذرہ برابر بھی شرک و بدعت کا شائبہ نظر آیا۔

باب اول: زیر نظر تحقیقی مقالہ درج ذیل دس ابواب پر مشتمل ہے۔ بریلی کا جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، علمی اور مذہبی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں بریلی کی مختصر تاریخ عہد قدیم یعنی مہا بھارت کے عہد میں پانچال سلطنت سے لیکر مسلم حکمرانوں اور روہیلا سرداروں منجملہ حافظ رحمت خاں کے عہد میں بریلی کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز مختلف ادوار میں یہاں کے

مشہور و معروف مدارس علمی درس گاہوں، علمی مراکز محلے، نامور علماء و فضلا اور ادباء و شعراء کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب دوم کا عنوان: سوانحی کوائف ہے۔ اس میں احمد رضا بریلوی کے حسب و نسب اور خاندانی پس منظر کا ذکر پوری تفصیل سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ کا تعلق کس خاندان سے تھا، آپ کے آباؤ اجداد کہاں کے رہنے والے تھے اور کس طرح وہ ہندوستان آئے اور شہر بریلی کو اپنا مستقر بنایا۔ اس کے علاوہ اس باب میں علامہ بریلوی کی شخصیت پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کے ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ان کے معروف اساتذہ کا ذکر کیا گیا ہے جن کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ان روحانی پیشواؤں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے راہ سلوک میں آپ کی رہنمائی کی اور آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ آپ کے تلامذہ اور خلفاء کا بھی مفصل ذکر موجود ہے۔ اس کے علاوہ معاصرین کا بھی اس میں تفصیلی ذکر ہے۔

باب سوم: علامہ بریلوی کی ”دینی و علمی خدمات“ سے متعلق ہے۔ اہل علم واقف ہیں کہ علامہ بریلوی کو علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل تھا۔ ان کی سینکڑوں چھوٹی بڑی تصانیف سے پوری طرح ان کے تجر علمی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ یہ تصانیف مختلف النوع موضوعات پر محیط ہیں۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ان کی علمی خدمات کا ایک مکمل اور مفصل جائزہ پیش کیا جائے لیکن یہ موضوع اتنا وسیع اور پھیلا ہوا ہے کہ ایک تحقیقی مقالے کے ایک باب میں اس کی سمائی ممکن نہیں ہو پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ مختصر الفاظ میں جس قدر ممکن ہو۔ اس باب پر پوری توجہ دی گئی ہے کیونکہ میرے مقالے کے اصل موضوع سے اس باب کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ آپ کے دینی و علمی خدمات کا مکمل جائزے کے لئے کسی ایک باب کے مختصر صفحات متحمل نہیں ہو سکتے۔

علوم نقلیہ کے متعدد موضوعات سے قطع نظر صرف تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

علوم عقلیہ میں علامہ بریلوی کو کس قدر مہارت حاصل تھی اس کا اندازہ ان موضوعات مثلاً ریاضی، تاریخ گوئی، علم توحیت، علم جفر، علم ہیئت اور علم حکیم وغیرہ میں لکھے کتب و رسائل کی تعداد سے ہو سکتا ہے۔ لہذا اس میں مولانا کے سائنسی علوم پر تبحر کا اجمالاً ذکر پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم: ”عربی زبان و ادب میں مہارت ہے“ احمد رضا فاضل بریلوی کو عربی زبان و ادب پر کس قدر عبور حاصل تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علمائے عرب نے آپ سے کسی مسئلے پر استفسار کیا تو آپ نے عربی زبان میں ہی فی الفور تسلی بخش جوابات دیئے۔ فصیح و بلیغ عربی میں تسلی بخش جواب سن کر علمائے حرمین خود انگشت بدنداں ہو جاتے۔ علمائے حرمین کے کیے گئے تمام سوالات اور علامہ کے جوابات ”الدولة المکیة بالمادة الغیبیہ“ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم“ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) اور حسام الحرمین کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہیں۔ جس کو پڑھ کر علامہ بریلوی کی اس زبان پر مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس باب میں آپ کی ایسی بہت سی عربی تصانیف اور خطبات کا ذکر کیا گیا ہے جو عربی زبان و ادب کا شاہکار ہیں۔

باب پنجم: میں جو ”مولانا کی شہرت کے اسباب“ کے جائزہ پر مشتمل ہے ان اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جن سے مولانا کو عالمی شہرت

حاصل ہوئی ہے۔ سفر حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں آپ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے، علمائے حرمین شریفین کی طرف سے آپ سے کیا سوالات کیے گئے، آپ نے کس طرح سے تکی بخش جوابات دیے۔ آپ کے جوابات کو دیکھ کر علمائے حرمین نے اپنی تصدیقات ثبت کیں، ان سب کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ آج دنیا بھر میں کہاں کہاں اور کون کون سے ادارے آپ کی عظیم شخصیت اور علمی کارناموں پر کام کر رہے ہیں مثلاً جامعہ ازہر میں آپ کے اردو کلام کا عربی ترجمہ ہو رہا ہے، آپ کی شخصیت اور علمی کارناموں پر Ph.D اور M.Phil کی سطح پر تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں۔ مولانا بریلوی پر اب تک کتنے تحقیقی کام ہو چکے، اور ہو رہے ہیں، ان سب موضوعات کا بھی احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب ششم کا عنوان: "مولانا احمد رضا کی عربی تصانیف" ہے۔ اس باب میں ۴۲ علوم و فنون پر ۲۸۲ عربی کتابوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب و رسائل اور حواشی و شروح شامل ہیں۔ جن پر مختصر تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔ اور عدم دستیابی کے باعث کتابوں کے صرف اسماء لکھ دینے پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔ علامہ بریلوی کی بیشتر کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ اور بہت سی غیر مطبوعہ کتابیں عرب و عجم کے متعدد علماء کرام کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں جن تک رسائی بہت مشکل ہے۔ اس لیے ان کتب پر تبصرہ نہ ہو سکا، ان کتب میں بعض کتابیں ایسی ہیں جو پوری طرح سے کرم خوردہ ہیں پڑھی نہ جاسکیں۔

باب ہفتم: میں "احمد رضا بحیثیت عربی شاعر" کے طور پر علامہ بریلوی کی عربی شاعری کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا بریلوی کو عربی زبان و ادب پر مہارت صرف ہر بی نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی عربی شاعری میں وہی برجستگی، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے جو آپ کی اردو اور فارسی شاعری میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ تشبیہات و استعارات، محاورات، قرآنی آیات و احادیث کے فقروں یا ٹکڑوں کو اپنے کلام میں پیوست کرنے میں بھی مہارت حاصل تھی جس کے سبب بندش کی چستی میں کوئی ضعف پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس سے کلام کی تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

باب ہشتم: میں "مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات" اس باب میں مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر کس طرح سے عربی اثر انداز ہوئی ہے، ان کو بیان کیا گیا ہے۔ اور نمونے کے طور پر ایسے اشعار پیش کیے گئے ہیں جس میں عربی الفاظ، اقوال، ضرب الامثال، اور تراکیب وغیرہ کا استعمال ہوا ہے۔

باب نہم: "احمد رضا کا بر علماء و دانشوروں کی نظر میں" اس باب میں ہندو پاک اور عرب و عجم کے اکابر علماء اور دانشوروں کی وہ آرا شامل ہیں جن میں علامہ کی شخصیت اور علمی کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

باب دہم: "ما حاصل" ہے۔ اس باب میں پورے تحقیقی مقالے کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ علامہ بریلوی کی دینی خدمات جتنی اہمیت رکھتی ہیں، ان کی علمی خدمات بالخصوص عربی زبان و ادب میں بھی لائق ستائش ہیں۔

مقالے کے آخر میں علامہ بریلوی مختلف علوم و فنون مثلاً علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، فصاحت و بلاغت، بیعت و نجوم اور منطق و فلسفہ وغیرہ کتابوں اور رسالوں کی فہرست پیش کی گئی ہے جن میں مولانا کی تینوں زبانوں یعنی عربی، فارسی اور اردو تصنیفات کو شامل کیا گیا ہے۔

اب میں "من لہ یشکر الناس لہ یشکر اللہ" کے تحت ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتی ہوں جنہوں نے اس کام میں میری معاونت فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اشخاص کے شکریہ سے پہلے میں بارگاہ ایزدی میں بصد شکر اپنی گردن خم کرتی ہوں جس کی مدد اور رحم و کرم کے بغیر قلم کو جنبش بھی نہیں دے سکتی تھی۔ اب میں اپنے استاد محترم پروفیسر ابو حاتم خاں صاحب کے حضور ارمان شکر پیش کرتی ہوں جنہوں نے اس موضوع پر اپنی زیر نگرانی کام کرنے کے لیے میری حوصلہ افزائی کی اگر آپ کی پدرانہ شفقتیں اور پر خلوص رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو شاید یہ مقالہ تکمیل کو نہ پہنچ پاتا۔ پروفیسر نسیم فاروقی (صدر شعبہ عربی) کی بھی میں انتہائی شکر گزار ہوں جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی نے میرے قدم کو رکھنے نہ دیا بلکہ آگے بڑھنے کی ترغیب دی۔ اپنی مشفق پروفیسر رفعت جمال صاحبہ کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ ان کے لیے میرے پاس شکریہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کرنا ٹھیک ویسا ہی ہے جیسے والدین کا شکریہ ادا کرنا۔ میں صرف یہی کہوں گی کہ ان کی جھڑکیاں بھی میرے رخس قلم کے لیے ہمیز ثابت ہوئیں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں ڈاکٹر وزیر حسن صاحب کا جو وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ بس میں اپنے ان تمام محسنوں کے لئے یہی کہنا چاہتی ہوں خدا ان سب کو جزائے خیر دے اور ہر طرح کی مشکلات و آفات سے بچائے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس علمی کام میں مجھ سے تعاون کیا۔ اب میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اپنے مفید مشوروں کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی کی جن میں صدر شعبہ فارسی شمیم اختر صاحبہ، صدر شعبہ اردو نسیم احمد اور ڈاکٹر عبدالسلیم صاحب اور پروفیسر کمال الدین صاحب کی بے حد ممنون ہوں۔

میں پاکستان کے ان دانشوروں کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ سے متعلق اپنی قیمتی آرا، کتب و رسائل وغیرہ بذریعہ ڈاک ارسال کر کے اس کام کی تکمیل میں معاونت کی۔ ایسے لوگوں میں سید و جاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) سرفہرست ہیں۔ انہوں نے میری فرمائش پر کتابیں، مقالات اور رسائل بھیج کر میری بھرپور مدد فرمائی۔ میں ان کی انتہائی شکر گزار ہوں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں مرحوم پروفیسر محمد مسعود صاحب (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج بسکھر پاکستان) کا کہ انہوں نے کراچی میں ایک کانفرنس کے دوران مجھے اپنی قیمتی اور مفید آراء سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین۔ میں شکر گزار ہوں ظہور حسن ازہری صاحب (ڈین، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کی۔ انہوں نے بھی مجھے ابتدائی مرحلے میں اپنے مفید مشورے سے نوازا۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کا بھی شکریہ ادا کرنا بے حد ضروری ہے جنہوں نے میری ضرورت کے تحت اپنی تمام مصروفیات کے باوجود اپنی کتاب "تذکرہ نعت گویان بریلی" بھیجا جس سے میں نے استفادہ کیا۔ "ایڈیٹر افکار رضا" زبیر احمد قادری نے بھی مواد کی فراہمی میں میری بہت مدد کی۔ جن کی میں انتہائی شکر گزار ہوں۔ ساتھ ہی ڈاکٹر محمود حسین (ریڈر بریلی کالج، بریلی)، اختر رضا ازہری، عبدالسلام مدنی (شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، بنارس) کی بھی بے حد ممنون ہوں۔

میں اپنے استاد محترم مولانا امیر حمزہ مرحوم کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض عین سمجھتی ہوں۔ یہ وہ پہلی شخصیت ہے جن کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ اور حروف ابجد کے پڑھنے سے لے کر قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ وغیرہ کا درس لیا۔ جن کے سایہ عاطفت

میں رہ کر میں نے عربی زبان سیکھی۔ جنہوں نے فارسی میں گلستاں، بوستاں اور کریمیا جیسی معروف کتابیں پڑھائیں۔ ان کے بارے میں لکھتے وقت میری آنکھیں اشک ریز ہو رہی ہیں اور قلم میں لرزش پیدا ہو رہی ہے۔ بس میں یہی کہنا چاہوں گی کہ ایسی شخصیتیں کم پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے:

”آسمان تری لحد پر شبشم افشانی کرے

بزرگ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے“

آخر میں میں اپنے والدین کے شکریہ کا محض فرض ادا کرنا چاہتی ہوں جن کی مہربانیوں اور شفقتوں کے آگے لفظ شکریہ ویرا ہی ہے جیسے سمندر کے آگے ایک قطرہ:

”تری حیات کی ہر دو پہر میں خنکی ہو

ہر ایک رات میں قندیل ماہتاب جلے“

میں اپنے بڑے بھائی ریاض احمد کی بھی انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری ہر طرح سے مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

پروف ریڈنگ میں سینٹرل ہندو سکول کی جن طالبات نے میری مدد کی وہ بھی میرے شکریہ کی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شادمانیوں اور کامیابیوں سے سرفراز کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔



بریلی کا جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، تہذیبی،
علمی ادبی اور مذہبی پس منظر

بریلی اتر پردیش کا وہ ضلع ہے جو کبھی روہیل کھنڈ ریاست کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ ۱۷۴۱ء سے ۱۷۴۹ء تک ہندوستان میں روہیل کھنڈ نام کی ایک ریاست تھی۔ شاہجہاں پور، بریلی، پٹی بھیت، رامپور، مراد آباد اور بجنور اس ریاست کے تحت تھے جو آج بھی روہیل کھنڈ کے نام سے جانی جاتی ہے۔ شہر بریلی مہا بھارت میں پانچالہ سلطنت کے ایک حصہ کی شکل میں ملتا ہے۔ پانچالہ پانچالہ دیش کی حکومت ہمالیہ کی وادی سے جنوب میں دریائے چنبل تک پھیلی ہوئی تھی۔ پانچالہ دیس دو حصوں میں منقسم تھا۔

۱- شمالی پانچالہ ۲- جنوبی پانچالہ

بریلی شمالی پانچالہ کا ایک علاقہ تھا۔ ۲ پانچالہ کا دارالسلطنت اہی چھترا تھا جس کو کنگھم نے پرگنہ سرولی (ضلع بریلی) میں رام نگر متعین کیا جو مراد آباد سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جنگلوں سے گھرے ہوئے اس علاقہ پر اہیسر، بھومی ہار اور بتکس آباد تھے۔ محمود غزنوی نے جب ۱۰۲۱ء میں قنوج پر حملہ کیا تو وہاں کے کھیڑیا راجپوت اس علاقہ میں داخل ہوئے اور یہاں کے باشندوں کو نکال کر خود اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کا نام کھیڑ کھ دیا۔ بدایوں اور سنہیل نام کی دوسرے کاریں مسلم حکمرانوں کی قائم کردہ تھیں، ان پر بھی کھیڑیہ راجپوت کا قبضہ تھا۔ یہاں کی زمین اور امراء کی جاگیریں بھی ان کے قبضہ میں تھیں۔ ۳

بریلی پر چودہ راجاؤں کی حکومت تھی۔ مہا بھارت کے بعد یہ علاقہ جین دھرم سے متاثر ہوا۔ اہیچ ہتر کا قلعہ، مورتیاں اور کھنڈرات اس بات کا ثبوت ہیں۔ بودھ عہد میں پانچالہ دیس پر راجہ چیت نے قبضہ کیا۔ کھدائی کے دوران اس کے نام کے سکے برآمد ہوئے تھے۔ بودھوں کے بعد اس پر گپت خاندانوں کا قبضہ ہوا۔ ایک چینی سیاح ہیوان سانگ 625 Huientsangء میں جب رامنگر آیا تو اس نے یہاں کا ایک تذکرہ تحریر کیا جس میں ایک ہزار بودھ بھکشو اور بودھوں کے دس مندر، نو برہمنی مندر اور تین سوجو گیوں کی نشاندہی کی۔ ۴

۱۵۰۰ء میں کھڑیا ٹھا کر راجہ جگت سنگھ نے موجودہ آبادی بریلی سے پورب کی طرف موضع جگت پور آباد کیا۔ پھر ۱۵۳۳ء میں راجا کے دو بیٹوں بانس دیو بریلہ نے بریلی آباد کیا اور انہیں کے ناموں سے بانس بریلی مشہور ہوا۔ تاریخی بیانات مختلف ہیں۔ کہیں یہ لکھا ہے کہ اکبر نے خان زمان کو حکم دیا کہ افغانوں کو مطیع کرو۔ اسی زمانے میں بریلی کی بنیاد پڑی۔ بریلہ یونے ۱۵۵۰ء میں بریلی کا قلعہ بنوایا جس کا کالج کائنواں مشہور ہے۔ قلعہ کا نام اسی نام پر ہے جو اب (شہر کہنہ) محلہ ہے۔ شہر جہاں آباد ہوا وہ اب پرانا شہر کہلاتا ہے۔ ان کھڑیا ٹھا کروں کا زمانہ ۲۰-۲۲ برس تھا۔ ۵

۱ اخبار الصنادید جلد اول، نجم الغنی خاں۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۸ء، ص ۵۰

۲ حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی۔ ص ۴۱

۳ رامپور ڈسٹرکٹ گزیٹ (انگریزی) لکھنؤ ۱۹۷۳ء، ص ۱۳-۲۰

۴ بریلی گزٹ۔ ص ۱۳۸-۱۳۹

۵ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ ۱۹۶۳ء، ص ۲۱

۱۵۶۸ء میں مغلیہ سلطنت کے سورماؤں نے بریلی پر قبضہ کر لیا۔ کھڑیا ٹھا کروں پر غلبہ حاصل کرنے والے ہمایوں یا اکبر بتائے جاتے ہیں کہیں ہمایوں لکھا ہے کہیں اکبر۔ بابر نے ہمایوں کو ممالک مشرقی ممالک کی فتح کے لیے مقرر کیا تھا اور وہ سنبھل (مراد آباد) میں رہتا تھا ممکن ہے کہ اس نے بریلی فتح کر لیا ہو۔ کہیں لکھا ہے کہ ۱۵۶۷ء میں اکبر کے ایک فوجی افسر الماس علی خان نے بریلی فتح کیا۔^۱

اسی سن میں حسین خاں کھڑیہ کے ایک اکبری امیر اودھ کے جاگیردار تھے اور کانت گولہ اس کا صدر مقام تھا۔ یہ پہاڑیوں سے زبردست شکست کھائے ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے پہاڑیوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کئی مرتبہ اکبر کے حکم سے ان پہاڑیوں پر حملہ کیا۔ باس دیوا اپنے بھائی ناگدیو کے ساتھ مارا گیا اور کھڑیوں کا قلعہ گرا دیا گیا۔

۱۵۷۷ء میں کانت گولہ کے بجائے بریلی صدر مقام ہوا اور بریلی کا پہلا ناظم حکیم عین الملک شیرازی مقرر ہوا۔ انہوں نے اپنے عہد نظامت میں بریلی کے قلعہ کو مستحکم کیا اور باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو شکست دی۔ مرانی محلہ، مرزائی باغ، مرزائی مسجد عین الملک کی یادگار ہیں جن میں مرزائی مسجد شہر کہنہ محلہ گھیر جعفر خاں میں موجود ہے جو اکبر کے حکم اور عین الملک کے اہتمام سے ۱۵۷۹ء میں تعمیر ہوئی۔ یہ سن تعمیر اکبری کی رو سے اور فیضی کی روایت کے مطابق ہے۔ بریلی میں یہ مسجد سب سے پہلی مسجد ہے۔^۲ عین الملک کے بعد بریلی کا صوبہ دار بہر مند خاں مقرر ہوا اور اکبری ختم ہونے سے پہلے بریلی ایک بڑے پرگنہ کا صدر مقام تھا۔^۳ اکبر کے بعد جہانگیر نے فرید خاں کو بریلی کا صوبہ دار مقرر کیا، فرید خاں نے بریلی سے بائیس کلومیٹر دور فرید پور کے نام سے ایک قصبہ آباد کیا جو آج بھی موجود ہے۔ ۱۵۷۵ء میں راجا مکر ندرائے بریلی کے گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے نام سے مکر پور آباد کیا۔ ۱۵۷۶ء میں جامع مسجد بریلی اور شاہ دانہ ولی کا مزار بھی راجا ہی نے تعمیر کروایا تھا۔^۴ جب حکومت ہند کی باگ ڈور اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ میں آئی تو راجا نے بادشاہ کے نام پر عالمگیری گنج بنوایا۔^۵

بریلی مختلف ادوار میں

دور جہانگیری:

شیخ فرید جہانگیر کے زمانہ میں گورنر مقرر ہوئے۔ اصل نام شیخ فرید تھا۔ جہانگیر نے نواب فرید خطاب دیا۔ فرید پور کا قلعہ

^۱ ایضاً، ص ۲۱-۲۲

^۲ تاریخ روہیلا کھنڈ متع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۳۔ مطبوعہ میران اکیڈمی کراچی

^۳ ایضاً، ص ۲۳

^۴ بریلی گزٹ۔ ص ۱۵۳۔

^۵ بریلی گزٹ۔ ص ۱۵۳

شیخ فرید کا ہی بنوایا ہوا ہے۔

شیخ فرید کے بعد بریلی کے حاکم سلطان علی خاں و علی قلی خاں مقرر ہوئے۔ جہانگیر کے زمانہ میں صوفی شاہ درویش نے شہر کہنہ میں جس جگہ سکونت اختیار کی وہ صوفی ٹولہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

دور شاہجہانی

بریلی سرکار بدایوں سے متفق تھی۔ شاہجہاں کے زمانہ میں بریلی صدر مقام ہو گیا۔ کٹھیا اور جنگھار سے راجپوت پریشان کرنے لگے تھے۔ سب سے پہلا حاکم عبداللہ خاں ملیح آبادی اور راجا نانک چند کھتری ساکن دہلی ہوئے۔ ۱۶۵۷ء میں مکرند رائے حاکم بن گیا۔ کلیان رائے جہانگیر حاکم فرید پور کی وفات پر اس کا بھتیجا اسلام قبول کر کے مالک بن گیا۔ دھیان سنگھ وارث کلیان رائے تے بالغ ہونے پر اس کو فرید پور کے دربار میں قتل کر دیا۔ مکرند رائے نے دربار دہلی کے حکم ربائی کے باوجود توپ کے منہ پر رکھ اڑا دیا۔ جب یہ خبر دہلی پہنچی تو مکرند رائے گرفتار کر لیا گیا اور اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے کٹوا دی گئیں۔ اس کے بعد بریلی کا حاکم محمد رفیع مقرر ہوا۔ اس کو بھی جنگھار سے راجپوتوں نے پریشان کیا آخر کار خوردیہ دیوریا (بیلپور) کے پاس لڑائی ہوئی اس لڑائی میں راجپوتوں نے شکست کھائی اور دیوریا جلا کر زمین دوز کر دی گئی۔^۱

دور عالمگیری

عالمگیر کے زمانے میں نانک چند کھتری ساکن دہلی کا بیٹے مکرند رائے پھر بریلی کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے بریلی کے پچھم کی طرف ساکھو کا جنگل کٹوا کر نیا شہر آباد کیا۔ قدیم آبادی پرانا شہر اور یہ نیا شہر مشہور ہوا۔ مکرند رائے جامع مسجد اور شاہ دانا کا مقبرہ بنوایا۔ اور نو محلہ مکرند رائے کی شکار گاہ تھی جو پختہ چار دیواری سے گھری ہوئی تھی۔ کنور پور اور مکرند پور محلے خود اس کے اور اس کے بھائی بھتیجوں کے نام پر آباد ہوئے۔ نئے شہر کی جامع مسجد عہد عالمگیری کی پہلی تعمیر کردہ مسجد ہے۔

روہیلوں کا عروج و زوال

اورنگ زیب کے انتقال (۱۷۰۷ء) کے بعد مغل حکومت کمزور پڑ گئی۔ ملک میں ہر طرف لوٹ مار اور بد امنی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ روہیلے جو اس علاقہ میں کثرت سے موجود تھے، انہوں نے اپنی ریاست قائم کر لی۔ روہیلہ سردار داؤد^۲ بریلی پر قابض ہوا۔ اور کھیر یہ راجپوتوں کی زمینیں اور امراء کی جاگیروں کو غصب کر لیا۔ بدایوں سنبھل جیسے تمام علاقوں پر روہیلوں نے قبضہ کر لیا اور کھیر کا نام بدل کر علی محمد خاں نے اپنے اباؤ جداد کے نام پر روہیل کھنڈ رکھ دیا۔ ۱۷۰۷ء سے ۱۷۷۳ء تک روہیلوں

^۱ تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۳-۲۵

^۲ تفصیل کے لیے دیکھئے اخبار الصنادید۔ جلد اول۔ ص ۶۱ تا ۸۳

کی حکومت رہی۔ اور اس کا صدر مقام بریلی تھا۔ روہیلے بہت جنگجو اور بہادر تھے اس لیے وہ دشمنوں کا مقابلہ بھی بہت دلیری سے کرتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک ایسی جگہ کو اپنی جائے پناہ بنا رکھا تھا جو جنگل سے گھری ہوئی تھی وہاں غنیمت تک کا گزر مشکل تھا اور اگر وہاں دشمن پہنچ بھی جاتے تو لڑنا مشکل ہوتا یہی وجہ ہے کہ روہیلے خطہ محسوس کرتے تو اپنی اولاد، خاندان اور خزانے کو وہاں پہنچا دیتے۔

دھیرے دھیرے داؤد خاں، علی محمد خاں کے قتل اور انگریزوں کے ساتھ مل کر حافظ رحمت خاں کو شہید کر دینے کے بعد ۱۲۴۲ء میں بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ شجاع الدولہ نے پورے روہیلے کھنڈ کو لوٹ کر تباہ کر ڈالا۔ ایک ہزار سے زیادہ دیہات جلا کر رکھ کر دیا، ساری فصلوں کو جلا دیا، ہزاروں مویشی نذر آتش ہو گئے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ روہیلوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کی راہ پکڑ لی۔ شجاع الدولہ اپنے کوہلا کو اور چنگیز خاں سے زیادہ ظالم ثابت کرنے کے لیے گاؤں کے گاؤں جلا کر رکھ کر تاجا رہا تھا۔ یہاں تک کہ انگریزوں نے بھی شجاع الدولہ کی بے ایمانی، جھوٹ اور انسانیت سوز حرکت کی مذمت کی۔ ۱۲۵۱ء روہیلے کھنڈ حافظ رحمت خاں کی وفات کے بعد اس شہر پر ایک طویل عرصہ تک نواب آصف الدولہ، شجاع الدولہ اور نواب سعادت علی خاں کا قبضہ تھا۔

روہ، روہیلہ اور روہیلے کھنڈ

جن لوگوں کی روہیلے کھنڈ پر حکمرانی تھی وہ دراصل افغانی تھے۔ افغانوں نے ملک روہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ روہ ایران اور توران کے درمیان ایک پہاڑی علاقہ تھا۔ اس کی شرقی یا غربی سرحد کشمیر سے، مغربی سرحد دریائے اہلمن سے جو "ہرات" کے پاس ہے، ملتی ہے اور شمالی حد کا شغرا اور جنوبی حد بہکے بلوچستان ہے۔ روہ کے رہنے والے لوگ روہیلے کہلاتے۔

بریلی کا جغرافیہ

بریلی اتر پردیش کا وہ علمی و ادبی شہر ہے جس کو روہیلے کھنڈ کی راجدھانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ بریلی سطح سمندر سے نینتالیں طرف ۶۵۸۷ فٹ بلند اور فتح گنج شرقی کی طرف ۲۵۲۰ فٹ بلند ہے۔

بریلی کا حدودِ اربعہ

شمال میں نینتالیں، جنوب میں بدایوں، مشرق میں پیلی بھیت اور مغرب میں رامپور رقبہ پونے سولہ میل مربع۔

۱ تاریخ روہیلے کھنڈ۔ ڈاکٹر مصطفیٰ حسین نظامی۔ مطبوعہ۔ لکھنؤ ۱۹۸۶ء

اراضی کشادہ و میدان

شمال سے جنوب کی طرف ڈھال اور اس کی ہموار سطح پر بہت سے دریاؤں کی گھاٹیاں ہیں۔ یہ ضلع جنوب و مشرق کی طرف سے بہت زرخیز ہے۔ بنجر بہت کم ہے۔ لکڑی افراط ہے اور پانی ہر جگہ بہت گہرائی پر موجود ہے۔ اور آبادی بھی کثیر ہے۔

تحصیلیں: بریلی، فرید پور، نواب گنج، آنولہ۔^۱

فصلیں: یہاں خریف اور ربیع کی مختلف فصلیں اگائی جاتی ہیں۔

خریف: باجرا، مونگ، ماش، تل، جوار، مکا، کپاس، گنا۔

ربیع: گیہوں، چنا، جو، ارہر، اسی، سرسوں

دریا:

رام گنگا: (قدیم نام راہب) یہ ضلع کاسب سے بڑا دریا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ سے نکل کر گنگا میں گرتا ہے۔ جنوبی حصہ کو سیرام ب کرتا ہے۔ مغرب سے جنوب مشرق کی طرف اس کی روانی آنولہ کی تحصیل کو میر گنج اور بریلی کی تحصیل سے جدا کرتا ہے۔

ادل: یہ دریا پر گنگا آنولہ سے گزر کر بدایوں میں رام گنگا سے جا ملتا ہے۔

افسرا: نواب گنج اور فرید پور کی تحصیلوں میں ہو کر بہگل دریا میں گرتا ہے۔

دیو پتا: دس میل نواب گنج کی حد پر اور پانچ میل فرید پور کی حد پر بہتا ہے۔

دو جوڑہ: کچھا اور عربی بہگل اور ڈکرا بھکرا کے ملنے سے دو جوڑہ بریلی کے قریب بہتی ہے۔ اور میر گنج کی سرحد ہوتی ہوئی میران پور رام پور گنگا سے مل جاتی ہے۔

سکھا: ضلع بریلی کے مغرب و شمال کی طرف بہتا ہے۔ فتح گنج غزنی کے پاس اس پر ریل کا پل بنا ہے۔

ڈھورنیاں: یہ نواب گنج بھوجو پورہ میں بہتی ہوئی بریلی کے قریب رام گنگا میں ملتی ہے۔

کلنیا: نواب گنج کے شمال سے نکل کر جنوب کی طرف بہتی ہوئی بریلی کے قریب رام گنگا میں مل جاتی ہے۔

شرقی بہگل: یہ نواب گنج سے گزر کر شاہ پور کے ضلع میں رام گنگا میں جا ملتی ہے۔^۲

مشہور مقام اور قبضے

پرگنہ اجاون: اکبر کے زمانہ میں یہ بڑا پرگنہ تھا۔ اور رام گنگا تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اب سب سے چھوٹا پر ہے اور جو کچھ بچا ہے

^۱ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی ۱۹۶۳ء ص ۳۲۱-۳۳۲

^۲ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء ص ۳۳۲

اس کا نام سندھولی ہے۔

مٹی گج: یہ علی محمد خاں کے نام پر ہے۔ اور بریلی آنولہ سڑک پر واقع ہے۔ مرزا حیدر بیگ خاں نائب آصف الدولہ نے بازار بنوایا اور حیدر گنج نام رکھا۔

آنولہ: آنولہ کے درختوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نام پڑا۔ آنولہ پہلے بدایوں سرکار میں پھر مراد آباد میں پرگنہ منونہ کے نام پر تھا۔ ۱۸۰۶ء میں بریلی منتقل ہوا۔ یہ بریلی سے سترہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اتر چھینڈی: اتر چھینڈی کھیڑیوں کا بڑا قلعہ تھا ٹھا کر گڑھاس کے نام پر یہ قلعہ اٹھارویں صدی عیسوی میں تباہ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ سعد اللہ خاں ولد علی محمد خاں نے دوسری گڑھی بنوائی۔ جس کے اب کچھ نشانات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ گڑھی کا رقبہ ۱۱۴ ایکڑ تھا۔ اتر چھینڈی والے ٹھا کر اس کھڑک سنگھ کی اولاد ہیں جس نے سلطان دہلی کے چند معتمدوں کو حالت سفر میں قتل کر دیا تھا۔ اسی لیے سلطان نے کھڑک سنگھ پر ایک سخت ہولناک حملہ کیا لیکن کھڑک سنگھ پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ ۱۳۹۹ء میں امیر تیمور یہ حملہ کے وقت کھڑک سنگھ کو پھر موقع مل گیا۔ اس نے اپنے ملک پر قبضہ کر کے اہروں کو شاہجہاں پور کی طرف بھگا دیا!

سعد اللہ گج: یہ سعد اللہ خاں کا آباد کیا ہوا ہے دریا کے دوسری پار ہے۔

بھیدی: ۱۸۲۳ء میں بھیدی تحصیل قائم ہوئی۔ رام لیلا کامیلہ بہت دھوم دھام سے یہاں منایا جاتا ہے۔

پرگنہ بلیا: اس پرگنہ کو روہیلوں نے کرور میں شامل کر لیا تھا۔ ۱۸۱۴ء تک کرور میں رہا۔ اس کے بعد سلیم پور منتقل ہو گیا۔ ۱۸۲۸ء میں جب سہوان ضلع بنا تو بلیا ضلع بریلی میں شامل ہو گیا۔

پرگنہ چو محلہ: یہ پرگنہ چاچیٹ کے جنوب میں تھمنہ دوندے خاں کے پاس تھا۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ چاچیٹ کا یہ علاقہ ۱۷۷۴ء میں فیض اللہ خاں کی جاگیر میں شامل تھا۔ ۱۷۹۴ء میں یہ علاقہ نواب وزیر کی جاگیر ہوئی۔ ۱۸۰۱ء میں ایٹ انڈیا کمپنی کے پاس آ گیا اس کے بعد چاچیٹ کا یہ علاقہ راجہ کاشی پور کے مورثوں کی جاگیر میں شامل ہو گیا۔ ۱۸۶۶ء تک اس کے پاس رہا۔ پھر انگریزوں نے بڈھے پور ریاست (بجنور) سے تبادلہ کر لیا۔

فرید پور: شیخ فرید نے عہد جہانگیر میں فرید پور کا قلعہ بنوایا اور فرید پور نام رکھا۔ پہلے رمپورہ نام تھا۔ شیخ فرید عہد جہانگیری میں بریلی کے گورنر تھے۔ یہ علاقہ ان کھیڑے ٹھکروں کا آباد کیا ہوا ہے جو بریلی سے نکال دیے گئے تھے۔ فرید پور پہلے پرگنہ کرور کا جزو تھا۔ لیکن جنوبی حصہ ایک علیحدہ پرگنہ بن گیا جو ٹھوٹوا کہلایا۔ ۱۸۲۵ء میں ایک تحصیل ٹھوٹوا فرید پور گئی۔ یہ بریلی سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔

فتح شرنی: ۱۸۲۷ء میں بشپ بہرنے اس کچی چار دیواری کا تذکرہ کیا ہے جو فتح گج کے گرد بنی ہوئی تھی۔ یہ اب نابود ہے۔ قصبہ کے باہر مغرب کی طرف ایک شاندار باغ ہے جو حافظ رحمت کے افسران کا لگایا ہوا بتایا جاتا ہے۔ روہیلہ اور شجاع الدولہ کی

جنگ کے بعد موضع لاہی کھیڑہ کا نام فتح گنج رکھا گیا۔

گنی: بریلی سے غرب کو دریائے رام گنگا کے کنارے واقع ہے۔

شیو پوری: یہ راجا کی شیو پوری کہلاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو کسی چوہان راجپوت نے بسایا تھا جس کا نام امید سنگھ تھا۔ بعد میں

یہاں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

میر گج: یہ قصبہ بریلی سے ۲۱ میل پر واقع ہے۔ ۱۸۶۳ء میں دونکا سے تحصیل یہاں آئی۔ اب یہاں سے بھی تحصیل ٹوٹ کر بریلی

تحصیل میں شامل ہو گئی۔ روہیلوں کے زمانے میں صرف بازار کی وجہ سے آباد کیا گیا تھا۔ اس کو میر خان بابر نے آباد کیا تھا۔

نریا دل: یہ علاقہ تحصیل بریلی سے پانچ میل پورب کی طرف واقع ہے۔

بھار: یہ بریلی سے تین چار میل پر شمال کی طرف سرکٹ پختہ کے کنارے واقع ہے۔ یہاں پر جلیٹھ کے پہلے اتوار کو پیر بہوڑھ کا

میلا لگتا ہے۔

نیک پور: شہر سے قریب جنوب کی طرف واقع ہے۔ یہ آبادی محمد مسیح کی بسائی ہوئی ہے۔ انتقال کے بعد محمد مسیح کو خیر اندیش خاں کا

خطاب ملا تھا۔ اس سے پہلے آپ کا خطاب نیک اندیش خاں تھا۔ لہذا اسی وجہ سے اس علاقہ کا نام نیک پور ہے۔ اس کے علاوہ محمد

مسیح نے ایک قلعہ بھی تعمیر کروایا تھا جس کا نام خیر نگر تھا۔

سرولی: یہ قصبہ تحصیل آنولہ میں رام گنگا کے کنارے آباد ہے۔ سرولی کے مغرب میں زگن شاہ کا ایک مقبرہ ہے جو بہت تعظیم کی

نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس مقبرے کی تباہ شدہ دیواریں بے شمار بچھوؤں کا مسکن ہے۔ یہاں کے باشندوں کا عقیدہ ہے کہ

شاہ صاحب کے فیض سے یہ بچھو بالکل نقصان نہیں پہنچاتے۔

فتح گج غربی: یہ تحصیل بریلی میں رام پور روڈ پر واقع ہے۔ ۱۸۹۲ء میں جنگ روہیلہ اور فوج انگریزی امدادی نواب وزیر کی

یادگار میں بنایا گیا تھا۔ بھٹونو گواں ملا کر فتح گج بنایا گیا۔ یہاں ان پندرہ انگریز افسران کی یادگار میں کتبہ لگا ہوا ہے جو اس لڑائی

میں مارے گئے تھے۔ اس کے علاوہ نجو خاں بلند خاں روہیلہ سرداروں کا مقبرہ بھی ہے۔

سینٹھل: یہ سید امان اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ انہیں کسی دینی کی سلطان سے جاگیر ملی ہوئی تھی۔ یہاں چراغ علی شاہ درویش کا مقبرہ

ہے جن کے مزار پر کاتک میں کئی روز تک عرس و میلہ لگ رہتا ہے۔ یہ مزار پختہ ہے جسے ذوالفقار خاں ولد حافظ رحمت نے بنوایا

تھا۔

نواب گج: یہ بریلی سے ۱۸ میل کے فاصلے پر شمالی شرقی کونے پر ہے۔ ۱۸۱۵ء میں تحصیل بریلی سے ایک حصہ الگ کر کے

یہ نئی تحصیل قائم کی گئی تھی۔ وہسرہ کے موقع پر یہاں بہت بڑا میلا ہوتا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں نواب وزیر نے نواب گج بازار بنوایا

تھا۔ عہد آصف الدولہ میں نواب گج آباد ہوا۔

رچھا: ایک راجپوت سردار رادھا جیت نے اس کو آباد کیا۔ یہاں جلیٹھ کے مہینہ میں پیر بہوڑھ کا میلا ہوتا ہے۔ اس کے

قریب ٹانڈہ ہے جسے بنجاروں نے اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بسایا تھا۔ پرگنہ چھارو ہیلوں نے بنایا تھا۔ فیض اللہ خاں والی رامپور نے اس پرگنہ کا کچھ حصہ اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ ۱۷۹۷ء میں رامپور سے اس پرگنہ کو الگ کر دیا گیا تھا اور اس پر نواب وزیر کا قبضہ ہو گیا۔ اور اس کو ضلع بریلی میں شامل کر دیا۔ ۱۸۲۵ء میں جب ایک شمالی قسمت بنائی گئی تو رچھا کو بریلی سے الگ کر دیا گیا لیکن ۱۸۳۱ء میں پھر اس کو بریلی میں شامل کر دیا گیا۔^۱

سرولی شمالی: سرولی پہلے پرگنہ برسر کے نام سے مشہور تھا۔ اور مراد آباد کے ضلع میں شامل تھا۔ ۱۸۳۵ء میں بریلی میں شامل ہوا۔ سرولی شمالی میں پرگنہ اجاون کے کئی گاؤں شامل تھے۔ ۱۸۶۰ء میں اس کا رقبہ کم ہو گیا اس کا ایک حصہ نواب رامپور کو بطور انعام غدر کے زمانے میں برطانوی حکومت کی قابل قدر خدمات کے صلہ میں دیا گیا۔

یہاں کے پانڈے برہمن اپنے کو ایک سورجی عورت کی اولاد بتاتے ہیں جس نے سرولی آباد کی۔ کہا جاتا ہے کہ کسی دہلی کے سلطان نے اسے یہ جاگیر دی تھی جو سورجی کی ان خدمات کا صلہ تھی جو اس نے سلطان کے لشکر کی رسد کی فراہمی میں مدد دی تھی اس وقت جب کہ سلطان نے کھیر پر حملہ کیا تھا۔

سردارنگر: یہ پانور راجپوتوں کی بستی تھی۔ ان کا قول ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ مہیپت سنگھ کو سات گاؤں جاگیر میں ملے تھے ان میں سے ایک گاؤں کرپانوں تھا۔ جو اب سردارنگر کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر مہیپت نے اپنا قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ مہیپت کے بعد اس کے لڑکے پرتاپ سنگھ کے زمانہ میں اس پر یہاں کے چھوٹے۔ چھوٹے زمینداروں نے قبضہ کر لیا تھا۔ پرتاپ سنگھ اس وقت دہلی میں تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے زمینداروں کو یہاں سے نکال باہر کیا اور ایک دوسرا قلعہ سردارنگر کے جنوب شرق کی طرف بڈری کے نام سے تعمیر کرایا۔ اس کے ورثاء کا قبضہ اس پر او دھ کے عہد حکومت تک رہا اور اسی زمانہ میں اس کا استیصال کر دیا گیا لیکن آج تک بڈری اور سردارنگر کی کچھ چیزوں پر ان کے ورثاء کا قبضہ چلا آ رہا ہے۔

شاہی: شاہی پرانی آبادی ہے۔ مسلمانوں نے اسے اکبر کے زمانے میں یا اس سے پہلے فتح کیا۔ پرانی یادگاروں میں صرف ایک مندر ہے۔ ۱۷۲۲ء تک یہاں تحصیل رہی۔ شاہی اکبر کے زمانے میں بھی پرگنہ تھا۔ ۱۸۲۵ء تک یہ علیحدہ تحصیل بن گئی۔

سشن گڑھ: بشپ ہرنے ۱۸۲۲ء میں سشن گڑھ کو ایک پامال ویرانہ اور بے حقیقت موضع لکھا ہے۔ اور ایک برباد شدہ قلعہ کا نشان بتایا ہے۔ یہ قلعہ کھڑیوں کی پشت پناہ تھا۔ اس کے علاوہ سشن گڑھ کے راجگان اس میں مدتوں اقامت گزریں رہے۔ اب صرف ان راجاؤں کے خاندان کا نام باقی ہے۔ سشن گڑھ کا نام آج بھی اس قلعہ کے وجود کی شہادت دیتا ہے۔
سرمناواں: یہ وہ گاؤں ہے جس کے نام پر اس موضع کا نام پڑا۔ یہ کھڑیوں کا صدر مقام تھا۔ انگریزوں کے ورود کے وقت کھڑیہ راجہ اس علاقہ کے تعلق دار تھے۔ اب اس کا نام منصور پور ہے اور رامپور میں شامل ہے۔ ۱۸۶۰ء میں جو ۲۱ مواضع نواب رامپور کو

دیے گئے یہ ان میں سے ایک ہے۔ سرسائواں کے راجگان اکبر کے عہد حکومت میں ترک سکونت کر کے کسٹن گڑھ چلے گئے تھے۔ مگر وہیلوں کے زمانے میں انہیں کا قبضہ تھا۔ ۱۷۷۲ء میں نواب فیض اللہ خاں (والی رامپور) کی جاگیر میں شامل ہوا۔ انہوں نے متعدد مقامات اس میں سے نکال کر چوملہ پر گنہ میں شامل کیا۔ ۱۷۹۲ء میں نواب وزیر نے اسے واپس لے لیا اور ۱۸۰۱ء میں انگریزوں کو دے دیا۔

شیر گڑھ: یہ چار گاؤں سے مل کر بنا تھا لیکن اب الگ الگ ہو گیا ہے۔ اس علاقہ میں کھیڑ آباد ہیں۔ ان چار گاؤں میں سے ایک پرانا گاؤں ہے جو کابر کے ہندوں کے قدیمی اقتدار کا گوارہ کہلاتا ہے۔ ۲۵ فٹ بلند اور ۳۰۰ گز قطر، اس کے چاروں طرف سے ۵۰ سے لیکر ۱۰۰ فٹ تک چوڑائی کی کھدائی ہوئی ہے۔ چوٹی پر کسی مستطیل کی شکل کی عمارت کی بنیادیں بھی موجود ہیں۔ شیر شاہ نے کابر کے مشرق میں قلعہ شیر گڑھ کے نام سے ایک قلعہ بنوایا تھا۔

روایت ہے کہ یہ قبضہ راجپوتوں سے ۱۳۱۳ء میں چھینا گیا۔ جب کہ سلطان علاء الدین خلجی حدود ہند میں حکمران تھا۔ امیر خسرو دہلوی شاعر لکھتے ہیں کہ ۱۲۹۰ء میں جلال الدین نے اس پر قبضہ کیا لیکن ہندوں نے اسے پھر واپس لیا۔ اور پھر علاء الدین نے دوبارہ اس کی تسخیر کی۔ اس کی واپسی فیروز شاہ کی زمانے میں ہوئی جب کہ کھیڑیوں کو شمال کی طرف بھگا دیا گیا۔ کھیڑیوں نے کابر میں پھر مقابلہ کیا۔ اور اس کے بعد جنگوں میں لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ شیر شاہ نے ان کا خاتمہ کیا۔ شیر شاہ کی فوجیں خواص خاں کے زیر قیادت کھیڑیوں کے مقابل ہوئیں۔ خواص خاں کی یاد میں ایک خوبصورت تالاب شیر گڑھ کے جنوب میں خواص تال کے نام سے ہے۔

اسلام پور شیر شاہ کے لڑکے کے نام پر آباد ہوا۔ اس کے شمال میں ایک اٹھلے پانی کی دھیر سی ہے جو رام ساگر کہلاتی ہے اور شمال مغرب کی طرف ایک تالاب ہے جو رانی تال کہلاتا ہے۔

جزل گھم نے ۱۸۶۳ء میں ہندو آثار قدیمہ کی تلاش کے سلسلے میں اس جگہ کی بھی تلاش کی مگر نوے اور دسویں صدی کے چند سکوں اور دو چھوٹے۔ چھوٹے پتھر کے بتوں کے علاوہ اور کچھ سامان اس کے ہاتھ نہ لگا۔ ان بتوں میں ایک بت درگا کا تھا جو مہاشا سرنامی دیو کو قتل کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور دوسرے بت کے خط و خال محو و نابود ہو چکے تھے۔

مقامی روایت کے مطابق کابر راجہ بین کا دارالسلطنت تھا۔ اس کی رانی کیتکی یا سندری کے نام سے مشہور تھی۔ شیر گڑھ ۱۷۷۲ء میں فیض اللہ خاں کو دیا گیا۔ ۱۷۹۲ء میں وزیر اودھ نے لے لیا۔ اور پھر ۱۸۰۱ء میں انگریزوں کو مل گیا۔

منوہ: چوہانوں کے پاس چار گاؤں تھے۔ برحوذدار پور، لال پور، شاہمیر پور اور منوہ خاص۔ ۱۸۶۸ء میں یہ چاروں گاؤں ضم کر دیے گئے۔

کیارہ: یہ جنگھارہ راجپوتوں کا صدر مقام تھا۔ یہ بریلی کی جنوبی سرحد پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع ہے۔

گورگانوہ: یہ اہروں کی بستی ہے جو اپنا مذہب اعلیٰ پانڈوں کوہون کے گرو کو بتاتے ہیں۔ اور اسی گرو کے نام پر گورگانوں آباد ہوا۔

ماتنگ: ۱۵۵۷ء میں حافظ رحمت خاں نے اس علاقہ کو بسایا۔ یہاں پر حافظ الملک کی تعمیر کرائی ہوئی محل سرا، مسجد اور دو کائیں تھیں۔ ان نشانیوں میں محل سرا اب باقی نہیں ہے۔

رامنگر: یہاں ایک قلعہ ہے جو چھتر پور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام مہا بھارت میں سلطنت شمالی پنجالہ کی راجدھانی لکھا ہے۔ درونا چار یہ نے یہاں کے راجہ درو پد پر فتح حاصل کی ۳۳۰ء سے بودھ راجاؤں کی حکمرانی ہوئی۔ پھر راجا اچھونا کو الہ آباد کے سمندر گپت نے فتح کیا۔ اور اس وقت سے گپت خاندان فرمانروا رہا۔ پھر یہ سلطنت قنوج میں شامل ہو گئی۔ گیارہویں صدی میں بدایوں کے راٹھور راجاؤں کے قبضے میں آ گئی۔ ۶۳۵ء اور اس کے صدیوں بعد تک یہاں جنگل تھا جس کو اہیروں اور گوجروں نے صاف کیا اور اہیروں نے یہاں گو الپاسدہ بسایا۔ مثلث شکل کی چار دیواری ۲/۳ کے گرد جنوب میں رامنگر تک، شمال میں عالم پور کورٹ یعنی نصرت گنج تک اور پورب میں سپر پاتک۔ ہوس سانگ چینی سیاح (۶۳۴ء) نے لکھا ہے کہ دس بودھ مذہب کے عبادت خانے مع ہزار ہا بچاریوں کے اور نو شیوالے تھے۔ ۱۸۹۲ء میں ڈاکٹر فوریر نے لکھا ہے کہ رامنگر سے تھوڑی دور شمال کی طرف پارس ناتھ کا مندر ہے اس میں جین مذہب کی ننگی مورتیاں ہیں۔ اس کے علاوہ بادشاہوں اور راجاؤں کے سونے چاندی کے سگے بھی ملتے ہیں۔ چینی سیاح کا بیان ہے کہ سان پولکا ایک تال ہے ناگ ہردے اس کا نام ہے اس جگہ بودھ نے ناگ راجہ کو تبدیل مذہب کے لیے سات دن تک لگا تار تلقین کی۔ اس کا بیان ہے کہ اشوک نے اس جگہ بہت بڑا انتوپ بنوایا تھا۔ یہ جگہ ہندوستان کی متبرک جگہ تصور کی جاتی ہے۔ یہاں پر بہت سے ہندو خاندان کی حکومت رہی ہے۔

یہاں بعض سگے شروع زمانے کے پٹھانوں کے بھی ملتے ہیں۔ جن سے ہو پر کو غیاث الدین تعلق کی ایک اشرفی ملی۔ غالباً تعلق یا فیروز تعلق نے اس قلعہ پر ۱۲۶۶ء میں قبضہ کیا۔ ۱۷۴۵ء میں علی محمد خاں نے اس قلعہ کو پھر سے بنانا چاہا لیکن کیشور رقم خرچ ہونے کی وجہ سے یہ خیال ترک کر دیا۔

اس قلعہ کی کھدائی ۱۸۳۳ء سے شروع ہوئی۔ ۶۳-۱۸۶۲ء میں جزل کنگھم نے اس کا بغور معائنہ کیا۔ بھیم گنج زیادہ مشہور ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو فٹ ز میں سے بلند ہے۔ اس کھدائی میں کتبہ ایسا برآمد ہوا جو گپت رسم الخط میں تھا۔ رامنگر سے شمال کی طرف جینیوں کا مندر ہے۔ چیت کے مہینے میں ملک کے مختلف اطراف سے جین لوگ بڑی تعداد میں یہاں آتے ہیں۔
بعض تاریخی آثار

حویلی دیوان مانراے: یہ حویلی روہیلہ گورنمنٹ کے وزیر دیوان رائے کی تھی۔ اس حویلی میں شہزادہ عالی گہر (شاہ عالم بادشاہ دہلی) ۱۵۸۱ء میں بطور روہیلہ مہمان یہاں ٹھہرے تھے اور نواب عنایت خاں کی شادی اسی حویلی میں ہوئی تھی۔
گرمی روہیلہ سنگھ: راؤ پہاڑ سنگھ بھی روہیلہ گورنمنٹ کا وزیر تھا۔ ان کی بہت ہی عالی شان گڑھی تھی۔ اس کے محلات میں سے شاید

ہی کوئی محل باقی رہ گیا ہو۔ حالانکہ اس کی چار دیواری اور عظیم الشان پھاٹک اب کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ ان میں سے عہد روہیلہ کا صرف ایک محل باقی رہ گیا جو رفیع الدین خاں کے قبضہ میں تھا۔

محل مہدی قلعہ: یہ قلعہ دیوان بہادر سنگھ کا بنوایا ہے جو بہتر حالت میں موجود ہے۔

مقبرہ شاہدانہ: اس مقبرہ کو عالمگیر کے گورنر مکرند رائے نے بنوایا تھا۔

محل دریائے سکھا: وزیر حکومت اودھ نواب منظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں نے تعمیر کرایا تھا۔

محل دریائے بہگل: اس محل کو نواب مہدی علی خاں نے فتح گنج شرتی پر بنوایا تھا۔

انگریزی قبرستان: بیالوویس رائل ہائی لینڈر جمینٹ کے جو سپاہی ۵۹-۱۹۵۸ء میں مارے گئے تھے۔ یہ ان کا مدفن ہے۔ یہ قبرستان کچھری کمشنری سے قریب ہے۔

میدان جنگ فتح گنج غربی: ۱۱۴ ستمبر ۱۹۳۲ء میں روہیلہ اور انگریزی فوج کے جنگ کی یادگار میں ہے۔ اس میں نوجواں، بلند خاں جیسے روہیلہ سرداروں کا پختہ مقبرہ ایک احاطہ کے اندر موجود ہے۔ اور جو انگریزی فوج کے افسر قتل ہوئے ان کا مدفن بھی ان کے ناموں کے ساتھ ایک احاطہ میں ہے۔ اور وہاں ایک مینار بھی ہے۔

مقبرہ حافظ رحمت خاں: شہر سے عربی جانب باقر گنج خاں محمد خاں کے باغ میں راؤ پہاڑ سنگھ نے ۱۷۷۵ء میں مقبرہ کی تعمیر کی ابتداء کی۔ حافظ رحمت خاں کے بیٹے ذوالفقار خاں نے چھپر کھٹ بنوایا۔ اور بیٹی نے ۱۸۳۴ء میں مرمت اور پلستر کرایا۔ حافظ محمد یار خاں پر حافظ رحمت خاں نے دروازہ بنوایا۔ مسٹر کیڈل کمشنر نے ۱۸۹۱ء میں دوبارہ مرمت کرائی۔

آنولہ

لال مقبرہ: رقبہ منونہ میں فتح خاں خاناماں کا مقبرہ ہے۔

علی محمد خاں کا مقبرہ: اس مقبرہ کو حافظ رحمت خاں نے بنوایا تھا جو نہایت مستحکم اور شاندار عمارت مع تالاب کے ہے۔

مشہور مسجدیں

مرزائی مسجد: بریلی میں اسلامی حکومت کے زمانے کی پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کو اکبر کے گورنر حکیم عین الملک شیرازی نے ۱۵۷۵ء میں بنوائی تھی۔ یہ مسجد مرزائی محلہ (گھیر جعفر خاں) شہر کہنہ میں موجود ہے۔ ۱۷۵۰ء میں حقداد خاں نے مرمت کرائی۔

تاریخ تعمیر: ساعی کار خیر عین الملک ساخت مسجد باہر اکبر شاہ

مومناں راست سال تاریخش۔ فاسجد و خالصاً لوجه اللہ

مسجد جہاں خاں: اس مسجد کو ۱۱۶۷ء میں جہاں خاں لودھی پٹھان نے محلہ لودھی میں تعمیر کرایا جو بلند کرسی پر نہایت مستحکم اور شاندار ہے۔ اس میں پختہ کنواں بھی ہے۔ جس وقت یہ مسجد تعمیر ہوئی اسی وقت نواب رحمت خاں روہیلہ کی حکومت ہوئی اور اس کے بیس سال بعد تک حکومت رہی۔

تاریخ تعمیر:

مسجد جہاں خاں کہ بہا کرد چوں خلیل
ابہر خدا بساختہ چوں کعبہ جلال
تاریخ آل زہرت جستم خسرو بگفت
ابو دست یک ہزار و صد و شصت و ہفت

مسجد چاند خاں: شفیع علی خاں شیوخ کے مورث اعلیٰ چاند خاں آصف الدولہ کے زمانہ میں بریلی آئے انہوں نے اپنے ہی نام سے کٹڑہ چاند خاں آباد کیا۔ اور مسجد چاند خاں بھی تعمیر کرائی۔ تاریخ تعمیر۔

بریں بنی چاند خاں بامراد بنا سجدہ کہ کرد بہر نماز
بعاجز رفیق و تمکلیں شفیق خرد گنت مسجد کہ بیت العتیق

مسجد نومحله: قدیم مسجد چھوٹی تھی۔ بریلی کے نائب تحصیل دار مرزا نظیر بیگ کی کوشش سے اس مسجد کا گلاب دان بنا۔ کچھ عرصہ کے بعد کلیتاً خاں بہادر سردار محمد رحیم داد خاں کی مالی امداد سے نہایت کشادہ اور شاندار مسجد مع پختہ احاطہ اور حوض کے تیار ہوئی۔ مسجد کے احاطہ پختہ کے اندر مشرق کی جانب سادات نومحله کا خاندانی قبرستان ہے۔

مسجد شیعمان: یہ مسجد عہد آصف الدولہ میں باہتمام مرزا حسن رضا خاں تعمیر ہوئی۔

مسجد گزری بازار: بریلی کے گورنر بین الاسلام خاں نے اپنے عہد میں بازار قلعہ میں لب سڑک ۱۷۲۵ء میں تعمیر کرائی۔

جامع مسجد: مکرند رائے کھتری گورنر بریلی نے بازار قلعہ میں ۱۷۶۶ء میں عہد عالمگیر میں تعمیر کرائی۔

مسجد بی بی جی: حافظ رحمت خاں کی ماں نے اپنا مال و متاع فروخت کر کے محلہ بہاری پور میں یہ عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔

مسجد آزاد خاں: حافظ رحمت خاں کے پوتے (عظمت اللہ خاں کے بیٹے) نے چودھری محلہ سے قریب یہ مسجد بنوائی۔

مسجد دلیر خاں: اس مسجد کو دلیر خاں نے سزائے محلہ گلاب نگر کے دروازہ پر تعمیر کرایا۔

مسجد کھیرہ: نواب ذوالفقار خاں کے لڑکے کے حافظ رحمت خاں کے پوتے نواب خاں بہادر خاں نے محلہ بھوڑ قانون گویان میں اس مسجد کی تعمیر کی۔

مسجد کچھری: یہ مسجد کچھری ججی کے سامنے لب سڑک ہے۔ چونکہ یہاں پر کوئی مسجد نہ تھی اس لیے لوگوں نے عام چندہ اکٹھا کیا۔ اور محمد خاں سوداگر لکڑی نے اپنی کیش رقم خرچ کر کے یہ مسجد تعمیر کرائی۔

مسجد جگن: مولانا محمد رضا خاں نے خالصاً اپنے سے اس مسجد کی تعمیر کرائی۔

مسجد سٹی ایشین: یہاں پر نماز پڑھنے کے لیے کوئی مسجد نہ تھی۔ اس لیے لال محمد ٹھیکہ دار نے اس مسجد کی تعمیر کرائی۔

آنولہ

مسجد بارہ برجی: آنولہ روہیلہ پٹھانوں کی شوکت اور اقتدار کا گوارہ تھا۔ ان کے عہد عروج میں سترہ سو مسجدوں کے منارے آسمان کی اونچائیوں کو چھوتے ہوئے نظر آتے تھے۔ انہیں مسجدوں میں سے یہ بارہ برجی مسجد امیر فتح خاں خاناماں کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔

مسجد احمد خاں: یہ شاندار مسجد نہایت مستحکم لب سڑک بارہ برجی مسجد کے پہلو میں ہے۔

مسجد بخشی: روہیلہ امیر بخشی سردار خاں نے محلہ کٹڑہ پختہ میں مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد کے صحن میں ان کی قبر بھی ہے۔

بریلی کے مشہور مندر

بریلی کے کچھ قدیم ترین مندر ہیں جو ہنود کے نزدیک انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ جیسے مندر ٹیپری، گنگا مندر، مندر چمپت رائے، مندر لکھ ناتھ۔ ٹھا کر دوارہ باغ پرگٹان، منڈھی دودھا دھاری، مٹھ دیسی جی، نی یاول، مٹھ رائے سے دھوپا۔ مٹھ دیسی جی نیک پور، ٹھا کر دوارہ بلدیو جی۔ مندر یکویانا تھ وغیرہ۔

اسلامی مدارس

روہیلا کھنڈ کے قدیم مدارس

جبیا کہ معلوم ہے کہ پہلے مسجدوں اور خانقاہوں میں تعلیم دی جاتی تھی پھر بعد میں میں درس و تدریس کے لئے عمارتیں بنائی جانے لگیں۔ چونکہ پورا اسلامی سرمایہ عربی زبان میں ہے اس لیے اسلامی علوم فنون اور عربی زبان جاننے کے لیے عربی مدارس کا ہونا ضروری سمجھا جانے لگا۔ اس طرح عربی مدارس قائم کیے جانے لگے۔ سب سے پہلے تاریخ میں علاء الدین خلجی کے عہد میں مدرسوں کا ذکر ملتا ہے۔

بدایوں اور روہیل کھنڈ عہد التمش سے ہی علم و ادب اور تعلیم و تعلم کامرکز تھا۔ لیکن تاریخ دانوں نے اس وقت کی تعلیمی سرگرمیوں کو نظر انداز کر کے، صرف جنگ و جدل اور امور ملکی پر ہی توجہ دی۔ اس لیے قدیم تاریخوں میں شمس الدین التمش کے

قائم کردہ مدرسہ کا ہی پتہ چلتا ہے جو ۱۶۲۰ھ میں بدایوں میں قائم ہوا۔ اس شہر کے دیگر مدرسوں کے بارے میں فرینکلن نے لکھا ہے:

”بدایوں کی قدیم عمارتوں کے منہدم اور ویران حصے جو اب تک باقی ہیں وہ دراصل باغوں، مسجدوں، خانقاہوں اور قدیم مدرسوں کے آثار باقیہ ہیں۔“

بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ مولوی حیدر علی لکھتے ہیں:

”اگرچہ شہر بانس بریلی بمقابلہ دہلی، لکھنؤ، آگرہ، قصبہ ہے مگر کبھی یہ قصبہ عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسوں اور ہزمندوں سے خالی نہیں رہا۔“

ابتدائے عہد اسلامی میں روہیل کھنڈ کی علمی اور تعلیمی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی مبسوط مواد نظر نہیں آتا۔ عہد مغلیہ سے قبل بھی یہاں کی علمی سرگرمیاں پردہ خفا میں ہیں۔ روہیلوں کے عہد میں روہیل کھنڈ میں علوم کی اشاعت اور درس و تدریس کو بہت فروغ ملا۔ سید الطاف علی بریلوی اپنی کتاب ”حیات حافظ رحمت خاں“ میں لکھتے ہیں:

”حافظ الملک کے عہد حکومت میں روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء، فضلاء مساجد اور سرکاری مدارس میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ہر ایک عالم یا فاضل کی اس کے علم و فضل کے موافق تنخواہ مقرر تھی۔ تمام مدرسوں میں کتب درسیہ بڑے بڑے علماء کے مشورہ سے حافظ الملک خود مقرر فرماتے اور طالب علموں کو مقرر شدہ کتابیں حکومت کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ ملازمین کے علاوہ تمام طالب علموں کو بھی قیام و طعام کی سہولتوں کے ماسواً فرداً ایک سو روپیہ سالانہ بہ طور جیب خرچ بھی دیا جاتا تھا۔ جب طالب العلم فارغ التحصیل ہو کر درجہ فضیلت کو پہنچ جاتے تو علماء و فضلاء اور طلباء ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر اور جلوس ترتیب دے کر اس کو حافظ الملک کے حضور میں لے جاتے۔ حافظ الملک ان تمام لوگوں کی دعوت کرتے اور دعوت کے بعد طالب علم مذکور کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار فضیلت باندھتے اور اس کو زمرہ علماء سے منسلک کرتے۔ نیز اسی روز سے جس قدر تنخواہ علماء کو دی جاتی تھی اتنی طالب علم کے لیے بھی مقرر کر دی جاتی اور تعلیم و تعلم یا کوئی دوسرا کام جس سے اس کی طبیعت کو مناسبت ہوتی اس کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ طالبان علم کی ایسی عدیم النظیر عزت و حرمت اور خاطر داری و ہمت افزائی جیسی کہ حافظ الملک کرتے تھے شاید ہی کسی حکمران نے کی ہو۔“

مدرسہ ٹاجپور: ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح روہیل کھنڈ میں بھی عربی مدارس قائم ہوئے۔ اس علاقہ کے اہم مدارس

۱ عہد شاہ عالم فرینکلن۔ ترجمہ ثناء الحق صدیقی۔ ایم۔ اے۔ شائع کردہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

۲ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۵۵

۳ الطاف علی بریلوی حیات و خدمات۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ ص ۵۱

میں ”مدرسہ شاہجہاں پور“ ہے یہ مدرسہ حافظ رحمت خاں کا قائم کردہ ہے۔ مولوی ابوالحسنات بدری اپنی کتاب ”ہندوستان کی قدیم درسگاہیں“ میں لکھتے ہیں:

”حافظ رحمت خاں نے اپنی نوابی کے زمانہ میں روہیل کھنڈ کے مشہور شہروں کو رشک دہلی بنا دیا تھا مولانا بحر العلوم کو اصرار والتجاسے شاہجہاں پور بلوایا۔ ان کے لیے ایک خاص مدرسہ قائم کیا جس میں مولانا بیس برس تک مشغول درس و تدریس رہے۔“

مولانا بحر العلوم حافظ رحمت خاں کے انتقال کے بعد نواب فیض اللہ خاں کے دربار سے منسلک ہو گئے اور مدرسہ عالیہ (راپور) پر پیل ہوئے۔

مدرسہ دارانگر: یہ مدرسہ دارانگر نجیب آباد میں نجیب الدولہ نے اس وقت قائم کیا تھا جب وہ محض ایک پرگنہ کے مالک تھے۔ انہوں نے اس چھوٹے سے علاقہ میں تقریباً ۹۰۰ نو سو عالم مفت تعلیم دینے کے لیے مقرر کیے تھے۔ اس مدرسہ کے مدرسین میں فرنگی محل لکھنؤ کے فارغ التحصیل علماء خصوصیات کے ساتھ شامل تھے۔ ان علماء میں ملا حسن فرنگی محلی اور ان کے استاد ملا کمال الدین سہالوی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ اسی طرح مولوی برکت اللہ آبادی بھی مدرسہ کے اساتذہ میں شامل تھے۔

مدرسہ عالیہ راپور: نواب فیض اللہ خاں (اولین حاکم ریاست راپور) کا قائم کیا ہوا یہ مدرسہ ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مدرسہ کا شمار ۱۸۵۷ء سے قبل کی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ اس تاریخی مدرسہ کا پہلا صدر مدرس نواب فیض اللہ خاں نے مولانا عبدالعلی بحر العلوم کو مقرر کیا تھا۔ بحر العلوم کے راپور سے چلے جانے کے بعد ممتاز عالم دین ملا محمد حسن اس کے صدر مدرس ہوئے۔ مدرسہ کی ایک شاندار تاریخ ہے۔ مدرسہ کے ایک پرنسپل مولوی ہدایت علی نے جنرل عظیم الدین خاں کے زمانے میں یہ کہہ کر اس وقت کے ڈھائی سو روپے ماہوار کے اعزاز کو ٹھکرا دیا کہ جہاں بے علم اہل علم کا معائنہ کریں وہاں خاکسار ہدایت علی کا کوئی کام نہیں، قصہ یہ تھا کہ جنرل عظیم الدین خاں، بحیثیت ایجنٹ جنرل ریاست مدرسہ کا معائنہ کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ جنرل صاحب بھی علوم متداولہ کے فارغ اور لائق آدمی تھے لیکن مولوی صاحب کے نزدیک وہ بحیثیت انکسپٹر مدرس نا اہل تھے۔^۱

یہ مدرسہ عالیہ عربی زبان و ادب کا بہترین اور بے مثال مرکز رہا ہے۔ یہاں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی خصوصاً معقولات کی تعلیم کے لیے ہندوستان بھر میں مشہور تھا اور ہندوستان کے ہر خطے سے طلباء یہاں پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا محمد طیب مکی، عبدالحق خیر آبادی، مفتی سعد اللہ مراد آبادی مولانا ظہور حسین راپوری، مولانا ہدایت علی بریلوی، مولانا وزیر احمد راپوری، مولانا عبدالسلام خاں راپوری وغیرہ مدرسہ عالیہ کے نامور اساتذہ میں شامل ہیں۔
مدرسہ پٹی بھیت: ساڑھے تین لاکھ کے صرف سے تیار کیا ہوا جامع مسجد سے ملحق یہ مدرسہ حافظ رحمت خاں کا تعمیر کردہ ہے۔

^۱ الطاف علی بریلوی حیات و خدمات۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ مطبوعہ ۱۹۹۲ء ایجوکیشنل پریس کراچی۔ ص ۵۶

ان مدارس کے علاوہ روہیل کھنڈ کے مشہور مدرسوں میں مراد آباد کا ”جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی“ اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہے جو مولانا قاسم نانوتوی کا قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا کے ان دونوں مدرسوں سے ملک کی بہت سی نامور شخصیتیں پیدا ہوئیں۔

بریلی کے مدارس

مدرسہ مصباح العہدیب: مولانا محمد احسن صاحب نے مقامی و بیرونی حضرات کی سعی سے ایک مدرسہ ”مصباح التہذیب“ کے تاریخی نام سے ۱۲۸۹ء/۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے۔ ان کے علاوہ مولوی یعقوب علی خاں، مظفر علی خاں، شیخ احمد حسن پنجابی، سردار احمد امروہوی اور مولوی عبدالقدیر وغیرہ مہتمم و مدرس اعلیٰ رہے ہیں۔

یہ مدرسہ دن بہ دن ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی دو شاخیں شہر کنہ (بریلی) میں قائم ہوئیں۔ اس مدرسہ میں مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حیدب احسن درس دیتے تھے۔ شہر کہنہ کے لوگ اس مدرسہ کی ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ بعد میں بعض مسائل میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ مولوی محمد احسن نانوتوی نے عقائد اہل سنت کے امکان نظیر کے مسئلہ کو اٹھایا جس کی وجہ سے اختلاف شروع ہو گیا۔ مخالفت کرنے والوں میں مولانا نقی علی کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے اس مدرسہ کے جواب میں ”مدرسہ اہل سنت“ کے نام سے ایک دوسری درس گاہ قائم کی۔ اس مخالفت کے بعد یہ مدرسہ ”مصباح التہذیب“ کے نام سے ختم ہو کر ”مصباح العلوم“ کے نام سے دوبارہ وجود میں آیا۔

مدرسہ مظہر اسلام: مولانا احمد رضا خاں نے یہ مدرسہ ۱۹۰۴ء میں قائم کیا۔ مولانا بریلوی نے بخاری شریف کے درس سے اس مدرسہ کا افتتاح کیا۔ مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی جیسے دو طلبہ سے اس مدرسہ کی شروعات ہوئی۔ اب یہ ننھا پودا ایک تناور درخت بن کر اب تک بے شمار طلباء کو فیض پہنچا چکا ہے۔ اس مدرسہ میں درس حدیث علوم قرآنیہ اور دیگر علوم و فنون اسلامیہ کے علاوہ حفظ قرآن مجید اور تجوید و قرأت بھی شامل نصاب ہیں۔

مظہر اسلام: مولانا احمد رضا کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی سرپرستی میں ۱۹۵۷ء میں مسجد بی بی مرحومہ بریلی میں مظہر اسلام کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا جس نے تعلیمی اور روحانی خدمات انجام دیں۔

مدرسہ مراحمے خام: یہ مدرسہ اشاعت العلوم کے نام سے محمد یسین کا قائم کردہ ہے۔ آپ کا سلسلہ محمد نصیر الدین ہمایوں شاہ دہلی تک پہنچتا ہے۔ اس مدرسہ میں حدیث فقہ، منطق، تفسیر، اصول فقہ اور درس قرآن وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدرسہ اشفاق قاضی ٹولہ: اس مشہور اسلامی درس گاہ کے بانی مولوی اشفاق احمد ہیں۔ جو شہر کہنہ (بریلی) کے مشہور رئیس تھے۔ یہاں تعلیمات دینی کا مکمل انتظام ہے۔

بریلی کی علمی و ادبی سرگمیاں

بریلی علم و ادب کا وہ مرکز ہے جہاں مختلف علوم و فنون نے خوب ترقی پائی۔ اس سرزمین پر شعراء ادبا اور عربی زبان میں مختلف علوم پر لکھنے والے مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے۔

دیکھا جائے تو روہیل کھنڈ کے پورے علاقہ نے ہی علم و ادب خاص کر عربی ادب کے فروغ میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ یہاں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ پر بھی توجہ دی گئی۔ منطق اور فلسفہ پر تو بہت سی نایاب کتابیں لکھی گئیں۔ کون سا ایسا علم ہے جس پر یہاں کتابیں نہ لکھی گئی ہوں۔ مثلاً علم قرآن و تفسیر حدیث علم فقہ علم العقائد، علم تصوف، منطق فلسفہ، طب ہندسہ، لغت، صرف، نحو، عروض، بلاغت، شعر و ادب اور تاریخ و تذکرہ وغیرہ۔

شمالی ہندوستان علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ یہاں عربی فارسی اور اردو میں مختلف علوم و فنون پر ایسی ایسی کتابیں مل جائیں گی جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔ یہاں کے مسلمان تعلیم میں دوسری قوموں سے کہیں آگے تھے۔ انگریز جنرل سلیمان جوٹسکی کے انداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے، جنرل کو ہندوستانیوں سے زیادہ ملنے جلنے کا اتفاق ہوا۔ جنرل اس زمانے کی شمالی ہندوستان کی تعلیمی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں تعلیم ایسی قدر عام ہے جس قدر ہندوستان کے مسلمانوں میں۔ ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا متصوی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اسی طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیر اعظم اپنی اولاد کو۔ اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں وہی یہ لوگ عربی اور فارسی زبانوں میں سیکھتے ہیں اور سات سال کے درس کے بعد ایک طالب علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح علم سے بھرا ہوتا ہے۔ دستارِ فضیلت باندھتا ہے اور اسی طرح روانی سے سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کر سکتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم“

روہیل کھنڈ وہ علاقہ ہے جہاں بڑے بڑے صاحب تصنیف علماء، فضلاء، ادبا، اور شعراء پیدا ہوئے۔ پروفیسر ایوب قادری اپنی کتاب ”اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ میں لکھتے ہیں:

یہ علاقہ (روہیل کھنڈ) اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے وسط میں واقع ہے اور دونوں مرکزوں کی علمی و ادبی روایات کا امین رہا ہے۔ روہیل کھنڈ میں بدایوں، سہوان، آنولہ، امر وہہ، سنہل وہ مقامات ہیں جہاں مسلمانوں کے قدم ان کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں پہنچے اور علماء صوفیاء نے پوری خود اعتمادی اور عزم و استقلال کے ساتھ تبلیغی، تعلیمی اور تصنیفی ادارہ کی تشکیل کی۔ جب اس علاقہ پر روہیلوں کا اقتدار قائم ہوا تو دوسرے بلاد و قسبات پسلی بھیت،

۱ تارے روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ مطبوعہ، مہران اکیڈمی ۱۹۶۳ء ص ۲۷۹-۲۸۰

اوجھیانی، سہولی، شاہجہاں پور، رام پور، مراد آباد، نجیب آباد وغیرہ علوم اسلامی اور علماء و فضلاء کی تعلیمی سرگرمیوں کے مسر اکز بن گئے اور وہاں درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے ہنگامے گرم ہوئے۔ روہیل کھنڈ کے قدیم شہر بدایوں کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”اسلام کے علم و فضل کا مرکب جب دہلی سے آگے نکلا تو اس کی پہلی منزل بدایوں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین بدایونی دہلی وہ سیاح معرفت ہیں جنہوں نے بدایوں اور دہلی کی منزلوں کو ملا دیا۔“^۱

بریلی جو عہد شاہجہاں کے وقت میں بھی روہیل کھنڈ کا مرکز تھا۔ یہاں فارسی شعراء، ادباء اور علماء بکثرت موجود تھے۔ مثلاً رفیع خاں باذل، حکیم عبدالرزاق، نواب ہدایت علی صاحب دیوان شاعر تھے۔ ڈاکٹر محمد ولی الحق انصاری لکھتے ہیں:

”پہلی ذی علم شخصیت جس کا بریلی سے تعلق ہے اور جس کے بارے میں ہمیں علم ہے وہ رفیع خاں باذل ہیں جو عہد شاہجہانی میں مختلف اوقات میں صوبہ دار رہے اور ۱۶۷۹ء میں مجموعہ بریلی کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ باذل ایک پرگو اور خوش گفتار شاعر تھے، غزلیات کے علاوہ ایک مثنوی ”حملہ حیدری“ کے بھی مصنف تھے جو حقیقتاً ”معارض النبوت“ کی منظوم شکل ہے اور جس میں شاہنامہ کی طرز پر غزوات نبوی کو نظم کیا گیا ہے جس میں بقول بندرا بن خوشگو اور شاہ نواز خاں چالیس ہزار اور بقول آزاد بلگرامی نوے ہزار اشعار شامل تھے۔“^۲

روہیل کھنڈ کے فرمانرواں حافظ الملک حافظ رحمت خاں کو علم و ادب سے خاصی دلچسپی تھی۔ وہ ایک سردار سپاہی کا بھی صاحب دیوان ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ خود حافظ الملک کو پشتو، عربی، فارسی اور اردو زبان پر قدرت حاصل تھی اور ان زبانوں میں وہ شعر بھی کہتے تھے۔ الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں:

”حافظ الملک پشتو و فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے، وہ شاعر ہی نہ تھے بلکہ صاحب دیوان شاعر تھے۔“^۳
ڈاکٹر لطیف حسین ادیب اپنی تصنیف ”چند شعرائے بریلی“ میں لکھتے ہیں:

”بریلی میں شاعروں کی کثرت ہمیشہ رہی ہے میرے اندازے میں یہ تعداد چار سو کے درمیان ہے۔“^۴
سید تعظیم علی نقوی نے اپنی کتاب ”تاریخ شعراء روہیل کھنڈ“ میں ۲۳۳ شعرائے بریلی کا احوال لکھا ہے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب، حافظ رحمت خاں کے اولاد میں نواب عبدالعزیز خاں عزیز کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس وقت بریلی میں اردو شاعری قریب ڈیڑھ سو سال پرانی ہو چکی تھی شعرائے لکھنؤ کے اثرات یاد رہاں شاعری کے

^۱ اردو نثر کے ارتقا میں علماء کا حصہ۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔ ص ۲۵

^۲ رسالہ معارف۔ اعظم گڑھ، ص ۱۱۹-۱۲۰

^۳ حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی بریلوی۔ مطبوعہ۔ نظامی پریس بدایوں، ص ۲۹۷

^۴ چند شعراء بریلی۔ لطیف حسین ادیب۔ ص ۱۲۵

اثرات راسخ ہو چکے تھے۔ اساتذہ دہلی کا اثر بڑھ رہا تھا۔ بریلی کے گلی کوچوں میں شعراء کا دور دورہ تھا۔ اسراء و نوابین کے مکانات شاعری کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ نوابین روہیلہ میں نواب احمد خاں جوش، نواب سلیمان خاں اسد و غنسیہ نوابین لکھنؤ میں نواب محمد عطا حسین عطا اور متوسلین میں کرامت علی خاں شہیدی، محسن علی خاں جوش، امیر الدین آزاد وغیرہ۔ مقتیان میں سلطان حسن خاں حسن قاضی، عبد الجمل جنون وغیرہ ایسے سخن سنج اور سخن پرور شعراء تھے جنہوں نے بریلی میں اور بریلی کے باہر اردو شاعری کو فروغ بخشا۔^۱

روہیل کھنڈ میں بہت سے عربی کے شعراء پیدا ہوئے ہیں جن کی شاعری دیکھ کر اہل عرب بھی رشک کرتے ہیں۔ روہیل کھنڈ کے ان شعراء کرام کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے عربی، فارسی دونوں زبان میں طبع آزمائی کی۔ ان شعراء کے نام درج ذیل ہیں:

- | | |
|-------------------------------|--------------------------------------|
| ۱۔ محمد ناصر خاں حشمت رامپوری | ۲۔ غلام حسین رامپوری |
| ۳۔ غلام جیلانی رفعت رامپوری | ۴۔ خلیل الرحمن بن محمد عرفان رامپوری |
| ۵۔ محمد طیب عرب مکی رامپوری | ۶۔ عبدالعلی بن مفتی زبیر رامپوری |
| ۷۔ احمد خاں فاخر رامپوری | ۸۔ شاہ نیاز احمد بریلوی |
| ۹۔ رضا علی خاں بریلوی | ۱۰۔ احمد رضا خاں بریلوی |
| ۱۱۔ فیض احمد بدایونی | ۱۲۔ مولوی محمد اعجاز احمد بدایونی |
| ۱۳۔ فیض حق خیر آبادی | ۱۴۔ فضل حق خیر آبادی |
| ۱۵۔ مولوی اسماعیل مراد آبادی | ۱۶۔ اعجاز علی امرہوی |
| ۱۷۔ ظہور الحق بن ظہور الحسن | ۱۸۔ عبد الجبار خاں آصفی |
| ۱۹۔ حکیم الجبار خاں آصفی | |

بریلی کی سرزمین پر بھی بڑے بڑے پرگو شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کی۔ ان میں سے قابل ذکر درج ذیل ہیں۔

شاہ نیاز احمد نیاز: آپ کا شمار بریلی کے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ مسعود حسین نظامی نے شاہ صاحب کی سترہ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں دیوان نیاز، فارسی کا مجموعہ کلام اور قصائد عربیہ کا مجموعہ بھی شامل ہے۔ اس طرح شاہ نیاز صاحب نے اردو، فارسی کے علاوہ عربی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آپ فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر ہیں۔
۱۸۳۲ء تا ۱۲۵۰ھ کو بریلی میں انتقال ہوا۔

^۱ چند شعراء بریلی۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ ۱۲۵۔

نمونہ کلام:

غزل ہماری پاتے ہیں کب شیخ و برہمن
مدر سے میں عاشقوں کی جس کی بسم اللہ
جسے دیکھنا ہی محال نہ تھا، اس کا نام و نشاں کہیں
جہمی جا کے مکتب عشق میں سبق مقام فنا لیا
اسلام و کفر سے مرے اپنا مقام ہے
اس کا پہلا سبق یارو! فنا فی اللہ ہے
سویر ایک ذرہ نے عشق میں ہمیں اس کا جلوہ دکھا دیا
جو پڑھا لکھا تھا نیا ز نے سو وہ صاف دل سے بھلا دیا

مجت: نواب مجت خاں نام تخلص مجت۔ حافظ رحمت خاں کے فرزند تھے۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو اور پشتو زبان میں طبع آزمائی کی۔ آپ جرات کے شاگرد تھے۔ اردو کے نامور شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مجت نے ایک مثنوی ”اسرار مجت“ (۱۱۹۷ھ/۸۳-۸۲ء) کے نام سے لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ انہوں نے فارسی کا آمد نامہ بھی لکھا ہے۔ نواب آصف الدولہ مجت کے قدردانوں میں تھے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب لکھتے ہیں:

”نواب مجت خاں مجت خاص طور سے شعراء کے سرپرست تھے اور مرثیہ سخن کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔“

نمونہ کلام:

جس کو تری آنکھوں سے سروکار رہے گا
بالفرض جیسا بھی تو وہ بیمار رہے گا
عاشقوں میں مجھے لکھا تو نے آج چہرا میرا بحال ہوا
آپ کچھ غیروں کو چھپ چھپ کے قسم کرتے ہیں
یہ ہو جھوٹ تو ہم ہاتھ قسم کرتے ہیں

سرشار: نام سید غلام غوث عرف عبدالصمد اور تخلص سرشار۔ شاعری میں نواب عبدالعزیز خاں عزیز کی شاگرد اختیار کی۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ تاریخ گوئی میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ دیوان غیر مطبوعہ اور انتہائی ضخیم ہے۔

شہیدی: منشی کرامت علی خاں نام۔ بعض تذکروں میں عبدالرسول خاں نام بھی ملتا ہے۔ آپ مصحفی اور شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد تھے۔ نظم اور نثر دونوں صنف پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ شہیدی صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا دیوان طبع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔

تالاں: مرزا محمد جان نام اور تالاں تخلص تھا۔ ان کے والد بانس بریلی کے صوبہ دار تھے۔ آپ کو بچپن سے ہی شعر و شاعری کا

۱ تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز بریلوی۔ ۱۹۶۳ء، ص ۲۹۴

شوق تھا۔ مصحفی "تذکرہ ریاض الفصحاء" میں لکھتے ہیں:
 "پیش ازیں لالہ موجی رام موجی تخلص کہ او ہم شاگرد فقیر است چندے مشورہ کردہ دو سال مشاعرہ ہم نمودہ حالابہ فقیر رجوع
 تمام دارد عمرش بست و سه ساله خواهد بود ہے۔"
 مصحفی نے نالاں کے تیرہ اشعار نقل کیے ہیں۔

نمونہ کلام:

وصل کی شب مجھے کیا یار نے سونے نہ دیا دیدہ مسائل دیدار نے سونے نہ دیا
 گرچہ افسانے سے نیند آئی ہو مجھ کو لیکن قصہ عشق دل زار نے سونے نہ دیا
جوہر: دیوانی نگہ جوہر بریلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ "عمدہ منتخبہ"
 میں ان کا یہ شعر نقل ہے:

سوار نقسره کا دریا سے کون گزرا ہے
 ہلال پکڑے ہے جس کی رکاب درتہ آب

مصروف: نواب خاں بہادر خاں نام تخلص مصروف۔ آپ بہت پایہ کے شاعر اور نثر نگار تھے۔ شاعری میں جرأت کے شاگرد
 تھے۔ مصروف صاحب دیوان شاعر ہیں۔ لیکن ان کا دیوان ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں تلف ہو گیا۔ لیکن کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ
 مصروف کے دیوان کا ایک نسخہ حسرت موبانی کے ذخیرہ کتب لکھنؤ یونیورسٹی میں موجود ہے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب کا بیان ہے
 کہ دیوان محفوظ ہے۔^۲

ہمعصر تذکرہ نگاروں نے بھی نواب خاں بہادر خاں مصروف کی بے پناہ شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کا
 ذکر اپنے تذکروں میں کیا ہے۔ عبدالغفور نساج اپنی کتاب "سخن شعراء" میں لکھتے ہیں
 "مصروف تخلص نواب بہادر ولد نواب ذوالفقار خاں ابن حافظ رحمت خاں صوبہ دار کھیڑ باشندہ بریلی صاحب دیوان
 گزرے۔"^۳

نواب خاں بہادر خاں کی ایک غزل جو حیاتِ حافظ رحمت خاں اور تذکرہ شمیم سخن میں ملتی ہے وہ درج ذیل ہے:
 "تا حشر خیال نہ میرا کرے گادل تو اس کو مل گیا تو مرا کیا کرے گادل

۱ تذکرہ ریاض الفصحاء۔ مصحفی۔ مطبوعہ۔ نئی دہلی ۱۸۹۵ء۔ ص ۳۳۱

۲ ۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد زرب خان بہادر خاں شہید۔ مؤلف۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ مطبوعہ ۱۹۶۶ء۔ ص ۱۷۳

۳ تذکرہ سخن شعراء۔ عبدالغفور نساج۔

حسان و جسگر تو نام کو باقی نہیں رہے
جان و جسگر کے واسطے دیکھو کہ دوستو
شانے کی طرح اور بھی ہو جائے گا چاک چاک
مصروف دیکھ! پیروی دل نہ کیجیو
کیونکہ اب اس کی زلف سے سودا کریگا دل
کن کن خسراہیوں کو نہ برپا کریگا دل
جیوں جیوں کہ اس کی زلف سنوار کرے گا دل
میری طرح سے تجھ کو بھی رسوا کرے گا دل
شاعر کے علاوہ آپ اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے۔ افسوس ہے کہ آپ کی تصنیفات میں سے صرف ایک کتاب ہی عوام تک پہنچی اور وہ ہے ”مقاصد الصالحین“۔
وحشت: نام مرزا باقر علی خاں وحشت تخلص۔ بریلی کے رئیس خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ ”تذکرہ ریاض الفصحاء“ میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔
نمونہ کلام:

”نقش شیریں کھودینا یہ کوہ کن کی رسز ہے
گورلگ لگ کر لگے کیوں کر نہ دے وحشت فثار
یعنی سنگین دل نہ سمجھے کوئی پتھر سے جدا
ایک مدت ہم رہے آغوش مادر سے جدا
حیدرہ: نام نواب حیدر حسین خاں بن نواب حافظ یار خاں بن نواب دو الفقار بن نواب حافظ رحمت خاں۔ آپ کو دنیاوی عیش و آرام جاہ و مرتبت سے نفرت تھی۔ فقر و فاقہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے چالیس سال تک وہی کاپانی پنی کر مجاہدہ نفس کیا۔ اور آج بھی ”دہی والے میاں“ کے نام سے مشہور ہیں۔ بریلی کے ہی بزرگ شاہ دانا ولی (متوفی ۱۳۳۰ء) سے روحانی نسبت حاصل تھی۔ آپ کو شعر و شاعری سے گہری دلچسپی تھی۔ انہوں نے نعتیہ اور متصوفانہ شاعری کی ہے۔ آپ نے ایک ’میلاد نامہ‘ بھی لکھا ہے۔ بریلی مقبرہ حافظ رحمت خاں کے جنوبی دروازے کے سامنے آپ کی کچی قبر مرجع خلائق ہے۔^۱

{ نعت }

نمونہ کلام:

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
محمد فی الحقیقت آفتاب لائالی ہے
محمد نے خدائی کی خدانے مصطفائی کی
ہو الاول ہو الآخر ہو الظامر ہو الباطن
وہی ہے ایک دریا اس کی موجیں دونوں عالم میں
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
اسی کے نور کا دونوں جہاں کو پر تو جانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
اسی کو ابتدا سمجھے اسی کو انتہا جانے
غریب قلزم عرفاں ہو تو جب یہ ماہر احسانے

^۱ تذکرہ نعت گویان بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء۔ ص ۳۶-۳۷

احمد نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا مرتبہ جانے
نہوے وحدتوں کو بہرہ اس مضمون سے حیدر
مری رمز سخن البتہ وحدت آشنا جانے
نامی: نام میاں ثار احمد، نامی تخلص ہے۔ آپ نے اردو کے علاوہ فارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

نمونہ کلام:

وہ جو نقشِ پاکی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی
افسانہ سرے درد کا اس یار سے کہ دو
سوکش نے دامن یار کی اسے بھی زمیں سے مٹا دیا
فرقت کی مصیبت کو دل آزار سے کہہ دو
معظم: نام محمد معظم عباسی۔ تخلص معظم۔ آپ کم گو شاعر تھے۔

نمونہ کلام:

چشم و سیاہ کے دور میں شام و سحر ہوں بے قرار
معظم تو کہے تھے عادل نہ دوں پھر کیوں دیا تو
مجھ کو کہاں کو چاہیے لیل و نہار ہونہ ہو
عبث ناحق کرے تھا، مفت میں تقریر کیا عبث
احسن: نام مفتی سلطان حسن خاں۔ آپ مولوی احمد حسن خاں کے بیٹے اور مفتی حبیب الحسن خاں کے پوتے تھے۔ بریلی کے
عمائد و امراء میں آپ کا شمار تھا۔ احسن مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے اور شاعری میں علامہ بسم اللہ بسمل کے شاگرد
ہوئے۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی نے رسالہ معارف (اعظم گڑھ) میں لکھا ہے:
”احسن کا کلام بھی دستیاب نہیں مفتی صابر حسن شیوا عثمانی نے ایک غزل کا اور دو اشعار نعت کے عنایت کیے ہیں۔“

غزل:

بت ہی پتھر نہ کیوں ہوا
احسن اچھی صورت پہ پیار آتا ہے

نعت:

تمہارے فضل میں سب سے میرا یہ حق فائق ہو
مدینہ کی گدائی ہو کہیں سلطان کو حاصل
نہیں امت میں بد کردار مجھ سا یا رسول اللہ
ملے بہر حسن اس کو یہ حصہ یا رسول اللہ
وحشی: قاضی عبدالرحمن نام وحشی تخلص۔ آپ کی ایک غزل ”گلدستہ نہال سخن“ جون ۱۹۱۷ء میں بریلی سے شائع ہوئی۔ جس
میں قاضی صاحب کے نام کے ساتھ تلمیذ غالب بھی تحریر ہے۔

معز:

چاٹ یہ حضرت داغظ کو پڑی ہوتے کی
ہم اگر جام تو وہ خالی سبو کرتے ہیں

آپ جو چاہیں کہیں آپ کی بیجا بھی بجا
غیر کیوں آپ کی باتوں پہ رفو کرتے ہیں
مہاراج: راجہ بلاس رائے نام مہاراج تخلص۔ قاسم نے اپنے مجموعہ ”نغز“ میں آپ کا نام نہلاں رائے لکھا اور اس کے حاشیہ میں
بہلاں بھی تحریر کیا ہے۔ بریلی کے ممتاز لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حافظ رحمت خاں کے دیوان سے آپ کا تعلق تھا۔
مہاراج صاحب دیوان شاعر تھے۔ اور دیوان ریختہ طبع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلام:

آرام کا ہے کون سا سبب فلک پر
عیسیٰ کو بھی آئی نہ کبھو خواب فلک پر
مکھڑے کو جو دیکھا ہے کبھورات کو تیرے
رہتا ہے کھلا دیدہ مہتاب فلک پر
شان: نام نظر الدین احمد، شائق تخلص ہے۔ آپ کے نام میں اختلاف بھی ہے ”عمدہ منتخبہ“ کے مصنف نے ”نظر الدین“ لکھا۔
تو قدرت اللہ شوق ”نظیر الدین“ لکھتے ہیں اور انہیں علامہ محمد الدین اویسی کا بیٹا بتاتے ہیں۔ آپ کا کلام طبع ہو کر منظر عام پر آچکا
ہے۔

نمونہ کلام:

اگر اس طرح سے ہمیشہ کو میری چشم سے تری رہی
تو مزار عوں کو یہ مژدہ دو کہ تمہاری کھیتی ہری رہی
بسمل: نام شاکر علی، تاریخی نام غلام بسم اللہ (۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) اور تخلص بسمل ہے۔ آپ کی پیدائش میرٹھ میں تعلیم و تربیت
مارہرہ میں اور ملازمت و سکونت بریلی میں رہی۔ بسمل نے غالب کی شاگردی اختیار کی۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا
دیوان غزلیات طبع نہیں ہوا۔ اور جو کلام محفوظ تھا وہ سب آگ کی نذر ہو گیا۔ تذکروں میں آپ کے کچھ اشعار کا ذکر ضرور ملتا ہے۔
بسمل کا ایک مجموعہ نعت بھی ہے جو ”نالہ بسمل“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

غزل:

شب و فورا شک سے گردوں کف سیلاب تھا
داں رخ پر نور تھا صبح امید زندگانی
دورہ چشم کو اکب حلقہ گرداب تھا
یاں ہراک داغ جگر خورشید عالم تاب تھا

نعت:

مثال بید مضمون کا پتتا ہوں خوف عصیاں سے
خیال روزِ محشر سامنا ہے روزِ محشر کا

غلام خاص ہوں روز جزا مجھ کو یہ دعویٰ ہے کہ حال خستہ جاں سے بانٹ لوں حصہ برابر کا
 نہ رو کے مجھ کو رضواں حکم ہو دربار عالی سے ثنا خواں ہوں علی وفا طمہ شتیر و شبر کا
نادان: نام مولوی محمد بخش۔ تخلص نادان۔ پہلے آپ کا تخلص استاد تھا لیکن شہیدی کے حلقہ شاگردی میں آنے کے بعد نادان
 تخلص ہوا۔ آپ علوم درسی میں ماہر اور عروض و قافیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ قادر بخش صابر نے "گلستان سخن" میں آپ کے تین
 شعر نقل کیے ہیں:

"بار احسان تو رہا قاتل کا گردن پر مری
 کب بکدوشی ملے گی فی تن سے سر جاتا رہا
 پہر ہی زندان میں بعد رہائے
 زنجیر میں انداز ہی زلفوں کے شکن کا
 جب خواب میں ملنے کا کہا ہال تو بولا
 جاوی نہ اولٹ خواب کی تعبیر کسی کی"

ملاحضات اللہ عباسی: آپ ایک نازک طبع اور خوش نویس شاعر تھے۔ کلام بلند اور اظہار پر قدرت حاصل تھی۔ کلام کے چند شعر
 ملاحظہ ہوں:

"تری ہی کچھ پڑی نہیں، یہ زلف پیش پا
 اہل زمیں پر اتری ہے بالا سے یہ بلا

رباعی:

اس گل میں جو ہم نے مسیر زانی دیکھی کچھ اور ہی طرح کی دلربائی دیکھی
 ہم نامی سے جس کی مصر میں خوبی کے کرتے یوسف کو بادشاہی دیکھی

ناصر: نام ناصر الدین احمد۔ ولد خواجہ طفیل علی۔ مولد۔ قصبہ سہارنپور ضلع مہارن پور۔ آپ بلند پایہ صوفی، شاعر اور کثیر التصانیف
 بزرگ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ^{لتنقیح} اصلاح الادق فی اصلاح تحقیق الحق، موج کوثر، لمعہ برق جلال، ترانہ ناصر، خنزیرہ رحمت فردوس
 شہادت، مناقب صابر، نغمہ عشق، فغان ناصر، مباحثہ رائے پور دربارہ مولود، شجرہ طیبہ، مثنوی پیکر، حشر و نشر، مباحثہ اعظم گڑھ منظوم،
 چمنستان نعت، دیوان نعتیہ، طنطنہ، صولت، مجموعہ مکتوبات ناصر فارسی (غیر مطبوعہ) کلام معشوق چشتی یعنی دیوان فارسی (غیر مطبوعہ)
 سدس ناصری اردو (غیر مطبوعہ) تنبیہ و ہابیہ (غیر مطبوعہ) کلیات اردو (غیر مطبوعہ) کلیات فارسی (غیر مطبوعہ)۔

آپ نے نعتیہ شاعری بھی کی ہے۔ جو نہایت بلند و بالا ہے۔ ۱۴ رمضان ۱۳۲۶ھ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۸ء میں آپ کا انتقال
 ہوا۔ آپ کے عزیز دوست احمد رضا بریلوی نے جسدِ خاکی کو قبر میں اتارا۔ مسجد نومحلہ میں آپ کا مدفن ہے۔

نمونہ کلام:

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
جالی پکڑ کے روضہ گردوں جناب کی
آنکھیں ملیں کبھی در اقداس پہ اور کبھی
سجدہ کریں ہم آپ کی عراب کی جگہ
احوال دل کہیں کبھی حجرے کے سامنے
لبیک کو زبان پہ کبھی لائیں شوق سے
تم دیکھو یا نہ دیکھو مگر مثل شمع بزم
خاک در رسول ﷺ کا سرمہ لگائیں ہم
سب حال دل رسول خدا کو سنائیں ہم
آنکھوں سے اپنی خون کے دریا بہائیں ہم
قدموں کی جا پہ لخت جگر کو بہائیں ہم
مبزر کے سامنے کبھی غوغا مچائیں ہم
صلی علی کا غسل کبھی رو کر مچائیں ہم
جل جل کے جاں کو خاک میں اپنی ملائیں ہم

سوزِ غم رسول ﷺ کے وہ دل جلے ہیں ہم

اک آہ انشیں سے سفر کو جلائیں ہم

جنون: قاضی عبد الجلیل نام اور جنون تخلص ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جنون غالب کے مشہور شاگرد ہیں۔ آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں فارسی عربی کی تعلیم کی تکمیل کی جنون کو تاریخ گوئی میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے اشعار صرف تذکروں میں ہی ملتے ہیں۔

نمونہ کلام: نہ ہی لطف و عنایت ستم و جور کر سہی، غم تو یہ ہے کہ نہیں حال کا پر سا کوئی۔“

سید مفتی سید احمد خاں: سید صاحب کے والد کا نام سید کرامت علی تھا۔ یہ جنون کی اہلیہ کے حقیقی ماموں تھے۔ آپ نے علوم فروزہ کے ساتھ فن طب کی تحصیل بھی کی تھی۔ سید صاحب کو غالب کے شاگرد ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔

نمونہ کلام:

قسم ہے تجھے اے نسیم سحر
میرا نہیں کوئی پیغمبر
تو میری طرف سے زمیں چوم کر
میری بے کسی پر ذرا رحم کر
مدینے میں ہوئے جو ترا گزر
یہ کہنا بدرگاہ خیر البشر

نبی الوریٰ یا نبی الورا

ہمیں حال ما یا نبی الوریٰ

احمد خاں: آپ کا وطن بریلی تھا، ملا شفیع کے ماجزادے تھے۔ آپ انتہائی خوش اخلاق اور زندہ دل اشاعر تھے۔

نمونہ کلام:

دین و دل لے چکے مدت ہوئی خواباں ہم سے آہ کس چیز کے ہیں پھر یہ خواباں ہم سے
قاضی نورالحق: نام قاضی نورالحق، تخلص منعم تھا۔ آپ بریلی میں قاضی کے عہد پر فائز تھے۔ ساتھ ہی آپ عالم فاضل بھی تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر مع شان نزول لکھی ہے۔ قاضی صاحب فارسی گو شاعر بھی تھے۔ عربی، فارسی قصیدے اور متعدد مثنویات اور تین دیوان غزلیات ہیں۔ آپ کو ”عمدۃ الشعراء“ کا بھی خطاب ملا تھا۔ ”عمدۃ منتخبہ“ کے مصنف کے مطابق قاضی صاحب کا ایک ہی شعر دستیاب ہو سکا۔

نمونہ کلام:

وہ نوک مرثہ جب سے مرے دل میں گڑی ہے ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہے
جذب: نام میر عرت اللہ عرف میر بھکاری، جذب تخلص ہے۔ بریلی کے معززین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کو مختلف علوم و فنون سے آگاہی حاصل تھی۔ جذب کوفن شاعری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ آپ کے اشعار نہایت دلکش ہوتے ہیں۔ عمدۃ منتخبہ، مجموعہ نغز، گلستان سخن جیسے تذکروں میں آپ کا ذکر موجود ہے۔

نمونہ کلام:

وہاں صفائی ہے خود نمائی ہے یہاں میری جان کی صفائی ہے
 اے فلک مجھ سے اتنی بے رسی یہ ترے دل میں کیا سمائی ہے
 جو کہ حلقہ بگوش نتھ کے ہیں ناک میں ان کی جان آئی ہے
 ہوں مسلمان بندہ کافر کچھ عجب طرح کی خدائی ہے

جذب چیل دیکھ آستانہ یار

ہم ہیں اور واں کی جہہ سائی ہے

اولیٰ: شاہ غلام محی الدین اویسی سرہند (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ بعد میں انہوں نے ترک وطن کر کے بریلی میں سکونت اختیار کی۔ قدرت اللہ شوق نے تذکرہ ”طبقات الشعراء“ میں اویسی کو مرد فاضل و انشاء پرداز قابل اور صاحب طبع رسا کہا ہے۔ شوق کے مطابق آپ نے عربی و فارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ”طبقات الشعراء“ کی تالیف کے وقت اویسی قرآن شریف کی تفسیر نظم میں لکھ رہے تھے۔^۲

^۱ مجموعہ نغز۔ قدرت اللہ قائم۔ جلد اول، مطبوعہ۔ دہلی ۱۹۷۳ء

^۲ تذکرہ طبقات الشعراء۔ قدرت اللہ شوق۔ مطبوعہ لاہور۔ جنوری ۱۹۶۸ء

نمونہ کلام:

اس آفتاب سے چہرے پہ زلف ہے کالی
پناہ سوختگاں مدظلہ العالی
تین روز عید بھی قربان کیا نہ میرادل
ہزار حیف یہ ذی الحجبہ بھی گیا خالی
مرزا غلام علی عشرت: نام میر غلام علی، عشرت تخلص۔ آپ کے والد کا نام میر معظم علی تھا جو بریلی کے باشندے تھے۔ عشرت
مرزا علی لطف کے شاگرد تھے۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب نے عشرت کی چار تصانیف (۱) پدمات،
(۲) ریاض الحسین، (۳) سحر البیان اور (۴) دیوان غزلیات کا ذکر کیا ہے۔ عشرت کی مثنوی ”پدماوت“ کی شہرت نے آپ کو
حیات دوام بخشی۔ عشرت نے اس مثنوی کو ۱۱۱۱ھ ۱۷۹۶ء میں مکمل کیا۔ عشرت کی ایک طویل مثنوی ”ریاض الحسین“ ہے جس
میں واقعات کر بلا کا تفصیلی ذکر ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء میں تصنیف کی گئی۔ عشرت کی ایک نثری داستان ”سحر البیان“
جو ۱۲۳۱ھ ۱۸۱۵ء میں لکھی گئی جس میں شہزادہ یوسف شاہ اور شہزادی حسن آرا کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے۔ عشرت کے
دیوان غزلیات کا نسخہ رضا لاہوری میں موجود ہے۔

نمونہ کلام:

جس کو پا ہے تو بٹھا پاس بلا کر اپنے
مجھ سے ظالم نہ خفا ہو، میں اٹھا جاتا ہوں
میں وہی ہوں کہ بناتا تھا سدا رونوں کو
اب یہ مشکل ہے کہ ہنستوں کو رلا جاتا ہوں
تمہارے زعم میں خادم جو ہم ہیں کے نہیں
تو سمجھو بندہ درگاہ پھر کہیں کے نہیں
کنے ہیں سجدے ترے در پہ یہاں تلک ہم نے
کہ داغ ملتے قیامت تلک جسبیں کے نہیں
حقیقت: میر شاہ حسین نام اور حقیقت تخلص تھا۔ سید عرب شاہ کے منجھلے بیٹے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت امام
حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ سید عرب شاہ نے آنولہ (بریلی) میں سکونت اختیار کی اور وہیں حکیم میر محمد نواز کی بیٹی سے عقد کیا اور
بریلی میں ہی ۱۱۸۶ھ ۱۷۷۲ء میں حقیقت پیدا ہوئے۔ حقیقت پندرہ برس کی عمر میں لکھنؤ گئے اور وہیں جرات کے تلامذہ کے
حلقے میں شامل ہو گئے۔ اور انہیں سے شعر کی اصلاح لیتے تھے۔ آپ کا کلام نہایت دلکش اور پرکشش ہے۔ آپ صاحب دیوان
شاعر ہیں۔ ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء میں مدراس میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ مثنوی نگار کی حیثیت سے آپ
کا بلند مقام ہے۔ حقیقت نو ۹ کتابوں کے مصنف ہیں جو حسب ذیل ہیں:

- ۱- تحفۃ العجم
- ۲- خنزیرۃ الامثال
- ۳- صنم کدہ چین، مطبوعہ لکھنؤ ۲۴ جنوری ۱۸۴۲ء
- ۴- تذکرہ احبا
- ۵- مثنوی ہیرامن طوطا، مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۵۲ء
- ۶- ہفت نسخہ

- ۷- مثنوی بہشت گلزار۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۰ء
 ۸- جذب عشق (قلمی)
 ۹- دیوان (قلمی) یہ نسخہ کراچی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
 ”خزینۃ الامثال“ آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔

نمونہ کلام:

دلا! اب دونوں مل کاٹیں گے
 ہوئے بیمار ہم بھی
 غم عشق دل کو جلانے گیا
 حقیقت وہ کھینچنے بدھرتیخ تھا
 اوقات آہ وزاری میں
 لے تری تیمارداری میں
 اک آتش سی تن میں لگائے گیا
 ادھر میں بھی سر کو جھکائے گیا

مولانا احمد رضا خاں، احمد رضا خاں نام۔ تخلص رضا۔ پیدائش ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۲ جون ۱۸۵۶ء آپ بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے ہر صنف میں نعت کہی ہے۔ (آپ کی شاعری کا تفصیلی ذکر اس مقالے میں موجود ہے۔)

نمونہ کلام:

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
 حرماں نصیب ہوں تجھے امید کہ کہوں
 اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
 اس مردہ دل کو مشردہ حیات ابد کا دوں
 باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
 حبانِ مسراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
 اے جانِ جاں میں جانِ تجلی کہوں تجھے
 تاب و توانِ حبانِ میسا کہوں تجھے

لیکن رضائے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلیق کا آقا کہوں تجھے

حسن: نام حسن رضا خاں فرزند مولانا نقی علی خاں۔ پیدائش ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ آپ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ شعر و شاعری سے آپ کو فطری مناسبت تھی۔ آپ داغ کے شاگرد تھے۔ داغ آپ کو ”پیارے شاگرد“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ حسن کی غزلوں کا عام رنگ وہی ہے جو ان کے استاد داغ کا تھا۔

ایک گلدستہ ”بہار بے خزاں“ اور ایک ہفتہ وار اخبار ”روز افزوں“ کے نگراں تھے۔ یہ دونوں جسر اند آپ کے شاگرد میر محمود علی عاشق اور حمد بریلوی نکالتے تھے۔ آپ کا دیوان ”نغمہ شمر قاصحت“ اور دیوان کلام نعت ”ذوق نعت“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے آٹھ نور سائل و کتب اردو فارسی زبان میں نثر و نظم پر مشتمل ہیں۔ نعت گوئی میں آپ نے بہت شہرت پائی۔ یہی وجہ ہے ”ذوق نعت“ کے پبلس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔

نمونہ کلام:

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج رکھنا
ادھر بھی تو سن اقدس کے دو قدم جلوے
کھلا دو غنچہ دل صدقہ باددامن کا
تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے
جو سر یہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ

لیے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں
ترے فقیروں میں اے شہسوار ہم بھی ہیں
تمہاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں
امیدوار نسیم بہار ہم بھی ہیں
پڑے ہوئے تو ہسر رگزار ہم بھی ہیں
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہیں کے تم بھی ہوا کہ ریزہ خوار ہم بھی ہیں

غزل:

حسن جب مقتل کی جانب تیغ بزاں لے چلا
آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے
کی ہیں کس کسخت دل کے جزب نے گتایاں
دل کو جاناں سے حسن سمجھا بجھا کر لائے تھے

عشق اپنے مجسروں کو پابجولاں لے چلا
بزم سے میں آرزوئے دید جاناں لے چلا
کون بے پردہ انہیں سوئے شبستاں لے چلا
دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوئے جاناں لے چلا

اشفاق:

نام محمد اشفاق علی۔ آپ نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء) کے شاگرد تھے۔ اشفاق بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔

نمونہ کلام:

لکھوں کس طرح نعتِ مصطفیٰ کیا میرا تہہ ہے
مزار احمد مرسل پہ پہنچوں وہ بھی دن آئے
شبیبہ پاک احمد سامنے ہو جان جب نکلے
خدا قرآن میں تعریف ان کی آپ کرتا ہے
یہی ہے آواز دل کی یہی میری تمنا ہے
الہی میری آنکھوں کی یہی تجھ سے تمنا ہے

برے اعمال ہیں اشفاق کے کچھ شک نہیں اس میں
شفیع المذنبین ہے ذاتِ حضرت یہ سہارا ہے

۱۔ چند شعراء بریلی۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ ص ۱۳۱ تا ۱۵۶

۲۔ گل دستہ کمال دہلی۔ جنوری ۱۹۱۲ء

تحسین:

نام تحسین رضا خاں۔ آپ مولانا حسن رضا خاں کے نبیرہ ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی کی تحصیل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد مدرسہ مظہر اسلام میں مدرس ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اسی مدرسہ کے صدر مدرس ہوئے۔ آپ نے نعت گوئی کو پسند کیا اور اسی فن میں طبع آزمائی کی۔ ۱۳ اگست ۲۰۰۰ء کو ناگپور میں سرک حادثے میں فوت ہوئے۔

نمونہ کلام

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
عظمتِ فسرق کو نین کیا جانے کوئی
آ رہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لیے
تو اگر چاہے تو پھر جائیں یہ کاروں کے دن
روئے انور کا تصور زلفِ مشکیں کا خیال
دل کو یہ کہہ کر رہ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
ساقی کوثر کا نام پاک ہے و روزباں
در حقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے
جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے
اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مسرا انجباں ہے
ہاتھ میں تیرے عنان گردش ایام ہے
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے
آگنی منزل تری بس اور دواک گام ہے
کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنہ کام ہے

ٹیپو: نام مفتی صابر حسین۔ ولد مفتی عماد الحسن محو (متوفی ۱۹۲۶ء)۔ آپ کو نعت گوئی سے بے حد شغف تھا۔ بریلی کے نعتیہ مشاعروں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ ریڈیو پر بھی آپ کا نعتیہ کلام براڈ کاسٹ ہوتا تھا۔

نمونہ کلام:

آپ کے عشق نے جس کو اپنا بنا لیا آپ کی آرزو میں جو کام آگیا
اس کو اک مستقل زندگی مل گئی اس کو لطفِ بقائے دوام آگیا
خلوتِ عرش سے فرش پر آج وہ انبیاء و رسل کا امام آگیا
جس کے قبضے میں کل کائنات آگئی جس کے زیر نگیں ہر نظام آگیا
فرض تصدیق و تعمیل فرمان اب آرزو کا تقاضہ و فورادب
جب کسی نے ترانہ نامی لیا میرے لب پر درود و سلام آگیا
ان کے جلوؤں سے کونین معمور ہے فرش سے عرش تک عالم نور ہے
خاتم الانبیاء جلوہ فرما ہوئے یا ستاروں میں ماہ تمام آگیا

وہ کہاں اور تو صیف خیر البشر وہ کہاں اور نعت شہ مسرسلین

یہ سعادت بھی اپنی جگہ کم نہیں مدح خوانوں میں شیوا کا نام آگیا

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ شعرائے بریلی کی ایک طویل فہرست ہے جن میں قابل ذکر نام یہ ہیں۔ اکرم، امیر، قلندر جو یا، حلم حامی حیران، حیر خواہاں دانش، رواں، سوز سوزن عشرت محتشم اور جوش وغیرہ۔

بریلی میں نوابوں کی سرپرستی میں شعر و شاعری کو بڑا فروغ ملا۔ بریلی کے مذہبی علماء کامرکز ہونے کی وجہ سے یہاں مختلف علوم و فنون کی بھی سرپرستی ہوئی۔ بہت سے دینی رسائل اور مذہبی کتابیں بھی وجود میں آئیں۔ اس طرح بریلی میں نثری کام بھی خوب ہوا۔ مختلف علوم و فنون پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔ روہیل کھنڈ کے حوالے سے سب سے پہلی نثری کتاب ”خلاصۃ الانساب“ بتائی جاتی ہے جس کے مصنف حافظ الملک حافظ رحمت خاں تھے۔ یہ کتاب ریاست روہیل کھنڈ کے بانی نواب علی محمد خاں روہیلہ کے عہد میں لکھی گئی تھی۔^۱

احمد رضا بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں مختلف علوم و فنون پر کتب و رسائل لکھ کر نثری خدمات انجام دیں۔ مولوی محمد احسن بریلی کالج میں مدرس کی حیثیت سے ملازم تھے، انہوں نے بھی متعدد کتابیں لکھیں۔

میں چند نثر نگاران بریلی کا ذکر ضروری سمجھتی ہوں جنہوں نے دینی و ادبی نثر میں گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں۔ ان کی شاہکار تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ مولانا نقی علی خاں۔ الکلام الوضح فی تفسیر الم نشرح (تفسیر)^۲

۲۔ محمد حسن بریلوی۔ الصلوٰۃ الحمیدیہ (علم تصوف)

۳۔ محمد حسن بریلوی۔ اصل الاصول (فارسی رسالہ)

۴۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ حسام الحرمین علی منخر الکفر المین^۳ (علم الکلام والعقائد) تصدیقات علمائے حرین۔ فتاویٰ رضویہ

۵۔ شاہ نیاز بریلوی۔ رسالہ فی الجزر الاصح (منطق و فلسفہ)

۶۔ محمد حسن بن الی الحسن بریلوی۔ غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء

۷۔ مفتی سلطان حسن بریلوی۔ شرح الرسالہ فی اجوبۃ الشبہات

۸۔ مفتی سلطان حسن بریلوی۔ شرح صابطة التهزیب

۱ الطاف علی بریلوی حیات و خدمات۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ مطبوعہ ۱۹۹۲ء۔ ایجوکیشنل پریس کراچی، ص ۵۲

۲ مولانا نقی علی خاں کی مختلف علوم پر پچیس کتابیں ہیں جس کی فہرست پہلے باب میں موجود ہے۔

۳ احمد رضا خاں بریلوی کی ۵۵ علوم و فنون پر تقریباً ہزار کتابیں ہیں جس کی فہرست اس مقالہ کے آخر میں موجود ہے

- ۹- حسین علی القاسمی البریلوی۔ الحاشیہ علی شرح الرسالة القطبیہ
- ۱۰- مولوی قطب الحسن بریلوی۔ الفوائد المتفرقة (نعت صرف ونحو اور عروض و بلاغت)
- ۱۱- شاہ نیاز بریلوی۔ الشجرة النقشبندیہ (تاریخ و تذکرہ)
- ۱۲- محمد سلطان حسن بن احمد بریلوی۔ احقاق الحق
- ۱۳- سید احمد بریلوی۔ تکملہ فہرست المخطوطات العربیہ
- ۱۴- عبد اللہ بریلوی۔ فہرست المخطوطات العربیہ
- ۱۵- قطب علی تنہا۔ سکندر نامہ حصہ اول (۱۷۸۰ء)
- ۱۶- قدرت اللہ شوق۔ تاریخ عالم جہاں نما (۱۷۸۵ء)
- ۱۷- قدرت اللہ شوق۔ طبقات الشعراء ۱۷۹۶ء (تذکرہ شعرائے اردو)
- ۱۸- قدرت اللہ شوق۔ تکملۃ الشعراء ۱۷۰۲ء
- ۱۹- نواب محمد مستجاب خاں۔ گلستانِ رحمت (حالات حافظ رحمت خاں)
- ۲۰- نواب سعادت یار خاں۔ گل رحمت ۱۸۳۳ء
- ۲۱- نواب اللہ یار خاں۔ ہندوستانی پشتو لغت
- ۲۲- محمد نذیر الدین حسن شائق۔ عطر بہار ۱۸۰۷ء
- ۲۳- نواب مؤدت خاں۔ اسعد الاخبار بزرگ سید الابرار ۱۸۲۳ء
- ۲۴- مولانا رحم علی بریلوی۔ تذکرہ الشعراء
- ۲۵- حکیم غلام امام۔ مصباح المجربات ۱۸۳۳ء
- ۲۶- کندن لعل اشکی۔ نزہت الناظرین
- ۲۷- نواب محمد حسن خاں۔ تاریخ روہیل کھنڈ ۱۸۳۲ء
- ۲۸- نواب غلام مصطفیٰ مست۔ پیام حق
- ۲۹- منو لعل فلسفی۔ ساکن فلسفی ۱۸۳۳ء
- ۳۰- مفتی عنایت احمد بریلوی مرتبہ۔ رسالہ علم الفرائض اور ملحقات الحساب (اولین نثری کتب)
- ۳۱- سید الطاف علی بریلوی۔ حیات حافظ رحمت خاں
- ۳۲- ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ چند شعراء بریلی

زمین متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

۳۳۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ تذکرہ نعت گویان بریلی

یہ فہرست یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ آج بھی بلند پایہ کتب و رسائل منظر عام پر آرہے ہیں۔

نثر نگاران بریلی کی اس مختصر فہرست سے اس بات کا نجومی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بریلی کی زمین علم و ادب کے شائقین سے بھری پڑی ہے۔ بریلی جہاں دینی علوم کا مرکز ہے وہیں یہ شہر دیگر علوم و فنون کا گہوارہ بھی ہے۔

۲

احوال، سوانحی کوائف

- (۱) نسب اور خاندان
- (۲) ولادت، تعلیم و تربیت، نکاح و اولاد و احفاد
- (۳) اساتذہ
- (۴) مشائخ
- (۵) تلامذہ
- (۶) معمولات و اشغال و اوراد
- (۷) خلفاء و اہم مریدین
- (۸) معاصرین
- (۹) وفات

نسب نامہ احمد رضا خاں بریلوی

شجاعت جنگ بہادر

سعد اللہ خاں

↓

سعادت یار خاں وزیر مالیات

↓

مکرم خاں

معظم خاں

محمد اعظم خاں

↓

حافظ محمد کاظم علی خاں

↓

حکیم نقی علی خاں

امام العلماء کاظم علی خاں

↓

مولوی نقی علی خاں

↓

مولانا محمد رضا خاں

مولانا حسن رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

↓

مولانا مصطفیٰ رضا خاں

مولانا حامد رضا خاں

نام و نسب اور خاندان

احمد رضا بریلوی ۱۸۵۶ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ”محمد“ رکھا گیا اور آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں نے ”احمد رضا“ تجویز کیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہوئے۔ مولانا بریلوی کا تاریخ نام ”المختار“ (۱۲۷۲/۱۸۵۶) ہے۔ بعد میں احمد رضا بریلوی نے اپنے نام کے ساتھ ”عبدالمصطفیٰ“ کا اضافہ کیا۔ علامہ بریلوی اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

”خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبید مصطفیٰ

ترے لیے امان ہے، ترے لیے امان ہے“

”البریویہ“ کے مصنف احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

”ان کا نام محمد رکھا گیا، والدہ نے امن میاں والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا خاں، لیکن وہ ان میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام عبید المصطفیٰ رکھا اور اسے بالا التزام استعمال کرتے تھے۔“ (ترجمہ) ۲

احسان الہی ظہیر کی یہ بات ”وہ کسی نام پر راضی نہ ہوئے“ مجھے کسی طرح بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اظہر من الشمس ہے کہ مولانا بریلوی جب بھی دستخط کرتے اپنا نام ”احمد رضا“ ہی لکھتے۔ یہاں تک کہ اپنا تخلص بھی ”رضا“ رکھا۔ مثلاً

”اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لیے نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو“

”اے رضا جان عنادل ترے نعموں کے نثار بلسل باغ مدینہ ترا کہنا کیا؟“

امام احمد رضا نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ مولانا بریلوی کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں

(۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا رضا علی خاں (۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) اپنے عہد کے جلیل القدر علماء و عرفاء میں شمار کیے

جاتے تھے۔ ۳ احمد رضا بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) میں ان دونوں حضرات کا ذکر اس طرح کیا ہے ”احمد ہندی رضا بن نقی ابن رضا“ ۴ آپ کے خاندانی پس منظر پر مختصر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

احمد رضا بریلوی کے آباؤ اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ شاہان مغلیہ کے دور میں لاہور آئے اور مختلف

معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ سعید اللہ خاں ”شجاعت جنگ“ کے خطاب سے نوازے گئے تھے، مغلوں کے دور حکومت میں

سلطان محمد نادر شاہ کے ہمراہ لاہور سے دہلی آئے اور یہاں ان کی ذکاوت، فطانت، سیاسی شعور و بصیرت کی وجہ سے ان کو

”شش بزاری“ کے بلند منصب پر فائز کیا گیا۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔ مولانا بریلوی کے جد امجد سعید اللہ خاں کو

سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے موضوعات زیریں ریاست راپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے۔ جوان کی نسل

میں آج بھی موجود ہے۔ ۵

۱ حدائق بخشش۔ حصہ اول۔ احمد رضا بریلوی۔ صفحہ ۶۴

۲ البریویہ۔ احسان الہی ظہیر۔ ص ۱۳

۳ تذکرہ علمائے ہند۔ رحمن علی۔ مطبوعہ کراچی۔ ۱۳۸۱ھ ص ۹۸، ۱۹۳، ۵۳۱

۴ حدائق بخشش۔ احمد رضا خاں۔ مطبوعہ ۱۳۲۵ھ کراچی۔ ص ۵۸

۵ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۷۴۔ ۲۰۰۳

سعادت یار خاں

سعادت یار خاں محمد سعید اللہ خاں کے بیٹے تھے جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر مالیات کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کی دیانت داری کو دیکھتے ہوئے سلطان نے ضلع بدایوں کے کئی مواضع جاگیر میں دیے جو آپ کے بعد بھی آپ کے ورثاء کے قبضہ میں تھا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد انگریزوں نے اس جاگیر کو ضبط کر لیا اور ریاست رامپور میں ضم کر دیا۔^۲

شہنشاہ وقت نے سعادت یار خاں کو ان کی شجاعت اور فن سپہ گری میں بلند مقام کو دیکھتے ہوئے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیج دیا جہاں ان کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کو دیکھتے ہوئے سلطنت نے آپ کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کا فرمان جاری کیا لیکن افسوس کہ اس وقت آپ بستر مرگ پر پڑے ہوئے زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے۔ سعادت یار خاں نے اپنے دور وزارت میں دہلی میں دو نشانیاں چھوڑیں۔ ایک بازار سعادت گنج دوسرا سعادت نہر۔ لیکن اب یہ دونوں نشانیاں حوادث روزگار کے دست ستم کی شکار ہو گئیں۔^۳ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے بیٹے اعظم خاں، معظم خاں اور مکرم خاں۔

محمد اعظم خاں

محمد اعظم خاں سلطان محمد شاہ کے وزیر مالیات سعادت یار خاں کے فرزند تھے۔ آپ بھی دربار مغلیہ سے وابستہ تھے اور اہم عہدوں پر فائز تھے۔ لیکن اعظم خاں کی طبیعت سلطنت کے کاموں میں نہ لگی کیونکہ آپ رشد و ہدایت، عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کے بحر بیکراں میں غوطہ زن تھے۔ اس لیے آپ نے امور سلطنت سے بکدوشی اختیار کر کے عبادت و ریاضت کی راہ اپنا کر ساری عمر یاد الہی میں گزار دی۔ آپ کی ہی وہ ذات ہے جس نے قندھار کے اس خانوادہ میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی قندیل روشن کی۔ اعظم خاں نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں اور زوجہ ثانیہ سے چار صاحبزادیاں تھیں۔

اعظم خاں تارک الدنیا ہونے کے بعد دہلی کی سکونت ترک کر کے بریلی کے محلہ معماران میں قیام پذیر ہوئے۔ جس جگہ آپ نے قیام کیا وہ جگہ شہزادہ کے تکیہ کے نام سے مشہور ہوئی اور اسی تکیہ کے گوشہ میں آپ کا مدفن بھی ہے۔ ابراہیم خوشتر ”تذکرہ جمیل“ میں لکھتے ہیں:

”اعظم خاں نے منصب وزارت سے بکدوش ہو کر زہد ریاضت کی وادی میں قدم رکھا اور ملک کو چھوڑ کر مالک الملک کو

^۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۷۴۔ ۲۰۰۳

^۲ سیرت اعلیٰ حضرت۔ مرتبہ: حسنین رضا خاں۔ مطبوعہ، مکتبہ مشرق بریلی، ص ۴۱

^۳ مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی و ادبی کارنامے۔ ڈاکٹر محمد حسن، ص ۷۳

اپنانے کی ادھی اور سمندانی مثال ایک بار پھر پیش کی اور حکومت کی کرسی سے الگ ہو کر قبرستان کو اپنا مسکن بنایا۔^۱
آپ صاحب کرامت بزرگوں میں سے تھے۔ آپ ہی احمد رضا بریلوی کے مورث اعلیٰ ہیں۔

کاظم علی خاں

کاظم علی خاں محمد اعظم کے بیٹے تھے جو ضلع بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کی وجہ سے آپ سلطنت اودھ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اپنے منصب کی کما حقہ ادائیگی اور کارہائے نمایاں انجام دینے کی وجہ سے آپ کو سلطنت اودھ کی طرف سے ضلع بدایوں کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ دو سو سواروں کی بٹالین آپ کی خدمت میں ہمہ وقت رہتی تھی۔ سلطنت کی طرف سے آٹھ گاؤں آپ کو جاگیر میں ملے تھے۔ جس میں سے دو گاؤں کاظم علی نے اپنے متعلقین کو دے دیے تھے۔ بقیہ چھ گاؤں آپ کی جاگیر میں رہے۔ آپ کی جاگیریں درج ذیل گاؤں میں تھی:

۱۔ اسہیب ۲۔ نہوڑ ۳۔ نقی پور ۴۔ کرتولی ۵۔ مرزا پور ۶۔ نگلا

یہ گاؤں معافی دوامی تھے اور نسل در نسل آپ کے خاندان کے پاس رہے۔ قانون خاتمہ زمینداری ۱۹۵۲ء کے نفاذ کے بعد یہ جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔^۳

مولانا کاظم علی خاں ایک دیندار اہل سنت و جماعت کے فرد تھے۔ آپ حضرت مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی سے سلسلہ رزاقیہ میں بیعت تھے۔^۴ مولانا کاظم علی خاں کو اپنے پیر و مرشد سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ ایک ایسے عاشق رسول تھے جن کے رگ و ریشے میں عشق رسول پیوست تھا اور یہی عشق رسول آپ کی نسل میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں: "حضرت مولانا کاظم علی خاں ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو محفل میلاد مبارکہ بڑے التزام سے معتقد کرتے تھے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے"۔^۵ کاظم علی خاں نے تین شادیاں کی تھیں۔ زوجہ اولیٰ سے دو فرزند مولانا رضا علی خاں اور تقی علی خاں اور ایک بیٹی زینت بیگم عرف موتی بیگم تھیں۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں بدر النساء، صدر النساء، اور قمر النساء تھیں۔ زوجہ ثالثہ سلونی بیگم تھیں ان سے ایک بیٹا تولد ہوا جن کا نام جعفر علی خاں تھا۔ یہ لا ولد فوت ہو گئے تھے۔

۱ تذکرہ جمیل۔ ابراہیم خوشتر۔ ص ۹۴

۲ مقدمہ تفریق کلکٹری، ضلع بدایوں بہ اجلاس سرجارج لارنس منصفہ ۲۰ جولائی ۱۸۶۲ء

۳ سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۱۴

۴ مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی اعلیٰ حضرت کے پیر طریقت حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے استاد تھے۔

۵ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دوم۔ احمد رضا بریلوی۔ ص ۳۰۲

امام العلماء مولانا رضا علی خاں

مولانا رضا علی خاں بریلوی مولانا محمد کاظم علی خاں کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کا شمار اس وقت کے جید علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ایک ایسے ولی کامل تھے جن سے بہت سی کرامتیں صادر ہوئیں۔

رضا علی خاں کی ولادت بریلی میں ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور بعمر باسٹھ سال ۶ جمادی الاول ۱۲۸۶ھ کو وصال ہوا۔ آپ کی قبر بریلی بہاری پور سول لائن کے قبرستان میں ہے۔ مولانا کے مختصر حالات زندگی مولوی رحمان علیؒ تذکرہ علمائے ہند میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں ابن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلی (روہیل کھنڈ) کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑھئیچ سے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمن مرحوم و مغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ سال کی عمر میں ۱۲۷۵ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ من الاماثل والاقران اور مشہور اطراف و زمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پر تاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں۔ خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد و قناعت، علم و تواضع، تجرید و تفسیر آپ کی خصوصیات سے تھے۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بڑھئیچ ایک گروہ افغان کا ہے ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔^۲

امام العلماء کو اجازت و خلافت اور سند حدیث مولانا خلیل الرحمن اور ان کو فاضل محمد سندیلوی سے اور ان کو ملک العلماء بحر العلوم ابوالعیاش محمد عبدالعلی لکھنوی سے تھی۔ آپ کے اوصاف کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سنت نبوی آپ کے رگ۔ رگ میں خون بن کر دوڑ رہی ہو۔ آپ سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، لوگوں کو معاف کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے۔ آپ پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کیا لیکن مولانا رضا بریلوی نے اس کو معاف کر دیا یہاں تک کہ ایک کینز نے آپ کے آٹھ سالہ لڑکے محمد عبداللہ خاں کو جان سے مار دیا لیکن آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ زہد و تقویٰ اور قناعت آپ کی زندگی کا اہم حصہ تھی۔ انہوں نے کبھی شرک و بدعت کو برداشت نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اس کے خلاف برہنہ تلوار لیے مقابلہ کو نکل پڑتے۔ بدعت سے متعلق ایک واقعہ آصف الدولہ کے عہد میں پیش آیا۔ بریلی کے جامع مسجد میں مشرق کے جانب ایک سہ دری تھی جس میں کچھ لوگوں نے تعزیہ اور علم رکھنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن سلطنت آصف الدولہ کے خاتمہ کے بعد کلیم مسرز اجان بیگ جامع مسجد کے متولی ہوئے تو اس سہ دری کو منقل کر دیا جہاں تعزیہ اور علم رکھے جاتے تھے۔ پھر حکیم مسرز حسین جان بیگ کے انتقال کے بعد

۱ تذکرہ علماء ہند، رحمن علی۔ مطبع۔ نول کشور لکھنؤ، ص ۱۷۰

۲ تذکرہ علمائے ہند، رحمن علی خاں۔ مطبوعہ، نول کشور لکھنؤ نومبر ۱۹۱۳ء

مرزا مولوی مطیع بیگ جامع مسجد کے متولی ہوئے انہوں نے مولانا رضاعلی خاں کی رائے پر سداری سے تغزیے اور علم ہٹوا کر اس سداری کا نام نبی خانہ رکھ دیا۔ جسکی وجہ سے بہت سے لوگ ناراض ہو گئے اور فتنہ برپا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ متولی مطیع بیگ کو سب نے بد عقیدہ کہنا شروع کر دیا یہی نہیں بلکہ دوبارہ سداری میں علم اور تغزیے رکھنے کی کوشش کی جانے لگی۔ اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے رضاعلی خاں نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ متولی نے تغزیے اور علم ہٹوا کر بالکل صحیح کیا اور وہ بد عقیدہ نہیں بلکہ صحیح العقیدہ ہیں۔ اور امام العلماء اس سداری میں ہر جمعرات کے دن محفل میلاد منعقد کرتے۔ اس طرح آپ نے بدعت کے خلاف آواز اٹھائی۔

امام العلماء رضاعلی خاں نے جمعہ اور عیدین کے لیے عربی زبان میں خطبات تصنیف کیے جو ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں آج بھی جمعہ اور عیدین کے دن پڑھے جاتے ہیں۔ ان خطبات کو امام العلماء کے شاگرد محمد حسن علی نے ترتیب دے کر خطبات علمی کے نام سے شائع کیا۔ خطبات میں اردو کے منظوم خطبات محمد حسن علی کے ہیں۔ خطبات علمی کے اختتام پر محمد حسن علی اپنے استاد و مرشد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس موقف عاصی محمد حسن علی کو امیدواری جناب یادی عبز اسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عظیم اور طفیل رسول کریم مقلب بہ رنگ عالی خلق عظیم کے ہم سب مومنین کو یعفو جرائم و عصیاں اور فیضان توفیق اور احسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد و مولا عالم علم زمانی مقبول بارگاہ سبحانی، اسرار معقول و منقول، کاشف استار فروع و اصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق مصدر احسان و مطہر امتنان، مولانا و مجدد و منالووی زماں مولوی رضاعلی خاں کو بیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر فی مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یارب العالمین“۔^۱

مولانا رضاعلی خاں کی ہی وہ شخصیت ہے جو حکومت اور منصب کی رنگین اور عیش و آرام کی دنیا کو چھوڑ کر رضائے الہی کے لیے زہد و قناعت اور فقر و درویشی کی راہ پر گامزن ہوئی۔ اور انہیں سے احمد رضا خاں بریلوی کے خاندان میں حکومت اور منصب کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

مولانا رضاعلی خاں ایک ایسے مجاہد جنگ آزادی بھی تھے جو نہ صرف خود جنگ آزادی کے متوالے سپاہی تھے بلکہ اپنی پراثر تحریر و تقریر سے بھی لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو جنگ آزادی کے دہکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑنے کے لیے لگا رہا۔ اس وقت انگریزوں کی ناپاک حکومت کو ختم کرنے کے لیے ایک جہاد کبھی بنائی گئی تھی جس میں امام العلماء رضاعلی خاں سرفہرست تھے۔ اس جہاد کبھی کا مسلمانوں میں اس قدر اثر ہوا کہ وہ ہندوستان کو آزاد کرانے اور انگریزی حکومت کی بیخ کنی کے لیے شہادت کا جام پینے کو تیار ہو گئے۔ اس طرح آپ نے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فوج تیار کر دی جس سے انگریزوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ ”ترجمان اہل سنت“ کراچی کے جنگ آزادی نمبر (ماہ جولائی ۱۹۷۵ء) میں لکھا ہے:

^۱ ترقیمہ خطبات علمی، مؤلفہ۔ محمد حسن علی / حیات اعلیٰ حضرت ظفر الدین بہاری۔ ص ۸۸-۸۷

”آپ (مولانا رضا علی) جنگِ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ عمر بھر فرنگی اقتدار کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ آپ بہترین جنگجو اور بے باک سپاہی تھے۔ لارڈ ہسٹنگ آپ کے نام سے کانپتا تھا۔ جنرل ہڈن جیسے برطانوی جرنل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپیہ مقرر کیا تھا۔ مگر اپنے مقصد میں عمر بھر ناکام رہا۔ جب آپ نے برطانوی حکام کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تو انگریزوں نے آپ کے احاطہ میں نقب زنی کر کے پچیس گھوڑے چوری کر لیے کیونکہ آپ نے اپنے تمام گھوڑے مجاہدین آزادی کو انگریزوں کی پناہ گاہ پر شب خون مارنے کے لیے مفت دیے تھے۔“

اس طرح دیکھا جائے تو امام العلماء رضا علی خاں نے بہت ہی جرأت اور بے باکی سے انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیے نہ تو اپنی جان کی پرواہ کی اور نہ مال و دولت سے محبت رکھی۔ آپ کی آبائی جائداد کو انگریزوں نے جہاد کرنے کے جرم میں ضبط کر لی تھی اور یہ ضبط شدہ جائیداد انگریزوں نے نواب رامپور کو ان کی مدد کرنے کی وجہ سے بطور انعام دے دیا۔ مولانا رضا علی خاں کی یہ جائیداد موضع تحصیل ملک ضلع رامپور کے نزدیک تھی۔ اس میں ایک بہت بڑا دھنیل بھی تھا۔ مولانا کی جائیداد ضبط ضرور کر لی گئی لیکن مولانا کو قتل کر دینے کا ہڈن کا خواب پورا نہ ہوسکا۔ جب بھی انگریز سپاہی آپ کو تلاش کرتے کرتے مسجد کے پاس پہنچتے تو آپ مسجد میں ذکر الہی میں مشغول رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کا کرشمہ دیکھئے کہ وہ کس طرح اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے، انگریز سپاہی مولانا کو تلاش کرتے ہوئے مسجد میں پہنچتے تو وہ مولانا کو دیکھ نہ پاتے ان کو اللہ رب العزت اندھا بنا کر لوٹا دیتا۔

اس طرح دیکھا جائے تو علما کی ایک بہت بڑی جماعت سر پر کفن باندھے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل پڑی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ان کو ہندوستان کی تاریخ سے مٹا دیا گیا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے جد امجد امام العلماء رضا علی خاں کی ولادت، ختم درس اور وصال کے متعلق مندرجہ ذیل تاریخیں کہی ہیں۔

”جدی کان عالماً	لم یر مثلہ النظر
بہجۃ جل من مضی	حجۃ کل من عنبر
بان یر مزہ الزُّبر	دان نرمِہ الزُّمر
قلت لطائف سر	طیف جمالہ اسحر
تعلم عام اذولید	سیدنا الرضا الأبر
قال رأیت انجماً	قلت نظرت قال دو
قلت فکیت تہتدی	قال اضاءنا القمر ۱۲۲۳

۱ ترجمان اہل سنت، کراچی۔ جنگِ آزادی نمبر۔ جولائی ۱۹۷۵ء

قال اخار الدرر ۱۲۴۷

قلت ختام درسه

قال محجل اغر ۱۲۸۲

قلت فعام نقله

مولانا نقی علی خاں

مولانا نقی علی خاں مولانا رضا علی خاں کے فرزند اور مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی کے والد ماجد تھے۔ آپ کی ولادت جمادی الآخر ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو بریلی کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے درج ذیل تواریخ ولادت لکھی ہے۔

۱۔ جاء ولی نقی الشیاب علی الشان ۱۲۴۶ھ

۲۔ رضی الا حوال بھی المکان

۳۔ هو جل محقی الا فاضل

۴۔ شهاب المدققین الا مائل

۵۔ قمر فی برج السرف

۶۔ برئی من الخسوف الکلف

۷۔ افضل سباق العلماء

۸۔ اقدتد حذاق الکرماء

مجاہد جنگ آزادی

مولانا نقی علی خاں ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جن کو اپنے ملک عزیز سے نہایت محبت تھی یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان پر انگریزوں کے اقتدار کو ذرا بھی برداشت نہیں کر پارہے تھے۔ انگریزی اقتدار کو ہندوستان کی سرزمین سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے انہوں نے قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ اس وقت علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کھٹی بنائی تھی اور اس کمیٹی میں مولانا رضا علی خاں کے ساتھ ساتھ مولانا نقی علی خاں بھی تھے۔ مولانا نقی علی خاں انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیے مجاہدین کو گھوڑے پہنچاتے تھے۔ علماء کے اس جہاد کا اثر بریلی میں اس قدر ہوا کہ انگریز مسلمان سے شکست کھا کر بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے چندہ شاہ حسینی "شمس التواریخ" میں لکھتے ہیں:

"مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے خلاف لسانی و قلمی جہاد میں مشہور ہو چکے تھے۔ انگریز مولانا کی علمی و جاہت و دبدبہ سے بہت گھبراتا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔"

۱ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ۱۲۳۰ھ ۱۹۹۹ء ص ۱۵

مولانا نقی علی خاں کا ہند کے علماء میں بہت اونچا مقام تھا۔ انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں۔^۱ مولانا نقی علی خاں کو جملہ علوم و فنون کی تعلیم اپنے والد رضا علی خاں سے حاصل ہوئی اور والد کے ہی زیر تربیت آپ پروان چڑھے جس کی وجہ سے آپ میں زبردست تقویٰ اور پرہیزگاری کے اوصاف موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمیق علم اور فہم و ذکاوت جیسے اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ شجاعت، سخاوت، علو ہمت، مروت، ہمدردی، صدقات و خیرات وغیرہ اوصاف آپ کو درجہ میں ملے تھے۔ عشق رسول اور سنت رسول کے آپ پیکر صادق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے گستاخان رسول کے تعاقب میں گریز نہیں کیا۔ انہوں نے مناظرہ دینی کا عام اعلان کیا جو ۲۶ شعبان ۱۲۹۳/۱۸۷۶ء کو ”اصلاح ذات بین“ کے تاریخی نام سے شائع ہوا۔ مولانا نقی علی خاں علم کے سمندر کے وہ گوہر نایاب تھے جن کے تھمر علمی کے بھی قائل تھے اور سبھی آپ کے آرا و اقوال کی قدر کرتے تھے۔ صاحب نزہۃ الخواطر عبدالحئی رائے بریلوی لکھتے ہیں:

”الشیخ الفقیہ نقی علی ابن رضاعلی، بن کاظم علی، بن اعظم شاہ بن سعادت یار خاں الافغانی السبریلوی احد الفقہاء الحنفیہ اسناد الحدیث عن شیخ احمد بن زین دحلان الشافعی“^۲

آپ کے جملہ اوصاف کے بارے میں مولانا ہدایت علی ہدایت بریلوی فرماتے ہیں:

”مجمع مکارم اخلاق، منبع جود و اشفاق، قبول بارگاہ رب العالمین، مداح سید المرسلین، ہادی امت رسول خدا، نجر امواج علم صدق و صفا، افضل علمائے زمان، مولوی نقی علی خاں، ابن مولوی محمد رضا علی خاں بریلوی ہیں ان کی تعریف میں زبانِ قلم لال ہے۔ انسان سے ان کی خوبیوں کا بیان محال ہے۔“^۳

نبیرہ حافظ نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی اپنا خیال تقریظ کی شکل میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولانا رضا علی خاں کے نخل کمال سے ایک گل تازہ کھلا، چمن علم فصاحت و بلاغت بھی پھلا پھولا یعنی انہوں نے نسخہ آب و تاب موسم بہار لباب معروف بہ ”سرور القلوب فی ذکر المحبوب“ تالیف کیا ہے۔ یہ رنگ برنگ مضامین رنگین سے میدان بیان کو خجالت دہ باغِ رضوان بنا دیا ہے۔ گہائے وعظ و پند کی شگفتگی سے عین الیقین ہوتا ہے کہ یہ کتاب گلستان بلکہ رنگین عبارت کی روش کھلتا ہے کہ واقعی عین گلستاں ہے اور شگفتگی میں سر اسر ہم پلہ بوتتاں ہے“^۴

بیعت و خلافت اور حج و زیارت

۵ جمادی الآخر ۱۲۹۳ھ میں مولانا نقی علی خاں نے اپنے فرزند اکبر مولانا احمد رضا خاں اور مولانا عبدالقادر بدایونی کے ساتھ

۱ شمس التواریخ۔ مولفہ۔ چندہ شاہ حسینی۔ ص ۹۵ ناشر: امجدی بک ڈپونا گپور

۲ نزہۃ الخواطر۔ عبدالحئی رائے بریلوی۔ ص ۵۔ ۹

۳ تقریظ دوم بر سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ ص ۵

۴ تقریظ دوم بر سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ ص ۵

مارہرہ حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروی سے شرف بیعت حاصل کیا اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ اسی نشست میں مولانا احمد رضا خاں بھی شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے۔ احمد رضا فاضل بریلوی اس بیعت و خلافت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”پنجم جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست آقائے نعمت، دریائے رحمت سید الواصلین، سند اکامیلین، امام زمانہ، حضور پر نور سیدنا و مرشدنا مولانا ماوانا، ذخرنی لیومی وغدی، حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و افاض علینا من برکاتہ و نعماءہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پر نور مرشد برحق نے مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان کے برکات سے شرف یاب ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔“

شدیہ علالت کے باوجود ۲۶ شوال ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت حریمین شہید طیبین کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا احمد رضا خاں بھی ہمراہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں سید احمد زین بن دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء) سے مکرر سند اجازت حدیث لی۔^۲

مولانا نقی علی خاں کو مختلف علوم و فنون پر دسترس حاصل تھی۔ جیسے علم قرآن۔ علم تفسیر۔ حدیث۔ اصول حدیث۔ سلوک۔ تصوف۔ مربعات۔ نظم عربی۔ نثر فارسی۔ تلاوت مع تجوید۔ اصول فقہ۔ تاریخ لغت۔ ادب (مع جملہ فنون) تکیہ۔ فلسفہ۔ سیر۔ علم جفر۔ نظم فارسی۔ نثر اردو۔ علم معنی و بیان۔ جدل مہذب۔ اخلاق۔ اسماء الرجال۔ بدیع۔ منطق۔ ہنریات و حساب۔ علم فرائض۔ علم زائچہ، نظم اردو۔ خط نسخ۔ فقہ حنفی۔ مناظرہ۔ ہندسہ۔ علم العقائد و الکلام۔ علم نحو علم صرف۔ معنی و بیان۔ قرأت۔ علم توحید۔ نثر عربی۔ خط نستعلیق۔ فقہ جملہ مذاہب۔ ان علوم و فنون کے علاوہ آپ منطق و فلسفہ کے بھی ماہر تھے۔ ان جملہ علوم و فنون میں آپ کی بہت سی تصانیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ ہیں۔ مولانا احمد رضا بریلوی مولانا نقی علی خاں کی تصانیف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”تصانیف اس جناب کی کہ سب موند دین و موکد یقین ہیں۔ تیس کے قریب ہیں۔“^۳

مولانا نقی علی خاں کی درج ذیل ۲۵ تصانیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قابل ذکر ہیں۔

مطبوعہ تصانیف

۱۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد

^۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ محمد ظفر الدین بہاری، ص ۹۳

^۲ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ص ۱۶

^۳ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد

٢- الكلام الاوضح في تفسير سورة الم نشرح

٣- سرور القلوب في ذكر المحبوب

٤- جواهر البيان في اسرار الاركان

٥- هداية البريه الى الشريعة الاحمدية

٦- فضل العلم والعلماء

٧- احسن الوعا الاداب الدعاء

٨- ازاحة الاثام لمناهي عمل البولود والقيام

غير مطبوع تصانيف

١- وسيلة النجاة

٢- تزكية الايقان رد تقوية الايمان

٣- ازالة الاوهام

٤- الراوية الروية في الاخلاق النبوية

٥- الكوكب الزهر في فضائل العلم و آداب العلماء

٦- التمكن في تحقيق مسائل التزيين

٧- لمعة النبراس في آداب الاكل واللباس

٨- نهاية السعادة في تحقيق الهمة والارادة

٩- تشوق الاواة الى طرق محبة الله

١٠- خير المخاطبة في المحاسبة والمراقبة

١١- النقاوة النقية في الخصائص النبوية

١٢- عين المشاهدة لحن المجاهدة

١٣- ارشاد الاحباب الى آداب الاحستاب

١٤- اجمل الفكر في مباحث الذكر

١٥- هداية المشتاق الى يسر الانفس والافاق

١٦- اقوى الذريعة الى تحقيق الطريقة والشريعة

١٧- الكوكب الزهراء في فضائل العلم و آداب العلماء

مندرجہ بالا ۲۵ تصانیف کے علاوہ اور بھی غیر مطبوعہ تصانیف ہیں جو دستیاب نہ ہو سکیں۔ ”مولانا تقی علی علی خاں حیات اور علمی وادبی کارنامے“ کے مصنف ڈاکٹر محمد حسن نے ”اصلاح ذات بین“ کا اضافہ کر کے ۲۶ کتب کی فہرست درج کی ہے۔

وصال۔ ۵۱ سال کی عمر میں ۳۰ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ شب جمعہ میں والد ماجد کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ احمد رضا بریلوی اپنے والد ماجد کے سفر آخرت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سلخ ذیقعدہ پنج شنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ کو اکیاون برس پانچ ماہ کی عمر میں بعارضۃ اسہال دموی شہادت پا کر شب جمعہ

اپنے والد ماجد قدس سرہ اب عزیز کے کنار میں جگہ پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند

کئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھ کو اعضائے وضو پر پھیرا گیا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ

استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بیہوشی میں نماز بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی

فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چمکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ

میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔“

احمد رضا بریلوی نے اپنے والد ماجد کی درج ذیل تاریخ وفات بھی لکھی ہے۔

۱۔ کانہ نہایت جمع العظباء۔ ۱۲۹۷

۲۔ خاتم اجلة الفقہاء۔ ۱۲۹۷

۳۔ امین اللہ فی الارض ابداء۔ ۱۲۹۷

۴۔ ان فقد فتلك حکمة بہا یہتدی۔ ۱۲۹۷

۵۔ ان موتة العالم موتة العالم۔ ۱۲۹۷

۶۔ وفاة عالم الاسلام ثلثة فی جمع الانام۔ ۱۲۹۷

۷۔ خلل فی باب العباد لا یسند الی بوجد البقیام۔ ۱۲۹۷

۸۔ یا غفور۔ ۱۲۹۷

۹۔ کتبلی له ثوابک یوم النشور۔ ۱۲۹۷

۱۰۔ امنجة جنة اعدت للمتقین۔ ۱۲۹۷

۱۱۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ اہلہ اجمعین۔ ۱۲۹۷

احمد رضا خاں بریلوی کی تعلیم و تربیت:

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ ایک ایسا گھرانہ جو علم و ادب کا تناور درخت تھا جس سے مختلف علوم و فنون کی شاخیں نکلتی تھیں، ایک ایسا گھرانہ جہاں احکام شریعت پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ لہذا ایسے ماحول میں جس بچے کی پرورش ہو وہ بچہ یقیناً دوسرے بچوں سے الگ نظر آئے گا۔ اس گھرانے کی تعلیم و تربیت کا ہی اثر تھا کہ آپ نے صرف چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کر لیا تھا اور چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا اور پھر امام العلماء رضاعلی خاں بریلوی کے باغ کا یہ ننھا پودا اپنی فطری فطانت اور ذکاوت کی بنا پر تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی (۱۲۸۶ھ) کی کم عمری میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر چکا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ بریلوی خود تحریر فرماتے ہیں:

”و ذالك المنتصف شعبان ۱۲۸۶ الف و مائتین و ست و ثمانین و انا اذا ذاك
ابن ثلاث۔ عشر عام و عشرة اشهر و خمسة ايام في هذا التاريخ و فرضت على
الصلوة و توجهت الى الاحكام“

آپ کی ذیانت اور فطانت کی بات یہیں پر نہیں ختم ہوتی بلکہ اس چھوٹی سی عمر میں آپ نے فتویٰ نویسی کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ کو فاتحہ فراغ ہوئی اور اسی دن رضاعت کے ایک مسئلہ کا جواب لکھ کر والد ماجد کو دکھایا جو بالکل صحیح تھا۔

احمد رضا بریلوی کا قوتِ حافظہ بہت تیز تھا۔ علامہ بریلوی خود اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتب پڑھتا تھا۔ جب سبق پڑھا دیا کرتے تھے تو ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ جب سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے احمد میاں یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن، مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی“۔^۱

مولانا بریلوی کا قوتِ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ انہوں نے ایک ماہ میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔^۲ محدث بریلوی نے ایک دن اور رات میں ”تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ“ کی دو جلدیں دیکھ کر مولانا وصی احمد محدث سورتی کو واپس کر دیں اور انہوں نے فرمایا کہ ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیں۔ احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتویٰ لکھ دوں گا اور مضمون

^۱ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ ص ۲۳-۲۴

^۲ مولانا نسیم بستوی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی۔ مطبوعہ۔ مکتبہ بنو ہاشم لاہور ص ۲-۱۰۱

توان شاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔“

”البریویہ“ کے مصنف احسان الہی ظہیر محدث بریلوی کی قوتِ حافظہ پر ضرب لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ”وہ غائب دماغ تھے، یادداشت کمزور اور نسیان غالب تھا۔ ایک دفع عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ
 لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، کچھ دیر بعد ہاتھ چہرے پر پھیرا تو عینک مل گئی۔“^۲
 احسان الہی ظہیر کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو تو اس کی توجہ اس پاس کی کئی چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔
 امام مسلم (صاحب صحیح مسلم) ایک حدیث کے تلاش کرنے میں اس قدر منہمک ہوئے کہ پاس رکھی ہوئی کھجوروں کی بڑی مقدار
 تناول فرما گئے اور یہی حادثہ ان کے وصال کا سبب بن گیا۔ عینک کی طرف توجہ نہ ہونے کو غلبہ نسیان کی دلیل بنانا اور تحقیق مسائل
 کے دوران صرف سالن کھالینے اور روٹی کی طرف نظر نہ جانے سے آنکھ کے بے نور ہونے پر استدلال، کسی طرح معقول نہیں
 ہے۔“^۳

احمد رضا فاضل بریلوی کی بسم اللہ خوانی کے وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو علامہ بریلوی کی ذہانت کی زبردست دلیل
 ہے۔ استاد نے جب آپ کو ابتدائی قاعدہ شروع کروایا، تو الف، باء، تاء، پڑھاتے ہوئے جب لام الف (لا) پر پہنچے تو احمد رضا
 خاموش ہو گئے، استاد نے جب کہا پڑھو لام الف، تو انہوں نے کہا کہ یہ دونوں پہلے ہی پڑھ لیے۔ دوبارہ کیوں؟ آپ کے جد امجد
 حضرت مولانا رضا علی خاں پاس ہی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا، سب سے پہلے جو الف پڑھا گیا ہے، وہ دراصل ہمزہ ہے۔
 الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتداء مشکل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی ابتداء میں لام ملا کر پڑھا جاتا ہے تاکہ
 الف، حالت سکون میں پڑھا جاسکے اس پر ذہین صاحبزادے نے عرض کیا کہ پھر لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ باء، تاء وغیرہ کوئی
 اور حرف ملا کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ جد امجد نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، بچہ کو دعائیں دیں اور فرمایا:

”لام اور الف میں صورت خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے لایلا اور سیرۃ اس
 وجہ سے کہ لام کا قلب الف اور الف کا قلب لام یعنی یہ اس کے بیچ میں اور وہ اس کے بیچ میں۔“^۴

احسان الہی ظہیر نے اپنی کتاب ”البریویہ“ میں اس باریک نکتہ پر بھی نگلی اٹھائی اور اظہارِ تعجب کرتے ہوئے پوچھتے ہیں:
 ”ان عجیبوں سے کوئی پوچھے کہ الف اور لام میں صورت اور سیرۃ کون سا اتفاق ہے جسے تین چار سال کے

۱ اعلیٰ حضرت بریلوی۔ نسیم بستوی۔ مکتبہ نبویہ لاہور، ص ۸۲

۲ البریویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ عبدالحکیم شرف قادری۔ ص ۹۶

۳ ایضاً، ص ۹۷

۴ اعلیٰ حضرت بریلوی۔ نسیم بستوی۔ مکتبہ نبویہ، لاہور۔ ص ۲۶

”اعلیٰ حضرت کی خداداد ذہانت کا حال یہ تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھا۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ استاد سے پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب از خود پڑھتے اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔“^۱

مولانا رضا بریلوی نے مرزا غلام قادر بیگ سے میزان، منشعب کی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے درسیات کی تکمیل کی اور مولانا عبدالعلی ریاضی داں سے شرح چغمنی کے چند سبق پڑھے۔

اس طرح مولانا رضا بریلوی اپنی حیرت انگیز فطری ذکاوت کی وجہ سے بہت جلد فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ آپ کو ۵۵ علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی جس کا ذکر انہوں نے ”الاجازۃ الارضویہ لمبجل مکتہ البہیہ“ میں کیا ہے۔ ان تمام ۵۵ علوم و فنون کی تفصیلات مولانا احمد رضا بریلوی نے اس عربی سند و اجازت میں دی ہے جو حافظ کتب الحرم مولانا سید اسماعیل خلیل مکی کو عنایت فرمائی۔ ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو زبانی اجازت دی۔ ۶ صفر ۱۳۲۴ھ کو سند کا مسودہ تیار کیا ۸ صفر ۱۳۲۴ھ کو مبیضہ تیار ہوا اور اس سند کا تاریخی نام ”الاجازۃ الارضویہ لمبجل مکتہ البہیہ“ رکھا۔ اس سند میں مولانا بریلوی نے درج ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ علم قرآن	۲۔ علم حدیث	۳۔ اصول حدیث	۴۔ فقہ حنفی
۵۔ کتب فقہ جملہ مذاہب	۶۔ اصول فقہ	۷۔ جدل مذہب	۸۔ علم تفسیر
۹۔ علم العقائد	۱۰۔ علم نحو	۱۱۔ علم صرف	۱۲۔ علم معانی
۱۳۔ علم بیان	۱۴۔ علم بدیع	۱۵۔ علم منطق	۱۶۔ علم مناظرہ
۱۷۔ علم فلسفہ	۱۸۔ علم تکمیر	۱۹۔ علم ہیئت	۲۰۔ علم حساب
۲۱۔ علم ہندسہ			

مندرجہ بالا اکیس علوم کے بارے میں مولانا بریلوی لکھتے ہیں:

اکیس علوم و فنون ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔ ۳ پھر اس کے بعد دس علوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے اپنے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پت علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔“ پھر درج ذیل دس علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ قرأت	۲۔ تجوید	۳۔ تصوف	۴۔ سلوک
---------	----------	---------	---------

۱ سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ مرتبہ: مولانا بدرالدین احمد قادری، ص ۸۱

۲ الاجازت الارضویہ لمبجل مکتہ البہیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی

۳ ایضاً، ص ۳۰۱

حسین صاحب نواب رامپور نواب کلب علی خاں صاحب بہادر مغفور کے یہاں اعلیٰ عہدہ پر معذور تھے۔^۱
 آپ کی شادی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ”یہ شادی مسلمانوں کے لیے شرع پر عمل کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اپنا گھر تو اپنا
 گھر آپ نے لڑکی والوں کے یہاں بھی خبر بھجوا دی کہ کوئی بات شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ ان حضرات نے بھی غلط رسم
 و رواج سے اتنا اجتناب کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاس شرع کے قائل ہو گئے اور بڑی تعریف کی۔“^۲

اولاد و احفاد

احمد رضا محدث بریلوی کے دو صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں تھیں۔

صاحب زادے

۱۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی
 ۲۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

صاحب زادیاں

۱۔ مصطفائی بیگم
 ۲۔ کنیز حسن
 ۳۔ کنیز حسین
 ۴۔ کنیز حسین
 ۵۔ مرتضائی بیگم

مولانا حامد رضا خاں

مولانا احمد رضا بریلوی کے بڑے صاحب زادے مولانا حامد رضا بریلوی تھے۔ آپ کی پیدائش شہر بریلی میں ماہ ربیع الاول
 ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو عظیم المرتبت روحانی، علمی اور زہد و تقویٰ کا مظہر تھا۔ آپ کے والد ماجد
 نے آپ کا نام ”محمد“ رکھا جو تاریخی نام ہے اور عرفی نام حامد رضا رکھا۔ اور حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لفظ ”محمد“ کے
 بانوے ۹۲ عدد بنتے ہیں جو آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر لفظ حامد رضا کا علم اعداد سے تجزیہ کیا جائے تو
 عدد تیرہ سو باٹھ بنتے ہیں جو آپ کے وصال پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ میں ہی ہوا۔^۳
 درس و تدریس:

اپنے والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی سے درسیات کی تکمیل کی اور علوم معقول و منقول سے فیضیاب ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ

^۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ ص ۹۷-۹۸

^۲ مجدد اسلام۔ نسیم بستوی۔ مطبوعہ: نور بک ڈپو کانپور۔ ص ۳۳-۳۴

^۳ ماہنامہ سنی دنیا۔ بریلی۔ جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۲۱

میں جب آپ والد ماجد کے ساتھ ”زیارت حریم شریفین“ کے لیے گئے تو وہاں مکہ مکرمہ میں شیخ العلیٰ حضرت علامہ محمد سعید صاحب اور مدینہ منورہ میں حضرت علامہ سید احمد برزنجی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ حضرت علامہ خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ”فقہ حنفی“ کی سند عطا فرمائی۔

عربی زبان و ادب پر مولانا حامد رضا کو دسترس حاصل تھی۔ عربی نثر اور نظم میں آپ کا منفرد اسلوب تھا۔ مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی آپ کی عربی زبان پر دسترس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”مجھے اچھی طرح یاد ہے ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہل حریم و مقابر مطہرہ پر کیے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برکتی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف و اطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔“

اسی طرح ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگو ہوئی۔ بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان جیسا عربی بولنے والا کوئی نہ ملا۔“ آپ کو عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان پر یکساں عبور حاصل تھا۔ آپ انیس ۱۹ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے مولانا ایک طویل مدت تک دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث و تفسیر دیتے رہے ہیں۔ آپ شرح عقائد نسفی، شرح چغیمینی اور خاص طور سے بیضاوی کا درس دینے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے تبحر علمی کے بارے میں مولانا حسین رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے۔“

بیعت و خلافت: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسن نوری مارہروی سے شرف بیعت و اجازت حاصل کیا اور والد ماجد سے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ ۲۳ سال تک والد ماجد کے جانشین رہے۔ حجۃ الاسلام نے بیعت کا آغاز والد ماجد احمد رضا خاں بریلوی کے وصال سے چند روز قبل کیا۔ احمد رضا بریلوی بیعت کے لئے آنے والوں سے خود فرماتے:

”ان کی بیعت میری بیعت ہے ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا، میرا مرید ہوا، ان سے بیعت کرو۔“

آپ کے لاکھوں مریدین ہیں جو ہند و پاک اور بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جو آپ کی بزرگی و برتری کے شاہد ہیں۔ حجۃ الاسلام کی عظمت کے قائل خود فاضل بریلوی بھی تھے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس بات کا اشارہ بھی کیا ہے:

۱ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ص ۸۲

۲ تذکرہ جمیل۔ ص ۱۲۶

۳ تذکرہ جمیل۔ ص ۱۰۹

”انا من حامد و حامد رضامنی کے جلووں سے

بحمد اللہ رضا حامد اور حامد رضاتم ہو“^۱

”حامد منی و انا من حامد

حمد سے حمد کھاتے یہ ہیں“^۲

ایک مرتبہ کسی نے احمد رضا کو دعوت دی لیکن کسی وجہ سے آپ دعوت میں نہ جاسکے اور اپنے فرزند اکبر حامد رضا کو بھیج دیا۔

اور دعوت دینے والے سے کہا:

”حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں، احمد رضا ہی سمجھنا۔“^۳

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ کے چچا حسن رضا کو بھی بھتیجے کی عظمت کا اعتراف تھا۔ آپ ایک قصیدہ میں اظہار خیال کرتے ہیں:

”حامد رضا، عالم علم ہدیٰ

نوگل گل زار جناب رضا

حسن بہارش زخزاں دور باد

چول آب وجد ناصر و منصور بار“^۴

حج و زیارت: مولانا حامد رضا کو دو مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۲۳ھ میں گئے

اور دوسری مرتبہ ۱۳۲۴ھ میں حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

تاریخی کارنامے: آپ نے کچھ تاریخ ساز کارنامے بھی انجام دیے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سب سے

پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پر ضرب کاری لگانے والے آپ ہی تھے اور آپ نے زمانہ اپنے بے شمار دلائل و براہین

سے یہ ثابت کیا کہ یہ ایک فریبی کا جھوٹا دعویٰ ہے۔ مولانا نے اس کے رد میں ”الصائم الربانی علی اسراف القادیانی“ رسالہ

تصنیف کیا۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ”گناہ بے گناہی“ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”۔۔۔۔۔ بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے

قلم اٹھایا۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء میں کانپور سے مسئلہ یا موصولہ ایک استفتاء کے جواب میں قادیانیوں

^۱ معارف رضا ۱۹۹۱ء ص ۷۲

^۲ معارف رضا، ۱۹۹۱ء۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۲۹۵

^۳ خلفائے محدث بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ ص ۶۱

^۴ ایضاً، ص ۶۲

کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا "الصارم الربانی علی اسراف قادیانی" قادیانی تحریک کی طرح انہوں نے بہت سی تحریک کا مقابلہ کیا جیسے تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک مسجد شہید گنج اور تحریک شہی سنگھن وغیرہ۔

شاعری: آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ اور تاریخ گوئی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تاریخیں کہی ہیں۔ مسجد جنکشن بریلی جب تیار ہوئی تو ۵۵ عربی اشعار پر مشتمل فی البدیہہ تاریخ تعمیر کہی۔^۲ مولانا نے علامہ محمد عبدالکریم سندھی کی وفات پر بھی فارسی میں چھ اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وفات کہا۔^۳ اس طرح آپ نے بہت سی تاریخیں کہی ہیں جس کا ذکر "تذکرہ جمیل" میں کثرت سے ملتا ہے۔ آپ نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ میدانِ نعت گوئی کے بھی آپ شہسوار تھے۔

"مجھ کو دردِ پھراتی رہی آرزو

ٹوٹے پاؤں، تھک گئی جستجو

ڈھونڈتا میں پھرا، کوبہ کو، چارو

تھا رگِ جاں سے نزدیک تر، دل میں تو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو"

"گناہ گاروں کا روزِ محشر شفیعِ الا نام ہوگا

لہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

وہی ہے شافع، وہی شفیع ہے، اس شفاعت سے کام ہوگا

ہماری بگڑی بنے گی اس دن، وہی مدارِ الہام ہوگا

ہوئی جو مجرم کو باریابی تو خوف و عصیاں سے دھج یہ ہوگی

خمیدہ سر، آب دیدہ آنکھیں، لرزتا ہندی غلام ہوگا

اسی تمنائیں دم پڑا ہے، یہی سہارا ہے زندگی کا

بلا لو مجھ کو مدینہ سرور، نہیں تو جینا حرام ہوگا

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سچ دھج یہ ہوگی حامد

۱ گناہ بے گناہی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلسِ رضالاء ہور۔ ص ۷۷

۲ تذکرہ جمیل۔ ص ۱۷۰

۳ ایضاً، ص ۱۶۹

خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر میرے درود و سلام ہوگا“

مولانا حامد رضا کو عربی جیسی مشکل زبان پر بھی حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ مولانا اہل زبان کی طرح روانی کے ساتھ قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ اپنے والد احمد رضا بریلوی کی تصانیف الدولة المکیہ، الاجازة المتینہ، کفل الفقیہ الفاضل وغیرہ پر عربی زبان میں تمہیدیں بھی لکھی ہیں۔ مولانا کی عربی زبان دانی سے متعلق ایک اہم واقعہ ہے کہ آپ ایک دفعہ دارالعلوم معینہ اجمیر شریف طلباء کا امتحان لینے اور دارالعلوم کامعائنہ کرنے کے لیے گئے۔ جب وہاں سے دونوں کاموں سے فارغ ہو کر لوٹے لگے مولانا معین الدین اجمیری نے آپ سے دارالعلوم کے بارے میں تاثرات تحریر فرمانے کو کہا تو آپ نے قلم برداشتہ فصیح و بلیغ زبان میں کئی صفحات تحریر فرمادے۔ آپ کی اس تحریر کو دیکھ کر مولانا معین الدین اجمیری بہت حیرت زدہ ہوئے۔ حالانکہ مولانا اجمیری خود عربی زبان کے ماہر تھے باوجود اس کے مولانا حامد رضا کے تاثرات کا جب اردو ترجمہ کرنے بیٹھے تو بمشکل تمام ترجمہ کر سکے۔

عرب کے مشہور عالم شیخ دباغ اور سید مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی کا اعتراف کیا جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔

اردو زبان میں بھی آپ نے عربی کتاب ”الفیوضات المکیہ“ کا سلیس اور شگفتہ با محاورہ ترجمہ کیا ہے۔

حسن سیرت: مولانا حامد رضا کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل اور حسن سیرت کی دولت کے ساتھ۔ ساتھ حسن صورت کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ مفتی اعجاز ولی رضوی بریلوی مولانا کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ کے اخلاق و خصائل اور صورت و سیرت ایسی پاکیزہ تھی کہ کتنے غیر مسلم محض جمال جہاں آراء کو دیکھ کر مشرف اسلام ہو گئے۔“^۱

تصانیف

- | | |
|--|--|
| ۱۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی | ۲۔ مجموعہ فتاویٰ |
| ۳۔ نعتیہ دیوان | ۳۔ حاشیہ ملا جلال |
| ۵۔ سدالقرار | ۶۔ سلامت اللہ لاهل السنۃ من سیل العناد والفتنۃ |
| ۷۔ الاجازت المتینہ لعلماء مکہ والمدینۃ | ۸۔ ترجمہ الدولة المکیہ بالمادۃ الغیبیہ |
| ۹۔ ترجمہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین | ۱۰۔ ترجمہ کفل الفقیہ الفاضل فی احکام قرطاس الدارہم |
| ۱۱۔ ترجمہ الدولة المکیہ کے حاشیہ الفیوضات المکیہ | |

^۱ ہفت روزہ، رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۹ء

وصال: آفتاب علم و فضل حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے ۱ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو عشاء کی نماز کے دوران بحالت تشہد ۱۰:۴۵ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے پڑھائی۔^۲ آپ کا مزار بریلی میں محلہ سوداگران میں والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی کے پہلو میں ہے۔

اولاد: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں اور دوسرے صاحبزادے مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں تھے یہی آپ کے جانشین تھے۔ ان کے علاوہ آپ کی چار صاحبزادیاں بھی تھیں۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں، (مفتی اعظم ہند)

مولانا محمد شاہ مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔ والد ماجد نے آپ کا نام محمد رکھا اور حضرت مخدوم شاہ ابوالحسن احمد نوری جانشین شاہ آل رسول مارہروی نے ”ابوالبرکات محی الدین جیلانی“ نام تجویز فرمایا۔ آپ کا حقیقہ ”محمد“ کے نام سے ہوا اور مصطفیٰ رضا عرف قرار پایا۔^۳

احمد رضا فاضل بریلوی نے مفتی اعظم کی ولادت سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی تھی کہ:

”اے مالک بے نیاز! یارب کریم! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے“^۵

مفتی اعظم کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد احمد رضا خاں بریلی سے دور اپنے پیرومرشد سیدنا شاہ آل رسول کے وطن مارہرہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے خواب دیکھا کہ ان کے گھر ایک فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام ”آل رحمن“ رکھا۔

مولانا سید شاہ ابوالحسن نوری مارہروی نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا ”مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام ”آل رحمن“ رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا“۔^۶

۱ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ مولانا عبدالمجتبیٰ قادری۔ ص ۵۰۰

۲ خلفاء محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۷۰

۳ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری، ص ۳۲۲

۴ مفتی اعظم ہند۔ مؤلف، سید محمد ریاست علی رضوی بریلوی۔ مئی ۱۹۹۱ء ص ۲۶

۵ ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم ۳ نمبر) مئی ۱۹۸۳ء ص ۳۰۶

۶ ماہنامہ استقامت۔ کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر)۔ ماہ مئی ۱۹۸۳ء ص ۳۰۶

جب حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری حسب وعدہ چھ ماہ بعد بریلی تشریف لائے تو انہوں نے بچہ کو دیکھ کر علامہ بریلوی سے فرمایا:

”یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کریگا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ بہت بڑا ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کے دریا بہائے گا۔“

تعلیم و تربیت:

مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضوانے اپنے والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی کے زیر سایہ پرورش اور آپ کی ہی سرپرستی میں مصطفیٰ رضوانے تمام مروجہ علوم میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی رسم بسم اللہ مولانا احمد رضا بریلوی کے سامنے ہوئی۔ آپ نے جن اساتذہ سے فیض اور شرف تلمذ حاصل کیا وہ مشاہیر اساتذہ کرام یہ ہیں:

- ۱۔ علامہ شاہ رحم الہی منگوری
- ۲۔ حجت الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا بریلوی
- ۳۔ شیخ العلماء حضرت سید بشیر احمد علی گڑھی
- ۴۔ شمس العلماء علامہ ظہور الحسن فاروقی رامپوری

آپ نے والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی سے معقولات و منقولات کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں بعمر اٹھارہ سال علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوئے اور ۲۸ سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کی ۳ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی شاہ ابوالحسن نوری سے بیعت ہوئے اور والد سے ماجد اجازت و خلافت حاصل کی۔ مولانا سیدنا شاہ ابوالحسن نوری مارہروی نے تمام سلاسل کی خلافت آپ کو اس وقت عطا کی جب آپ صرف چھ ماہ کے تھے اور بشارت دی کہ یہ بچہ اپنے وقت کا پیر اور جلیل القدر پیر اور ولی کامل ہوگا۔^۲

مفتی اعظم ایک بلند پایہ عالم و فاضل تھے۔ آپ کے علم و فضل کو دیکھ کر بیرونی ممالک کے لوگ بھی شرف تلمذ حاصل کرتے رہے۔ علمائے مکہ سید علوی مکی، سید محمد بن امین مکی وغیرہ نے آپ سے اجازت حدیث لی۔ مصطفیٰ رضا بریلوی کو فتویٰ نویسی کے فن میں مہارت اپنے والد ماجد احمد رضا بریلوی سے حاصل ہوئی۔ آپ نے ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا۔ آپ کی فتویٰ نویسی کے سلسلے میں ایک اہم واقعہ ہے کہ

”ایک دن آپ دارالافتاء پہنچے، مولانا ظفر الدین صاحب فتویٰ لکھ رہے تھے، مراجع کے لیے اٹھ کر فتاویٰ رضویہ المساری

^۱ پندرہ روزہ ”رفاقت“ پٹنہ، ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۱۳

^۲ مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء۔ محمد شہاب الدین رضوی، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی۔ ص ۱۳۔

^۳ محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ۱۹۹۵ء ص ۳۴-۵۳

^۴ مفتی اعظم ہند مؤلف سید ریاست علی رضوی بریلوی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۹ء ص ۲۸۔

سے نکالنے لگے، حضرت نے فرمایا۔ نو عمری کا زمانہ تھا، میں نے کہا، کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا، وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔^۱

آپ کا یہ فتویٰ جب والد ماجد احمد رضا بریلوی کے پاس تصحیح کے لیے آیا تو آپ تحریر دیکھ کر پہچان گئے اور صحت جواب پر انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا، اس پر دستخط کرو۔ بیٹے سے دستخط کروانے کے بعد فوراً صحیح الجواب بعن اللہ العزیز الوہاب۔ لکھ کر خود دستخط فرمایا۔^۲ اور بیٹے کو بطور انعام پانچ روپیہ دیکر فرمایا ”تمہاری مہرا بنوادیتا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا رجسٹر بنا لو اس میں نقل بھی کیا کرو۔“^۳

اس طرح آپ کو ”ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمن محمد عرف مصطفیٰ رضا“ کے نام کی مہر مولانا حافظ یقین الدین کے بھائی سے بنوا کر عطا کی گئی جو دوسرے حج کے موقع پر جدہ میں گم ہو گئی۔^۴ اٹھارہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کا جو دور شروع ہوا وہ بلا معاوضہ ستر سال کے طویل عرصہ تک جاری رہا۔ ”مفتی اعظم کا ”فتویٰ مصطفویہ“ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کو فقہ میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ آپ کا فتویٰ مستفتی کو اس قدر مطمئن کر دیتا کہ مستفتی کو کہیں اور فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ آپ کا فتویٰ بغیر کسی رو رعایت کے شریعت مطہرہ کے مطابق ہوتا۔ تصویر کشی کو حرام سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے کبھی بھی تصویر نہیں کھینچوائی۔ اسی طرح مفتی صاحب نس بندی کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حکومت کے زبردست دباؤ کے باوجود بھی انہوں نے نس بندی کے حق میں فیصلہ نہیں دیا۔^۵ ۱۹۷۶ء کا واقعہ ہے جب ملک ایمر جیلسی کے دور سے گزر رہا تھا۔ مسلمانوں کے سامنے نس بندی کا طوفان اپنی بھیانک شکل میں کھڑا تھا۔ حکومت ہند نس بندی کے حق میں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام سے فتویٰ صادر کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہی تھی۔ کچھ علمائے کرام حکومت کے دباؤ، خوف اور دنیاوی منفعت کے لیے نس بندی کے حق میں فتویٰ دے رہے تھے لیکن مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا صاحب کو کوئی بھی دباؤ اور لالچ انہیں حق بات کہنے سے ہلانہ سکا اور انہوں نے یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ ”نس بندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔“^۵ اور اس فتویٰ کو حکومت کی سخت پابندیوں اور ذرائع ابلاغ پر حکومت کے زبردست کنٹرول کے باوجود ملک کے کونے کونے میں مشہر کرایا۔ اس طرح انہوں نے حکومت ہند کی پرواہ کیے بغیر حق گوئی اور پبلیکی کے ساتھ ایک تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔ اسی طرح آپ نے روایت ہلال کے ایک مسئلہ پر فتویٰ دے کر یہ ثابت کیا کہ آپ کے علم و فضل کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

۱ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ناشر ۱۳۹۱ھ، ص ۲۲۳

۲ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ناشر ۱۳۹۱ھ، ص ۲۲۳-۲۲۴

۳ حجاز جدید دہلی۔ ماہ ستمبر اکتوبر۔ مفتی اعظم نمبر ص ۷۷

۴ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ ص ۲۲۳

۵ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۹۱

جنرل ایوب خاں سابق صدر پاکستان کے دور حکومت میں ایک روایت ہلال کھٹی قائم کی گئی تھی۔ یہ کھٹی عیدین کا چاند ہوائی جہاز سے دیکھتی اور پھر اس ہلال کھٹی کی شہادت پر حکومت کی طرف سے روایت ہلال کا اعلان کر دیا جاتا۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر ۲۹ رمضان کو اس روایت ہلال کھٹی کے ارکان چاند دیکھنے کے لیے ہوائی جہاز سے فضا میں گئے۔ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان جاتے ہوئے ان افراد کو چاند نظر آ گیا اور واپس آ کر ان افراد نے چاند کی روایت کی خبر حکومت وقت کو دے دی اور پھر حکومت پاکستان نے اپنے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ روایت ہلال کا اعلان کر دیا۔ لیکن پاکستان کے علمائے کرام نے اس پر اعتماد نہیں کیا اور دنیا سے اسلام کے بیشتر ممالک سے روایت ہلال کے مسئلہ پر فتویٰ طلب کیا اور ایک استفتاء مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے پاس بھی بھیجا۔ تمام ممالک سے جو فتاویٰ آئے تقریباً سارے فتوے روایت ہلال کھٹی کی تائید میں تھے۔ وسیع النظر مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کا فتویٰ تمام ممالک سے آئے ہوئے فتوؤں سے مختلف تھا۔ مولانا کا فتویٰ نہ صرف روایت ہلال کھٹی اور حکومت پاکستان کو چونکا دینے والا تھا بلکہ تمام ممالک کے مفتیان عظام کو بھی اس نے متحیر کر دیا۔ آپ نے جو فتویٰ صادر کیا وہ اس طرح تھا:

”چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین سے ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو، وہاں سے دیکھنا چاہئے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے چونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لیے کہیں چاند ۲۹ اور کہیں چاند ۳۰ کو نظر آتا ہے۔ اور اگر جہاز میں چاند دیکھ کر روایت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جا کر ۲۸/۲ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۸/۲ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم صادر کیا جاسکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید ہے اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا۔“ فقیر مصطفیٰ رضا قادری۔^۱

حضرت مفتی اعظم ہند کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۸/۲ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلند پرواز کرنے پر چاند نظر آ گیا۔ تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کر کے روایت ہلال کھٹی توڑ دی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔ آپ نے اس طرح بہت سے تاریخ ساز کارنامے انجام دیے۔ جب شردھانند نے ۱۹۲۴ء میں فتنہ ارتداد برپا کیا تو آپ نے بہت ہی جسرات مندی اور ثابت قدمی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ اس طرح ۱۹۲۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں بھی تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ آپ کے ایسے ہی تاریخ ساز کارناموں کی وجہ سے عالم اسلام نے مفتی اعظم کا خطاب دیا اور لوگ آپ کی زندگی میں بھی آپ کو ”مفتی اعظم“ کہہ کر پکارتے تھے اور آج دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی مفتی اعظم کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔

^۱ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی، ص ۸۹-۹۰

مفتی اعظم کی سیرت بھی کچھ متاثر کر دینے والی نہ تھی۔ آپ غریب پرور تھے۔ آپ کو غریبوں سے بے انتہا پیار تھا اور امیروں سے اجتناب، غریبوں سے آپ کی محبت عملی طور پر نظر آتی تھی۔ ایک غریب کی عیادت کی خاطر آپ نے یو۔ پی کے گورنر اکبر علی خاں سے ملاقات موقوف کر دی تھی اور گورنر ملاقات کیے بغیر لوٹ گئے۔ انہیں خصائل کی وجہ سے غیر مسلم بھی آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے، آپ بے انتہا غم خوار، غریب پرور اور دردمند انسان تھے۔ آپ کی شخصیت سے متعلق ایک واقعہ ایک واقعہ حضرت مولانا مرغوب حسن قادری اعظمی جنرل سیکرٹری آل انڈیا اسلامک مشن بنارس، لکھتے ہیں:

”ایک مرتبہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر جامعہ حمیدیہ بنارس تشریف لائے۔ چونکہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا اس لیے وقت معینہ پر تشریف لانا ہوا۔ بعد جلسہ ارکان جامعہ نے سوچا کہ چونکہ حضرت دور سے تشریف لائے ہیں اور وہ بھی کار سے اس لیے خرچ زیادہ پڑا ہوگا۔۔۔۔۔ لہذا پانچ سو روپیہ کی رقم پیش کرنی چاہی ہزار کوشش کے باوجود بھی آپ نے قبول نہیں فرمایا لوگوں نے دیکھا کہ اس طرح حضرت کا نقصان ہوگا تو رقم کو مختلف لوگوں پر بانٹ دیا گیا تاکہ فرد فرد لوگ مصافحہ کرتے جائیں اور اس طرح شاید حضرت قبول فرمائیں۔ آپ سب کی نذر قبول کرتے رہے پھر آخر میں فرمایا۔ ”میں اس رقم کو جامعہ کے لیے وقف کر رہا ہوں اس کی تعمیر میں اس کو صرف کر دیا جائے۔ یہ ایثار دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔“

شاعری: مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں عالم دین، مفتی اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باکمال شاعر بھی تھے۔ شاعری آپ کو ورثہ میں ملی تھی جس کی آپ نے خوب پاسبانی کی۔ والد ماجد احمد رضا بریلوی، چچا حسن رضا بریلوی اور بڑے بھائی حامد رضا بریلوی باکمال شاعر تھے۔ مفتی اعظم شاعری میں اپنے پیر و مرشد حضرت سید ابوالحسن احمد نوری کی نسبت سے ”نوری“ تخلص کرتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام ”سامانِ بخشش“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ حمد، نعت، منقبت میں آپ کو خاص مقام حاصل ہے۔ آپ مبلغ دین ہونے کے ساتھ ساتھ عاشقِ رسول بھی تھے یہی وجہ ہے کہ جو نعتیں آپ نے نبی ﷺ کی شان میں کہی ہیں وہ عشقِ رسول میں سرشار نظر آتی ہیں۔ آپ نے نہایت عمدہ، شیریں اور سلیس زبان میں نعتیں کہی ہیں۔ مولانا نے تمام اصنافِ سخن میں نعتیں کہی ہیں۔ ایک نعتیہ رباعی میں اپنے عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”دنیا تو کہتی ہے سخنور ہوں میں سارے شعراء کا آج سرور ہوں میں

میں یہ کہتا ہوں یہ غلط ہے سو بار غلط سچ تو ہے یہی کہ سب سے احقر ہوں میں“

مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر اختر بستوی لکھتے ہیں:

”مفتی اعظم ایک باکمال شاعر بھی تھے۔ وہ بلاشبہ ان شعراء میں شامل تھے جن کے لیے قرآن کا ارشاد ہے۔

شاعری ایک سحر ہے جو مفتی اعظم ہند جیسے ہاتھوں میں پہنچ کر سحر حلال بن جاتی ہے۔“

نمونہ کلام:

”پیام لے کے جو آئی صبا مدینے سے
 ملے ہمارے بھی دل کو جلا مدینے سے
 وہ آیا خلد میں جو آ گیا مدینے میں
 نہ چین پائے گایہ غم زدہ کسی صورت
 ترے نصیب کا نوری ملے گا تجھ کو بھی
 مریض عشق کی لائی دوامدینے سے
 کہ مہر و ماہ نے پائی ضیاء مدینے سے
 گیا وہ خلد سے جو چل دیا مدینے سے
 مریض غم کو ملے گی شفا مدینے سے
 لے آئے حصہ یہ شاہ و گدا مدینے سے“

حج: مفتی مصطفیٰ رضا خاں نے تین حج کیے تھے آپ نے آخری حج ۱۹۷۱ء میں کیا۔ قابل ذکر ہے کہ یہ آخری حج آپ نے بغیر فوٹو کے پاسپورٹ حاصل کر کے ادا کیا تھا۔ کیونکہ آپ کوئی بھی کام شرع کے خلاف نہیں کرنا چاہتے تھے۔

وفات: مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے اکیانوے سال کی عمر میں ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء میں جمعرات کی شب ۱:۴۰ منٹ پر کلمہ پڑھتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے انتقال کی خبر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ پھر کیا تھا عاشقانِ نوری کا سیلاب کا شانہ نوری پر امنڈ پڑا۔ ہندوستان کی اہم شخصیتوں کے علاوہ دیگر ممالک کے نمائندے بھی موجود تھے۔ جیسے افریقہ، ماریشس، عرب امارات وغیرہ۔ پاکستان کی نمائندگی وہاں کے سفیر عبدالستار صاحب نے کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جلوس جنازہ میں دس لاکھ لوگ موجود تھے ۲ مفتی اعظم کے انتقال کے وقت سے سوئم تک تقریباً بیس اکیس لاکھ افراد بریلی تشریف لائے۔ ۳ آپ کی نماز جنازہ سجادہ نشین کچھوچھو شریف شاہ مختار احمد اشرفی جیلانی نے پڑھائی اور والد محترم احمد رضا بریلوی کے پہلو میں سپردِ خاک کیے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق مجلس فاتحہ میں تقریباً ایک لاکھ قرآن کریم کا ثواب ہدیہ کیا گیا۔ ۴

اولاد:

مفتی صاحب کی سات بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹے کا انتقال تقریباً دو برس کی عمر میں ہو گیا تھا۔

بیٹا: حضرت ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میناں

بیٹیاں: نگار فاطمہ، انوار فاطمہ، برکاتی بیگم، رابعہ بیگم، ہاجرہ بیگم، شاکرہ بیگم۔

۱ مفتی اعظم ہند۔ سید ریاست علی رضوی۔ مطبوعہ۔ نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۲۳

۲ خلفائے محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۹۱

۳ رہبر اعظم۔ ڈاکٹر شرافت اللہ۔ ص ۳۱، ۱۹۱۸

۴ ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور۔ ”اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر“ ۱۳۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

نواسے: مولانا ریحان رضا خاں، مولانا اختر رضا خاں ازہری، مولانا مثنان رضا خاں، تئویر رضا خاں (عرصہ دراز سے لاپتا)
خالد علی خاں، جناب سراج رضا خاں، جناب جاوید رضا خاں، ضیاء الرحمن خاں، عطاء الرحمن خاں، نجم الرحمن خاں

اساتذہ:

احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے جن اساتذہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء)

۲۔ شاہ ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۶ء)

۳۔ مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)

۴۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء)

مولانا احمد رضا بریلوی کا سلسلہ اسناد مندرجہ ذیل علماء سے ملتا ہے:

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۔ مولانا عبدالعلی لکھنوی ۳۔ شیخ عابد السنہ المدنی

مشائخ:

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی شخصیتیں ہیں جو احمد رضا بریلوی کی زندگی پر ایسے اثر انداز ہوئیں کہ آپ کی شخصیت مرجع خلائق بن گئی۔ ذیل کی شخصیات کا اثر آپ پر اتنا ہوا کہ آپ متقی و پرہیزگار عالم، شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے والے، عشق رسول کے سمندر میں غوطہ لگانے والے، زندگی کے ہر لمحہ کو سنت رسول کے مطابق گزارنے والے اور علم کے بحر بیکراں بیکر بن گئے۔ احمد رضا فاضل بریلوی دو مرتبہ سفر حج پر گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں۔ لیکن پہلے سفر حج کے دوران مکہ مکرمہ کے تین اکابر علمائے کرام سے مختلف علوم و فنون میں اسناد حاصل کیں۔ جن کا ذکر خود علامہ بریلوی نے اپنی کتاب ”الاجازات الممتینہ“ میں کیا ہے۔ علامہ سید احمد بن زینی دحلان (م ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ، علامہ سید حسین بن صالح جمل اللیل شیخ الخطباء و امام شافعیہ مسجد الحرام (۱۳۰۵ء / ۱۸۸۷ء) شیخ عبدالرحمن بن عبداللہ سراج (م ۱۳۱۲ھ) مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ کے یہ تین مشائخ ہیں جنہوں نے پہلے سفر حج کے دوران فاضل بریلوی کو مختلف علوم و فنون میں سندت اور اجازات دیں۔ ان مشائخ کے علاوہ شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) سے بھی سند حدیث و سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت حاصل تھی۔^۲

۱ فقیہ اسلام - ص ۱۳۷-۱۳۸

۲ تجلیات امام احمد رضا

شیخ احمد بن زینی دحلان مکی :

آپ کا شمار نابغہ روزگار علمائے مکہ میں ہوتا ہے۔ آپ علم کے بحر بیگراں تھے جن سے عرب و عجم کے بے شمار تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی۔ شیخ احمد بن زینی دحلان کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۱۲۳۲ھ میں ہوئی بچپن سے ہی آپ کو علم و ادب سے گہرا شغف تھا۔ علمی شغف کی وجہ سے آپ کی زندگی درس و تدریس میں گزری۔ عالم اسلام کے لا تعداد اکا بر علماء و مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا اور روایت حدیث میں اسناد حاصل کیں۔ جس کی وجہ سے آپ شیخ العلماء کہلائے۔ شیخ مکی کی شخصیت مختلف جہروں سے جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جہاں آپ ایک بلند پایہ فقیہ اور مؤرخ ہیں وہیں امام، مدرس اور مفتی شافعیہ بھی ہیں۔ علمائے عرب میں آپ کی نہایت قدر و منزلت تھی۔ آپ کے عہد میں مکہ مکرمہ میں پہلا مطبع قائم ہوا جس سے آپ نے بے شمار کتب طبع کرائیں۔ عالم اسلام کے جن علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے ان میں حجاز مقدس کے مملکت ہاشمیہ کے بانی حسین بن علی، برصغیر سے تعلق رکھنے والے مولانا عبد کلیم لکھنوی (م ۱۲۸۵ھ)، مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ)، مولانا نقی علی خاں بریلوی (۱۲۹۷ھ)، مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۲۰ھ)، مولوی عبد السلام سہوی فچپوری (م ۱۲۹۹ھ)، مولوی حسین علی فچپوری (م ۱۲۸۴ھ)، مولوی ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)، مولوی ذوالفقار احمد مالوی بھوپالی، مولوی عبدالعزیز کشمیری لکھنوی، مولوی سید عبد بلگرامی (۱۳۰۵ھ)، مولوی عبد الوہاب ویلوری مالا باری قادری (م ۱۳۳۳ھ)، مولوی قادر بخش سہرامی (م ۱۳۳۳ھ)، مولوی محمد بن غلام رسول سورتی (م ۱۳۲۲ھ)، مولوی محمد حسین الہ آبادی (م ۱۳۲۲ھ)، مولوی محمد نعیم لکھنوی (م ۱۳۱۸ھ)، مولوی نور احمد امرتسری، مولوی نور احمد ڈھیانوی، احمد الدین چکوالوی وغیرہ۔^۱

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کو شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی نے حدیث و فقہ، اصول فقہ، تفسیر اور دیگر علوم و فنون کی اسناد عطا کیں۔ جس کا اعتراف فاضل بریلوی نے خود کیا ہے: ”میں نے مکہ میں شیخ احمد بن زینی دحلان مکی سے تعلیم حاصل کی“ شیخ سید احمد دحلان کے شاگرد و علامہ سید ابو بکر سطا شافعی مکی (۱۲۶۶ھ-۱۳۱۰ھ) شیخ کے حالات و خدمات پر ایک کتاب ”نفحۃ الرحمن فی بعض مناقب السید احمد بن زینی دحلان“ کے نام سے لکھی جو عرصہ دراز ہوا شائع ہو چکی ہے۔ اور اس کا قلمی نسخہ آج بھی مکی لائبریری میں موجود ہے۔ علامہ سید احمد بن زینی دحلان نے مختلف علوم و فنون پر طبع آزمائی کی اور اور جن پر ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ شیخ دحلان مکی کی جن تصانیف تک ہماری رسائی ہو سکی وہ حسب ذیل ہیں:

تصانیف:

۱- تاریخ الدول الاسلامیہ بالجد اول المرضیہ۔ مطبوعہ۔ قاہرہ ۱۳۰۶ھ

۲- خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام۔ مطبوعہ، مصر ۱۳۰۵ھ

^۱ امام احمد رضا اور علمائے مکہ مکرمہ۔ محمد بہا الدین شاہ۔ مطبوعہ، کراچی ۲۰۰۶ء ص ۲۳۰

۳۔ الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ۔ مطبوعہ، قاہرہ ۱۳۱۹ھ

۴۔ السیرۃ النبویہ والاشعار الحمدیہ۔ مطبوعہ، مصر ۱۲۹۲ھ

۵۔ الفتوحات الاسلامیہ بعد ماضی الفتوحات النبویہ۔ مطبوعہ، مکہ ۱۳۰۲ھ

ڈاکٹر بکری شیخ امین نے اپنی کتاب ”الحركة الادب فی المملكة العربیہ السعودیہ“ میں تاریخ الدول اسلامیہ کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔ شیخ زہیر محمد جمیل کتبی مکی (ولادت ۱۳۰۷ھ) نے اپنی پانچ جلدوں پر مشتمل کتاب ”رجال من مکة المکرمة“ میں شیخ احمد دحلان کی اٹھائیس تصنیفات و تالیفات اور شروحات کے نام درج کیے ہیں۔ شیخ دحلان کی بعض تصانیف لبنان، ترکی اور پاکستان سے بھی شائع ہوئی ہیں۔ شیخ دحلان مکی نے ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۶ء میں وفات پائی۔

شاہ آل رسول مارہروی

حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی تیرھویں صدی ہجری کے جلیل القدر بزرگ اور اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ جامع الکمالات شخصیت کے حامل تھے۔ افاق علم و فضل کے وہ نیر تاباں تھے جن کے سامنے بڑے بڑے فضلاء اور علماء نے زانوئے ادب تہ کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی نے بزبان فارسی اپنے پیر و مرشد کی شان میں ۱۴۲ اشعار تحریر فرمائے۔ جس کا مطلع یہ ہے:

”خوشادے کی دہندش ولائے آل رسول

خوشا سرے کہ کندس فدائے آل رسول“

آپ کی ولادت صوبہ اتر پردیش کے شہر مارہرہ میں ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ آپ نجیب الطرفین تھے۔ والد ماجد شاہ آل برکات ستھرے میاں اور عم محترم اچھے میاں کی آغوشِ محبت میں پرورش پائی۔ ابتدائی درسی کتابیں مولانا عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی اور مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی سے پڑھیں اور فرنگی محل کے علماء ملا نور اور مولانا عبد الواسع صاحب سے کتب معقول، فقہ و اصول کی تکمیل فرمائی۔ ۱۲۲۶ھ میں عبدالحق رودلوی (مہ ۱۲۷ھ) کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء و مشائخ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی۔ ۳ پھر اسی سال اچھے میاں کے حکم سے مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے درس میں شامل ہوئے۔ محدث دہلوی نے صحاح ستہ کے دورہ کے سلاسل حدیث و طریقت کی سند مرحمت فرمائی۔ سید شاہ آل رسول مارہروی کو اجازت و

۱ ماہنامہ معارف رضا۔ کراچی ۱۹۹۸ء۔ شمارہ ۱۸

۲ حدائق بخشش۔ احمد رضا بریلوی، حصہ دوم۔ مطبوعہ۔ رضا آفسیٹ ممبئی ۱۹۹۸ء، ص ۳۱

۳ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۲

خلافت حضرت اچھے میاں سے حاصل تھی۔ والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی لیکن آپ مرید حضرت اچھے میاں کے سلسلے میں کرتے تھے۔

آپ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور عارف باللہ تھے۔ آپ احمد رضا بریلوی کے شیخ طریقت اور استاد تھے۔ شیخ آل رسول مارہروی نے اپنی مسلسل جدوجہد سے مذہب اسلام کی تبلیغ کی۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ شریعت اور سنت رسول کے مطابق گزارتا، نماز باجماعت ہمیشہ مسجد میں ہی ادا کرتے۔ آپ نہایت سخی اور کریم النفس انسان تھے۔ ہر شخص سے شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔

آپ کا عقد ثار فاطمہ بنت سید منتخب حسین بلگرامی سے ہوا۔ دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے مرید اور خلفاء کی کثیر تعداد ہے لیکن حضرت شاہ مارہروی کی نظر میں جو مقام و مرتبہ ان کے مرید و خلیفہ احمد رضا بریلوی کا ہے وہ کسی کا نہیں۔ سید صاحب فاضل بریلوی کی وسعت علمی اور مختلف علوم و فنون پر کامل دسترس سے واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سید آل رسول نے فاضل بریلوی کو اپنی تصانیف میں تصرف کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور خود فرماتے ہیں ”میری تصانیف میں جس عبارت کو وہ مٹائیں یا ترمیم کریں تو وہ منسوخ یا ترمیم میری طرف سے سمجھی جائے اور وہ جو اضافہ کریں تو وہ بھی میری طرف سے تصور کیا جائے۔“^۱

۵ جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء میں احمد رضا خاں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ حضرت سید آل رسول مارہروی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ سید صاحب نے فاضل بریلوی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ

”آئیے ہم کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے“^۲

احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے والد ماجد سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے، مرشد کامل نے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت کے ساتھ سند حدیث بھی عطا فرمائی۔^۳ سید آل رسول مارہروی نے علامہ بریلوی کو بیعت اور اجازت و خلافت عطا کرنے کے بعد فرمایا:

”مجھے اس بات کی فکرت ہوتی تھی کہ اگر روز قیامت اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ فرمائے کہ اے آل رسول! تو میرے لیے دنیا سے کیا لایا تو میں کیا جواب دوں گا، لیکن آج میری یہ پریشانی و فکرت دور ہو گئی ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ ”اے آل رسول! تو میرے لیے دنیا سے کیا لایا؟ تو میں عرض کروں گا یا الہی! میں ترے لیے ”احمد رضا لایا ہوں“^۴

^۱ ماہنامہ معارف رضا۔ کراچی شمارہ ۸۵ مارچ ۲۰۰۳ء

^۲ سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامت۔ حسین رضا خاں۔ مطبوعہ، رضا اکیڈمی مارشس ۱۹۸۳ء

^۳ انوار رضا۔ مرتب سید محمد جیلانی۔ مطبوعہ۔ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۹۳

^۴ معارف رضا۔ کراچی۔ مارچ ۲۰۰۳ء شمارہ ۸۵۔ ص ۳۱

فاضل بریلوی نے پیر و مرشد سید آل رسول مارہروی کی فرمائش پر شجرۃ عالیہ قادریہ برکاتیہ بہ صیغہ درود شریف قلم برداشتہ عربی زبان میں تحریر فرمایا جو فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ ہے۔ یگانہ روزگار شخصیتیں شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، شاہ ابوالحسین نوری وغیرہ آپ کے خلیفہ ہیں۔ سید شاہ آل رسول مارہروی کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو بروز جمعرات مارہرہ میں ہوا۔

مادۃ تاریخ وقات:

عسری ربک مقاماً محموداً ۱۲۹۶

حسین بن صالح جمل اللیل علیہ الرحمہ ۱۲۹۶

حسین بن صالح جمل اللیل (م ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء) چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم، فقیہ، محدث، ولی کامل اور باکمال شاعر تھے۔ آپ کی جامع الکمالات شخصیت تھی۔

آپ کے حالات زندگی مطبوعہ عربی کتب میں کم دستیاب ہیں۔ صرف دو کتابوں سے ہی آپ کی مختصر حالات زندگی کا پتا چلتا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب ”الشجرۃ الزکیہ فی الانساب و سیر آل بیت النبویہ“ ہے جو آپ ہی کے خاندان کے ایک فرد پر بریگیڈیر ابو سہل سید یوسف بن عبد اللہ بن صالح بن سالم جمل اللیل کی تالیف ہے۔ اور دوسری کتاب مکہ مکرمہ کے عالم شیخ عبد اللہ میرداد ابو النخیر (۱۲۸۵ھ - ۱۳۲۳ھ) کی ”نشر النور والذہر“ ہے۔ اس کتاب میں مکہ مکرمہ کے دسویں تا چودھویں صدی ہجری کے چھ سو سے زائد علماء کے حالات درج ہیں۔

سید حسین جمل اللیل کا تعلق سادات خاندان سے تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ ”جمل اللیل“ آپ کا خاندانی لقب ہے۔ ”جمل اللیل“ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد میں سید محمد بن حسن جو ۷۵۰ھ میں ترمیم میں پیدا ہوئے تھے، علم اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ رات بھر نوافل کے دوران تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے حتیٰ کہ صبح طلوع ہو جاتی۔ اسی وجہ سے آپ ”جمل اللیل“ کے لقب سے معروف ہوئے۔ آپ کی نسل ”جمل اللیل“ کے خاندانی لقب سے اب تک اپنی ایک الگ شناخت رکھتی ہے۔

سید حسین جمل اللیل کے والد ماجد سید صالح جمل اللیل مکہ مکرمہ میں امام و خطیب تھے۔ بعد میں تقریباً ۱۲۳۰ھ ہجری میں اپنے تین بیٹوں عقیل، ہاشم اور عبد الرحمن کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور یہاں پر آپ مسجد نبوی کے امام اور خطیب مقرر ہوئے۔ یہ اعزاز اب تک آپ کی نسل کو حاصل ہے۔

سید حسین جمل اللیل اپنے والد سید صالح جمل اللیل کے ساتھ نہ جا کر مکہ مکرمہ میں ہی سکونت اختیار کی۔ ”نشر النور“ کا مصنف

لکھتا ہے کہ سید حسین بن صالح شافعی مکی مسجد الحرام مکہ مکرمہ کے امام و خطیب تھے۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور یہاں کے اکابر علماء و فضلاء سے تعلیم حاصل کی، امیر مکہ عبدالمطلب نے آپ کو ۱۲۹۹ھ میں ”شیخ الخطباء والایمہ مکہ مکرمہ“ کے منصب پر فائز کیا۔ سید حسین جمل اللیل اپنی وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ نوے سال کی طویل عمر پا کر ۱۳۰۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ ”باب الکعبہ“ کے قریب ادا کی گئی۔ اور ”جنت المعلىٰ“ میں دفن کیے گئے۔^۱

احمد رضا خاں بریلوی پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حج و زیارت لے لیے گئے وہاں سید حسین بن صالح جمل اللیل شافعی نے صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخطِ خاص سے مرحمت فرمائی۔ بعد نماز مغرب سید حسین بن صالح شافعی مکی بغیر کسی سابقہ تعارف کے مقام ابراہیم سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو تھامے ہوئے ”الی اجد نور اللہ فی هذا الجبین“ (میں اس پیشانی میں اللہ تعالیٰ کا نور پاتا ہوں) فرماتے رہے اور ضیافت کے بعد صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت و سند دے کر رخصت کیا۔ ۲ اور فرمایا ”تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔“ بعد ازاں فاضل بریلوی نے سید حسین بن صالح مکی کی فرمائش پر ان کی تصنیف ”الجواهر المضية“ جو مناسک حج و زیارت سے متعلق شافعی مذہب کے مطابق تھی، اس کی شرح دو دن میں لکھی اور اس کا تاریخی نام ”النیرة الوضیة فی شرح الجواهر المضية“ رکھا۔ پھر اس پر بعض تعلیقات و حواشی کا اضافہ کر کے اس کا نام ”الطرة الرضية علی النیرة الوضیة“ رکھا۔ فاضل بریلوی نے پہلے آیات کا ترجمہ فرمایا، پھر شرح میں پہلے مطلب، پھر شافعی اور حنفی مذہب میں اختلافات اور بیان مذہب حنفیہ میں اختیار راجح و ترک مرجوح وغیرہ کے ساتھ متصف فرمایا۔

عبدالرحمن سراج مکی علیہ الرحمہ

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اپنے پہلے سفر حج (۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء) کے دوران جن علمائے مکہ مکرمہ سے اسناد اور شاگردی کا شرف حاصل کیا ان میں سے ایک شیخ عبدالرحمن سراج مکی بھی ہیں۔

شیخ عبدالرحمن بن عبد اللہ سراج کی ولادت ۱۲۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حفظ قرآن اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم اکابر علمائے مکہ مکرمہ سے حاصل کی۔ شیخ عبدالرحمن سراج مکی کے تمام اساتذہ علمائے مکہ مکرمہ کے سردار تھے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ مسجد الحرام میں درس دینے لگے۔ طلباء کی کثیر تعداد آپ سے فیضیاب ہوئی اور سندت حاصل کیں۔ علم فقہ اور اصول فقہ وغیرہ میں آپ وحید العصر تھے۔

شیخ عبدالرحمن سراج مکی دو بار مفتی احناف کے منصب پر فائز ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۱۲۸۲ھ سے ۱۲۹۸ھ تک، تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر یہ ذمہ داری سنبھالی اور ۱۳۱۰ھ تک اس کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے۔^۲ ”نشر النور والزهرا“ کا

^۱ نشر النور۔ قاضی مکہ عبداللہ مرداد۔ مطبوعہ۔ عالم المعرفہ پوسٹ بکس نمبر ۵۷۷۶۔ جلد ۵۶۔ ۱۳۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

^۲ امام احمد رضا اور علمائے مکہ مکرمہ۔ محمد بہاؤ الدین شاہ۔ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۶ء ص ۲۲۸

موقف لکھتا ہے کہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی طویل عرصہ تک سید افتاء پر فائز رہے لیکن نہ کبھی انہوں نے اس منصب کے فرائض میں کوتاہی کی اور نہ ہی کسی معاملہ میں مصلحت سے کام لیا۔ ہمیشہ آپ حق کے لیے برہنہ تلوار لیے نظر آئے۔ باطل پرستوں سے کبھی بھی مصلحت نہیں کی۔ کتب بینی کا آپ کو بے حد شوق تھا۔ نادر کتب کی تلاش میں ہمیشہ آپ سرگرداں رہتے۔ جو کم یا ب کتاب ہوتی اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کر اپنے کتب خانہ میں محفوظ کر دیتے۔

محمد علی مغربی لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی کی کتب سے محبت اور علمی ورثہ کو محفوظ کرنے کی کوششوں کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ شیخ بغدادی کی کتاب "خزانة الادب" کا ایک مکمل اور صاف قلمی نسخہ آپ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا جس پر مکہ مکرمہ کے چھ امراء نے اس کتاب کی طباعت میں آپ کا مالی تعاون کیا۔

شیخ عبدالرحمن سراج مکی نہایت ہی ذہین اور قوی الحافظ تھے۔ احکام فقہ، ادب حنفی کہ علماء و ادباء کے حالات و واقعات آپ کو زبانی یاد تھے۔ جو چودھویں صدی ہجری کے علمائے مکہ میں صرف تین علماء کو "شیخ الاسلام" کا لقب دیا گیا جن میں علامہ سید احمد دحلان اور شیخ بالصلیل کے علاوہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی بھی اس لقب سے یاد کیے گئے۔ آپ "مفتی احناف" کے منصب پر فائز تھے جس کی خلافت عثمانیہ میں بڑی قدر و قیمت تھی کیونکہ خلافت عثمانیہ میں تمام امور حنفی مسلک کے مطابق طے پاتے تھے۔ تمام سرکاری احکامات اور فیصلے فقہ کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔

شرف عون رفیق ۹ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء کو امیر مکہ مقرر ہوئے۔ شرف عون رفیق نہایت ہی بد مسزاج اور بد فعال انسان تھا حنفی کہ وہ اہل مکہ کے لیے مصیبت بن گیا۔ اور ان پر قلم و زبانتیاں کرنے لگا جس سے ان کا زندگی گزارنا محال ہو گیا تھا۔ آخر کار تنگ آ کر اہل مکہ نے امیر مکہ شرف عون رفیق کی شکایت سلطان عبدالحمید خلیفہ عثمانی سے کرنے کے لیے ایک درخواست لکھی جس میں متعدد شہریوں کے دستخط کے ساتھ ساتھ چاروں مسلک کے اکابر علماء نے بھی تائیدی دستخط کیے جس میں مفتی احناف شیخ عبدالرحمن سراج، مفتی مالکیہ شیخ محمد بن عابد بن حسین، مفتی حنابلہ و نائب الحرم شیخ سید ابراہیم، مفتی شافعیہ شیخ سید عبداللہ بن محمد الزواوی اور شیخ السادہ مکہ مکرمہ شیخ علوی القاف تھے۔ جب اس درخواست کو اہل مکہ نے سلطان کے پاس دار الخلافہ استنبول بھیجا تو اس کی خبر شرف عون رفیق کو ہو گئی۔ اس نے درخواست پر دستخط کرنے والے بعض شہریوں کو جیل میں ڈال دیا اور ساتھ ہی پانچوں علماء کرام کو مکہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ جب یہ درخواست سلطان کے پاس پہنچی تو انہوں نے تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی قائم کی لیکن اسی دوران یہ پانچوں علمائے کرام مکہ مکرمہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ شیخ عبدالرحمن سراج اپنے کم سن بیٹے عبداللہ سراج کے ہمراہ مکہ سے جدہ پہنچے اور وہاں ایک غریب کی جھونپڑی میں پناہ گزیں ہوئے اور سلطان کی طرف سے تحقیقات کے بعد معاملہ ٹھیک ہو جانے کا انتظار کرنے لگے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کے دوست آفندی عمر نصیف کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ تحقیقات کمیٹی کے اراکین شرف عون کے مطابق کام کر رہے ہیں جس کی

وجہ سے اصل حقیقت سامنے نہیں آسکے گی۔ اس لیے آپ حجاز مقدس سے کہیں اور چلے جائیں۔ دوسری طرف حکومت برطانیہ جو مصر، فلسطین، ہندوستان اور ملائیشیا وغیرہ ممالک پر قابض تھی وہ خلافت عثمانیہ پر بھی قابض ہونا چاہتی تھی لیکن انگریزوں کے لیے مشکل یہ تھی کہ ان تمام ممالک کے مسلمانوں کی ہمدردیاں خلافت عثمانیہ کے ساتھ تھیں۔ اس لیے وہ اپنے منصوبوں میں ناکام ہو رہے تھے۔ خلافت عثمانیہ پر قابض ہونے کے لیے انگریزوں نے ایک شاطر چال یہ چلی کہ سلطنت عثمانیہ میں شامل علاقوں میں سے کسی ایسے مسلمان کو مسند خلافت پر بٹھا دیا جائے جو انگریزوں کے اشاروں پر چلے۔ لیکن انگریز یہ جانتا تھا کہ مسلمان اس کے لیے قطعی تیار نہیں ہوں گے اور مسلم ممالک میں خلفشار پھیلے گا۔ اس لیے انگریز مسلمان رعایا کو اس کا شرعی جواز پیش کر کے مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ اس شرعی جواز کے فتوے کے لیے انگریز مفتی احناف شیخ عبدالرحمن سراج کے پاس جدہ پہنچے اس وقت شیخ عبدالرحمن سراج وہاں سے کسی اور ملک کی طرف نکلنے کی سوچ رہے تھے، انگریز نے آپ سے کہا کہ ”حکومت برطانیہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ ایک فتویٰ جاری کر دیں کہ اسلامی ممالک میں بیک وقت دو خلفاء کا مندر نشین ہونا یا دو خلافتوں کا وجود اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں۔“ اور اگر آپ یہ فتویٰ لکھ کر ہمیں دے دیں تو حکومت برطانیہ آپ کو ہندوستان میں ”قاضی القضاة“ کا اعلیٰ ترین منصب پیش کرے گی اور فی الفور آپ کی تقرری کے احکامات جاری کر کے آپ کو بحفاظت ہندوستان پہنچا دیا جائے گا۔ اس گفتگو کو سن کر آپ کے کم عمر بیٹے شیخ عبداللہ سراج نے اپنے والد سے فتویٰ جاری کر کے اس مصائب سے چھٹکارہ پانے کو کہا تو والد نے خشم آلود ہو کر بیٹے کو ایک زوردار طمانچہ مارا اور انگریز نمائندہ سے کہا کہ ”آپ جا کر اپنے افسر سے کہہ دیجئے کہ میں دنیا کی خاطر اپنے دین کو نہیں بیچا کرتا۔“

اس کے بعد آپ نے مصر کا رخ کیا اور وہیں قاہرہ میں ۱۳۱۴ھ میں وفات پائی۔^۲
 آپ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی تصنیفات مکتبہ حرم میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

۱۔ فتویٰ عن دخل و الامام یصلی الفجر هل یر کع رکعتی السنة

۲۔ سهام الاصابة فی تحقیق لفظ الصحابة

۳۔ فتویٰ حول الوقف

۴۔ فتویٰ فقہیة

۵۔ فتویٰ عن العدة

۶۔ ضوء السراج عن جواب المحتاج

مولانا احمد رضا بریلوی کو شیخ عبدالرحمن سراج مکی نے مکہ مکرمہ میں حدیث، تفسیر اور اصول فقہ کی سندیں عطا کیں۔

^۱ معارف رضا۔ کراچی شمارہ ۱۳۱۹۸۱ھ / ۱۹۹۸ء۔ ص ۱۷۰

^۲ شیخ عبدالرحمن سراج حنفی کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ کیجئے ”اعلام الحجاز“ جلد اول ص ۳۳۹-۳۹۳

فاضل بریلوی نے اپنی کتاب ”الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ (۱۲۳۲)“ میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”مولانا الامام الہمام سراج اللہ فی البلد الحرام عبد الرحمن ابن المولیٰ عبداللہ سراج

مفتی الحنفیہ بکہ المحبیہ رحمہ اللہ تعالیٰ (ص ۲۰)

”مولیٰ الاجل الفقیہ الاجل درۃ التاج و بدر الواج مفتی الحنفیہ بکہ المحبیہ سیدنا

شیخ عبدالرحمن السراج ابن المفتی الاجل عبداللہ سراج الوہاج۔ (ص ۳۷)“

تلامذہ

احمد رضا خاں بریلوی جس طرح ایک بلند پایہ عالم، مفتی، فقیہ اور بلند پایہ مصنف تھے اسی طرح ایک باکمال استاد بھی تھے۔ عرب اور ہندو پاک کے مختلف علاقوں سے حصول علم کے لیے آنے والے طلبہ نے اپنی علمی تشنگی بچھانے کے لیے ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ اور علم کے سمندر سے سیراب ہو کر آفتاب گیتی بن کر چمکے۔

علامہ بریلوی نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس و افتاء اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی لیکن ابتدا میں تقاضائے وقت کے مطابق تدریس کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ آپ نے باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام نہیں دی تھیں۔ بارگاہِ رضویہ ایک عظیم الشان درس گاہ تھی جس میں آپ خالص لوجہ اللہ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے۔ چونکہ اس مدرسہ کی حیثیت روایتی مدرسوں جیسی نہ تھی جس کے رجسٹر داخلہ اور رجسٹر خارجہ میں فارغ التحصیل طلباء اور علماء کے نام نمبر شمار کے ساتھ درج ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ بریلوی کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم نہ کی جاسکی۔^۲

فاضل بریلوی نے کبھی بھی اپنے شاگردوں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے کی کوشش نہ کی جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے بلکہ نہایت ہی محبت و شفقت سے پیش آتے۔ عاجزی اور انکساری سے ہر ایک سے ملتے۔ ”احمد رضا بریلوی طلباء پر بہت مہربان تھے۔ خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلباء کو لڈیز کھانا پکوا کر کھلایا کرتے تھے۔ ہمارے علمی اداروں میں یہ شفقت و محبت عنقواء ہو گئی اور انگریزی اداروں کی بات ہی نہ پوچھئے، یہاں طلباء استاد کے لیے مال تجارت بن گئے ہیں۔ پھر طلباء میں اطاعت و محبت پیدا ہو تو کیونکر ہو۔ شفقت و محبت ختم ہو گئی۔ ہم طلباء سے محبت مانگتے ہیں مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹی ہے۔ مانگنے سے نہیں ملتی۔“^۳

احمد رضا فاضل بریلوی کے تلامذہ میں جو مشہور زمانہ ہوئے، صاحب تصانیف ہیں اور جنہوں نے نمایاں دینی خدمات انجام دیں

^۱ الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ مطبوعہ لاہور۔

^۲ سوانح اعلیٰ حضرت علامہ بدر الدین احمد قادری۔ مطبوعہ ۱۳۲۱ء ۲۰۰۱ء، ص ۳۲۶

^۳ ماہنامہ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر۔ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۲۵۲

ان میں بعض نام قابل ذکر ہیں۔ جیسے:

- ۱۔ مولانا نواب سلطان احمد خاں صاحب
- ۲۔ مولانا سید امیر احمد صاحب
- ۳۔ مولانا حسن رضا خاں
- ۴۔ مولانا محمد رضا خاں
- ۵۔ مولانا حامد رضا خاں
- ۶۔ مولانا حافظ یقین الدین
- ۷۔ مولانا حافظ سید عبدالکریم
- ۸۔ مولانا نور حسین صاحب
- ۹۔ مولانا حاجی سید نور احمد
- ۱۰۔ مولوی واعظ الدین صاحب
- ۱۱۔ مولانا عبدالرشید عظیم آبادی
- ۱۲۔ مولوی سید شاہ غلام محمد بہاری
- ۱۳۔ مولوی سید حکیم عزیز غوث
- ۱۴۔ مولوی نواب مرزا صاحب
- ۱۵۔ مولوی عبدالواحد پیل بھیتی
- ۱۶۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی
- ۱۷۔ مولانا سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی
- ۱۸۔ مولانا ظفر الدین بہاری
- ۱۹۔ مولانا سید حسین مدنی
- ۲۰۔ مولانا شریف الحق امجدی
- ۲۱۔ مولانا عبدالسلام جمیل پوری
- ۲۲۔ مولانا سید امیر احمد
- ۲۳۔ مولانا عبدالندیم بریلوی
- ۲۴۔ مولانا عزیز غوث بریلوی
- ۲۵۔ مولانا منور حسین
- ۲۶۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں
- ۲۷۔ مولانا محمود و جان وغیرہ

معمولات و اشغال و اوراد

”العلماء ورثة الانبياء“ علما انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اس لیے ایک عالم کو باعمل ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اس کی مثال بقول شیخ سعدی: ”عالم ناپہر ہیزگار کو مشعلہ دارست“^۱

ترجمہ: ”ناپار سا عالم قندیل بدست نابینا کے مانند ہے۔“ لیکن فاضل بریلوی ایک ایسے عالم دین تھے، ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جو اپنے علم کی مشعل سے خود بھی راستہ (ہدایت) پاتے ہوئے تھے اور دوسرے بھی راستہ (ہدایت) پاتے۔ آپ ایک باعمل عالم تھے۔ شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کو اپنا نصب العین سمجھتے۔ شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ بچوں کے ساتھ کھیل کود اور لہو و لعب سے اجتناب کیا۔ آپ کی زندگی کے شب و روز اس طرح گزرے کہ آپ اپنے دولت کدہ سے نکل کر خانہ خدا میں جا کر ذرا الہی میں مشغول رہتے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد

۱۔ گلستاں۔ شیخ سعدی۔ باب ہشتم، ص ۵۲۰، بکوشش دکترا خلیل خطیب اہرہ تہران، ۱۳۲۲ھ بش

تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو جاتے جو آپ کے دینی خدمات کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ اور جب اس سے پل بھر کی بھی فرصت پاتے تو وادی عشق رسول میں نظر آتے۔ علامہ بریلوی نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین میں صرف کیا۔ آپ وقت کے قدر شناس تھے اور وقت ضائع کرنا گناہ سمجھتے۔ مولانا محمد حسین میسرٹی جنہوں نے ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء تک مولانا بریلوی کے دارالافتاء میں نقل فتاویٰ کی خدمت انجام دیں اپنے ذاتی مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اعلیٰ حضرت ضعیف الجشہ اور نہایت قلیل الغذاء بزرگ تھے، اپنا وقت کبھی بیکار صرف نہ فرماتے، ہمہ وقت تالیف و تصنیف و فتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا، اسی وجہ سے زنان خانے میں تشریف رکھتے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہو گا یا بہت ہی کم ہو گا۔ صرف پہنچا نہ نماز کے لئے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں یا اتفافیہ کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت تشریف لے آتے۔ البتہ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھاٹک میں تشریف رکھتے تھے اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی۔“

علامہ بریلوی الحب للہ والبعض للہ کی تفسیر تھے۔ آپ کی کسی سے محبت، نفرت سب اللہ کے لیے ہی تھی۔ آپ کا ظاہر اور باطن یکساں تھا، جو دل میں رہتا وہی زبان پر ہوتا۔ جو کچھ بھی کسی کے لیے کہتے اس پر خود بھی عمل کرتے۔ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ سنت نبوی کے مطابق ہوتا۔ آپ جب سوتے تو اس طرح سوتے کہ جسم مبارک نام اقدس ”محمد“ ﷺ ہو جایا کرتا تھا۔ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے ”میم“ کہنیاں ”ح“ کمر ”میم“ پاؤں دال بن کر گویا نام پاک ”محمد“ ﷺ کا نقشہ بن جاتا۔^۲ کبھی قہقہہ لگا کر نہ ہنستے، جماہی آنے پر دانتوں میں انگلی دبالیٹے جس کی وجہ سے کوئی آواز نہ ہوتی۔ کبھی بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ تھوکتے اور نہ ہی کبھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے۔ بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرتے۔ لوہے کی قلم سے حشی الا مکان پر ہیز کرتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال کرتے۔ ”ہفتہ میں دو بار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے۔ اگر عید یا بقر عید میلاد النبی ﷺ یعنی بارہویں ربیع الاول کا دن جمعرات یا سینچر کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔“^۳

آپ تصنیف و تالیف، کتب بینی، فتویٰ نویسی اور اوراد و اشغال کے لیے خلوت کو ہی پسند کرتے۔ پانچوں وقت کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ہی ادا کرتے اور نماز ہمیشہ عمامہ اور انگر کھے کے ساتھ ہی ادا کرتے۔ اور فرض کبھی بھی ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ آپ مسواک ضرور کرتے۔ مسجد سے گھر جاتے وقت عمامہ بغسل میں دبالیٹے تھے اور نہایت ہی آہستہ۔ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے نیچی نگاہ کیے ہوئے چلتے۔ نماز کو نہایت ہی اطمینان اور سکون کے ساتھ

۱ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول، مطبوعہ کراچی۔ ص ۳۱-۳۰

۲ سوانح اعلیٰ حضرت۔ علامہ بدر الدین احمد۔ مطبوعہ ۱۳۲۱ھ / ۲۰۰۱ء ص ۱۱۲

۳ سوانح اعلیٰ حضرت۔ علامہ بدر الدین احمد۔ مطبوعہ ۱۳۲۱ھ / ۲۰۰۱ء ص ۱۱۲

پڑھتے۔ نماز پڑھنے میں جلد بازی نہ کرتے۔ نماز کے لیے وضو اکثر گھر سے بنا کر مسجد تشریف لے جاتے۔ وضو اور غسل کرنے میں نہایت ہی احتیاط برتتے۔ آپ عصر کی نماز کے بعد پھاٹک پر تشریف رکھتے اور مستفتی، ضرورت مندوں اور ملاقات کی خواہش کرنے والوں سے ملتے۔ اور ان کی ضرورت کو پوری کرتے۔ کسی کو کوئی چیز دیتے اور لینے والا اگر بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً ہاتھ کھینچ لیتے اور فرماتے دائیں ہاتھ میں لو بایں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔ بسم اللہ شریف کا عدد لکھتے وقت دائیں طرف سے لکھتے جیسے پہلے ۶ پھر ۸ اور پھر ۷ لکھتے۔ ہر شخص سے خلوص اور محبت سے پیش آتے۔ امیر ہو یا غریب ہر شخص کی اپنی حیثیت کے مطابق تعظیم و توقیر کرتے۔ سادات کی بہت عزت کرتے۔ آپ ایسے عاشق رسول تھے کہ کبھی بھی کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔ اور اگر کبھی کسی حدیث شریف کا بیان کر رہے ہوں اور کوئی بیچ میں بات کاٹ دے تو آپ سخت ناراض ہوتے۔

اہم خلفاء و مریدین

چودھویں صدی ہجری میں اسلام کی مذہبی شخصیات میں ایک اہم نام فاضل بریلوی احمد رضا خاں کا ہے۔ آپ کی شخصیت ایک ایسا مینارہ نور ہے جس کی روشنی ہندو پاک، بلاد عرب اور حجاز مقدس تک پہنچی اور سبھی اس عاشق رسول کے خلفاء و مریدین کی صف میں شامل ہونا چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بے شمار خلفاء و مریدین مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اس عظیم شخصیت سے فیضیاب ہو کر عشق رسول کے سمندر میں غوطہ لگاتے ہوئے دین و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ خلفائے احمد رضا بریلوی کے بارے میں پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

”ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے، جن کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔“

پروفیسر محمد مسعود احمد ”انتخاب حدائق بخشش“ میں کافی تلاش و جستجو کے بعد تعداد خلفائے فاضل بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”پاک ہند اور عرب و عجم میں حضرت رضا بریلوی کے دو سو سے زیادہ خلفاء ہوئے جن میں اکثر اپنے عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں شمار ہوئے۔“

علامہ بریلوی کے خلفاء کا ذکر خود آپ کی کتاب ”الاجازات المتینہ“ اور ”الاستاذ“ میں ملتا ہے۔ جس کے مطالعہ سے آپ کے خلفاء کا پتا چلتا ہے۔ یوں تو خلفائے فاضل بریلوی پر بہت سے تحقیقی مقالے لکھے جا چکے ہیں جیسے ”لمعات خلفائے اعلیٰ حضرت“، ”خلفائے محدث بریلوی“ وغیرہ اس کے علاوہ بیشتر رسائل میں خلفائے محدث بریلوی پر مضامین بھی شائع ہوتے

۱ خلفائے محدث بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ ناشر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، ص ۸

۲ انتخاب حدائق بخشش۔ پروفیسر مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء ص ۲۸۳

رہے ہیں۔ چونکہ ہمارے مقالے کا موضوع خلفائے محدث بریلوی نہیں ہے۔ اس لیے میں خلفاء کا ضمناً ذکر کر دینا ہی ضروری سمجھتی ہوں۔ ہندو پاک اور دیگر ممالک میں جو خلفائے ان میں بیشتر پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن علامہ بریلوی کے جو خلفاء حرین شریفین میں ہیں ان پر کچھ عرصہ پہلے تک کام نہیں ہوا تھا کیونکہ اس کے لیے وقت اور حرین شریفین کا سفر درکار تھا۔ لیکن اس کام کا بیڑا نبیاء الدین شاہ اور عبدالحق انصاری صاحب نے اٹھایا اور اس کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا جو رضویات کے باب میں ایک بڑا اضافہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ کام آسان نہیں تھا۔

احمد رضا بریلوی کے جو خلفاء پاک و ہند اور حجاز مقدس میں ہیں ان کے نام مختلف وسائل سے حاصل کر کے درج کیے

جا رہے ہیں:

ہندو پاک

- | | |
|--|--|
| ۱۔ مولانا حامد رضا خاں | ۲۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں |
| ۳۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری | ۴۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری |
| ۵۔ مولانا مجد علی اعظمی برکاتی | ۶۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی |
| ۷۔ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی | ۸۔ مولانا شاہ سید احمد اشرف اشرفی اجیلانی |
| ۹۔ مولانا عبد الاحد قادری پٹی بھیتی | ۱۰۔ مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی |
| ۱۱۔ مولانا محمد رحیم بخش آروی شاہ آبادی | ۱۲۔ مولانا لعل محمد خاں مدراسی |
| ۱۳۔ مولانا عمر بن ابوبکر کہتری، ساکن شہر پور پند | ۱۴۔ مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی |
| ۱۵۔ مولانا محمد شفیع بیسل پوری | ۱۶۔ مولانا محمد حسین رضا خاں |
| ۱۷۔ مولانا شریف الدین کوٹلی، لوہاراں | ۱۸۔ مولانا امام الدین کوٹلی، لوہاراں |
| ۱۹۔ مولانا مفتی غلام جاں ہزاروی | ۲۰۔ مولانا احمد حسین امرہوی |
| ۲۱۔ مولانا عبد السلام صدیقی جبل پوری | ۲۲۔ مولانا برہان الحق محمد عبد الباقی جبل پوری |
| ۲۳۔ مولانا سید فتح علی شاہ | ۲۴۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری |
| ۲۵۔ مولانا عمر الدین ہزاروی | ۲۶۔ مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی |
| ۲۷۔ مولانا میر مومن علی مومن جنیدی | ۲۸۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری |
| ۲۹۔ قاری محمد بشیر الدین جبل پوری | ۳۰۔ مولانا عبد السلام باندوی |
| ۳۱۔ مولانا سید نور الحسن نگیںوی | ۳۲۔ مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی |

- ۳۳۔ مولانا محمد حبیب الرحمن پٹیلی بھیت
 ۳۵۔ علامہ مفتی تقدس علی خاں
 ۳۷۔ مولانا حسن رضا خاں
 ۳۹۔ مولانا حکیم سید محمد عزیز غوث بریلوی
 ۴۱۔ مولانا عرفان علی بیسل پوری
 ۴۳۔ مولانا سلطان احمد خاں
 ۴۵۔ مولانا جمیل الرحمن قادری
 ۴۷۔ مولانا حامد علی فاروقی
 ۴۹۔ مولانا ضیاء الدین پٹیلی بھیتی
 ۵۱۔ مولانا عبدالعزیز بجنوری
 ۵۳۔ مولانا سید عبدالرشید مظفر پوری
 ۵۵۔ سید غلام جاں جام جوڈھپوری
 ۵۷۔ حاجی کفایت اللہ
 ۵۹۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری
 ۶۱۔ مولانا یقین الدین
 ۶۳۔ مولانا عمر بن ابوبکر
 ۶۵۔ مولانا سید علی اکبر شاہ علی پوری
 ۶۷۔ علامہ ابوالفیض قلندر علی سہروردی لاہور
- ۳۴۔ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی
 ۳۶۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی
 ۳۸۔ مولانا محمد رضا خاں
 ۴۰۔ مولانا ایوب علی
 ۴۲۔ مولانا عبدالباری لکھنوی
 ۴۴۔ مولانا احمد بخش صادق
 ۴۶۔ مولانا سید محمد حسین بریلوی
 ۴۸۔ مولانا رحم الہی منگوری
 ۵۰۔ مولانا عبدالحی پٹیلی بھیتی
 ۵۲۔ مولانا عزیز الحسن پھونڈوی
 ۵۴۔ مولانا شمس الدین جونا پوری
 ۵۶۔ مولانا محمد اسماعیل فخری
 ۵۸۔ سید محمد محدث کچھوچھوی
 ۶۰۔ مولانا ثار احمد کانپوری
 ۶۲۔ مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی
 ۶۴۔ مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی
 ۶۶۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں

حرمین شریفین

- ۱۔ شیخ محمد عبدالحی ابن شیخ البکیر السید عبدالکبیر الکتانی الحسینی المکی
 ۲۔ شیخ اسماعیل خلیل مکی آفندی
 ۳۔ شیخ مصطفیٰ خلیل مکی آفندی
 ۴۔ شیخ ماموں البری مدنی
 ۵۔ شیخ اسعد الدھان
 ۶۔ شیخ عبد الرحمن
 ۷۔ شیخ علی بن حسین
 ۸۔ شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ
 ۹۔ شیخ جمال بن محمد الامیر مرزوقی
 ۱۰۔ شیخ عبداللہ بن ابی النخیر میرداد

- ۱۱۔ شیخ عبداللہ بن دحلان
 ۱۲۔ شیخ بکر فنیج
 ۱۳۔ شیخ ابی حسین مرزوقی
 ۱۴۔ شیخ حسن العجمی
 ۱۵۔ شیخ الدلائل سید محمد سعید
 ۱۶۔ شیخ عمر المحروسی
 ۱۷۔ شیخ احمد خضراوی
 ۱۸۔ شیخ عمر بن حمدان
 ۱۹۔ شیخ ابوالحسن محمد المرزوقی
 ۲۰۔ شیخ حسین المالکی
 ۲۱۔ شیخ علی بن حسین
 ۲۲۔ شیخ محمد جمال
 ۲۳۔ شیخ عبداللہ میرداد
 ۲۴۔ سید سالم بن نعیدروس
 ۲۵۔ سید ابوبکر بن سالم
 ۲۶۔ شیخ محمد بن عثمان دحلان
 ۲۷۔ شیخ محمد یوسف
 ۲۸۔ شیخ احمد ابی النخیر میرداد
 ۲۹۔ سید علوی بن حسین
 ۳۰۔ سید عبدالقادر کردی
 ۳۱۔ شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی
 ۳۲۔ شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی
 ۳۳۔ شیخ حسین جلال مکنی
 ۳۴۔ سید علوی بن حسین
 ۳۵۔ شیخ فرید مکی
 ۳۶۔ شیخ السید حسین جمال بن عبدالرحیم
 ۳۷۔ السید محمد ابراہیم مدنی
 ۳۸۔ السید محمد ابراہیم مدنی
 ۳۹۔ شیخ محمد سعید بن محمد بالسبیل مفتی شافعیہ
 ۴۰۔ السید حسین مدنی بن سید عبدالقادر شامی
- احمد رضا فاضل بریلوی بیعت کے خواہش مند لوگوں کو عام طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے۔ حالانکہ آپ کو درج ذیل تیرہ سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت حاصل تھی
- ۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبائیہ قدیمہ
 ۲۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ
 ۳۔ سلسلہ عالیہ قادریہ اہلیہ
 ۴۔ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ

۱۔ تفصیل کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

- ۱۔ خلفائے محدث بریلوی، پروفیسر مسعود احمد، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۷ء
 ۲۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، پروفیسر محمد مسعود احمد ۱۹۹۹ء
 ۳۔ سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین، ۱۹۶۳ء
 ۴۔ سیرت امام احمد رضا، اختر شاہ جہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۸ء
 ۵۔ تنقید و تعاقبات امام احمد رضا، محمد مسعود احمد، لاہور، ۱۹۸۸ء
 ۶۔ تذکرہ جمیل، علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مطبوعہ بریلی، ۱۹۹۱ء
 ۷۔ عرض مؤلف، خلفائے اعلیٰ حضرت، مجید اللہ قادری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء
 ۸۔ فاضل بریلوی علامہ نے حجاز کی نظر میں، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء
 ۹۔ خلفائے اعلیٰ حضرت، پروفیسر مجید اللہ قادری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء
 ۱۰۔ خلفائے اعلیٰ حضرت، میاں صادق قصوری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء

- ۵۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ
 ۷۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ مجبومیہ جدیدہ
 ۹۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ واحدیہ
 ۱۱۔ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ علائیہ
 ۶۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ
 ۸۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ فضیلیہ
 ۱۰۔ سلسلہ عالیہ علویہ نقشبندیہ علائیہ
 ۱۲۔ سلسلہ عالیہ بدیعہ

۱۳۔ سلسلہ عالیہ علویہ منائیہ (الاجازت المتینہ)

آپ کے مریدین کا حلقہ ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ بیرون ملک افغانستان، ایران ہرکی، عرب اور شام یہاں تک کہ حرین شریفین تک پھیلا ہوا ہے۔

معاصرین

مولانا حسن رضا خاں

مولانا احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد رضا علی خاں کو جب ولادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے فرمایا ”یہ میرا بیٹا مست ہوگا“ مولانا حسن رضا بریلوی نے تعلیم اپنے والد مولانا نقی علی خاں اور بڑے بھائی مولانا احمد رضا بریلوی سے حاصل کی۔ شعر و شاعری سے آپ کو فطری مناسبت تھی۔ فصیح الملک داغ دہلوی سے اکتساب فیض کیا۔ داغ دہلوی آپ کو ”پیارے شاگرد“ کہہ کر پکارتے تھے۔ نعت گوئی سے آپ کو خصوصی شغف تھا۔ قواعد شعری کا پورا التزام کرتے تھے۔ آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ”ذوق نعت“ اور دیوانِ نغز ”ثمر فصاحت“ کے نام شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ آٹھ نورسائل و کتب فارسی، اردو زبان میں بھی مطبوعہ ہیں۔ آپ نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

حسن رضا بریلوی نے اپنی خاندانی روایت کے مطابق مروجہ علوم حاصل کیے اور معقولات و منقولات میں مہارت حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس کا کام شروع کیا جس میں خاص طور سے دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔

حسن بریلوی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے بلند پایہ اور باکمال شاعر بھی تھے۔ ابتدا میں آپ کی شاعری کا محور صنف غزل ہی رہی لیکن جلد ہی کوچہ غزل سے نکل کر برادر اکبر مولانا احمد رضا بریلوی کے نقش قدم کی اتباع کرتے ہوئے عشق نبی ﷺ میں تڑپتے ہوئے اپنے جذبات کو نعت کی شکل میں پیش کرنے لگے۔ آپ اپنے ایک نعتیہ مقطع میں یوں فرماتے ہیں:

۱ تذکرہ نعت گو یان بریلی۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ۱۹۸۶ء۔ ص ۴۹

”بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے

بھلا ہوا الہی جناب رضا کا“

مولانا حسرت موہانی حسن بریلوی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”شاگردانِ مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے خود استاد مستند تھے۔ انہوں نے اپنے انداز سخن کو اتاذ کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے۔“

مولانا حسرت موہانی اپنے رسالہ ”اردوئے معلیٰ“ میں آگے یوں تحریر فرماتے ہیں:

”شعر و سخن کا شوق حضرت حسن کو ابتداء ہی سے تھا کچھ روز تک خود مشق کرتے رہے اس کے بعد داغ کو اپنا کلام دکھانا شروع کیا اور ایک مدت تک رام پور میں رہ کر استاد کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے یہاں تک کہ بجائے خود استاد مستند قرار پائے۔“

یہ حقیقت ہے کہ جب حسن بریلوی نے شاعری کی ابتداء کی تو اس وقت بریلی کی شعری فضا داغ کے رنگ سے معمور تھی اور انہیں کے رنگ میں لوگ شاعری کر رہے تھے جن میں داغ کے شاگرد پیش۔ پیش تھے۔ حسن رضا بریلوی کو اپنے استاد داغ سے محبت و عقیدت تھی اس لیے آپ نے اور بھی زیادہ داغ کے رنگ کو ہوا دی اور اس رنگ میں خوب شاعری بھی کی۔ حسن بریلوی نے استاد سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار داغ کی موت پر مرثیہ لکھ کر کیا۔ اور ان سے محبت و شفقت کا اظہار کچھ اس طرح کیا:

”پیارا شاگرد تھا لقب اپنا

کس سے اس پیار کا مزا کہتے“

اس کے باوجود حسن بریلوی کا اپنا ایک الگ بھی انداز ہے۔ ان کے اشعار کی ایک الگ فضا بھی ہے۔ انہوں نے استاد کی تقلید میں اپنی شاعری کو تقلیدی قفس میں بند نہیں کیا بلکہ غزل کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے جذبات و احساسات کو غزل کے پیرائے میں بخوبی پیش کیا۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عشق اپنے مجسموں کو پابجولاں لے چلا	حسن جب مقتل کی جانب تیغ بُراں لے چلا
بزم سے میں آرزوئے دید جانان لے چلا	آرزوئے دید جانان بزم میں لائی مجھے
تشنہ لب سوکھے ہی گھاٹوں جوش طوفان لے چلا	جلوہ گہ میں سیل گریہ نے رکھا محسروم دید
آس کس کے دید کی بیمار ہجران لے چلا	ڈھونڈھتی تھی ہر طرف کس کو نگاہ واپسیں

۱ سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسین رضا خاں۔ مکتبہ مشرق کانکرٹولہ بریلی۔ ۱۹۸۳ء ص ۱۵

۲ ادارہ، اردوئے معلیٰ علی گڑھ۔ حسرت موہانی۔ جون ۱۹۱۲ء

اف ری متوالی جوانی کچھ خبر تھو کو نہیں
 ہنگامہ ستا بیچ ڈالا مال اٹھتے بیٹھے
 کی ہیں کس کبخت دل کے جذب نے گتیاں
 میرے گھر تک پاؤں پڑ کر ان کو لایا تھانیاں

ساغر منے بوسہ لبہائے جاناں لے چلا
 اک جھلک میں وہ دم آخردل و جاں لے چلا
 کون بے پردہ انہیں سوتے بشتاں لے چلا
 نازدان کھینچتا سوتے رقیباں لے چلا

دل کو جاناں سے سمجھا بجھا کر لائے تھے

دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوتے جاناں لے چلا

لیکن پھر بھی حسن بریلوی کا مجموعہ کلام ”ثمر فصاحت“ میں داغ کارنگ بھر پور نظر آتا ہے۔ حسن بریلوی نہ صرف غزل گوئی کے شہ سوار تھے بلکہ نعت گوئی میں بھی آپ کا رخس قلم برق رفتار نظر آتا ہے۔ حسن بریلوی نے نعت گوئی میں نہ صرف بریلی میں بلکہ ہندوستان گیر شہرت حاصل کی۔ آپ کی نعت گوئی کو غیر معمولی مقبولیت ملی۔ آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ”ذوق نعت“ (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) اب تک متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام اور نعتیہ غزلوں کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ آپ نے کلام نعت میں غزل کا رس بھرا اور ساتھ ہی ذاتی زہد و تقویٰ، پاکی و گداز سے اس کو موثر بنایا۔ آپ کے نعتیہ کلام پر داغ کی اصلاح نہیں ہوئی بلکہ برادر اکبر احمد رضا خاں نے ان کے نعتیہ کلام کو بہ نظر اصلاح ضرور دیکھا۔ علامہ احمد رضا بریلوی آپ کے نعتیہ کلام کے مداح بھی تھے کیونکہ آپ نے اپنے ملفوظات میں صرف دو نعت گوئیوں کی تعریف کی ہے۔ ایک کفایت علی کافی مراد آبادی اور دوسرے اپنے بھائی حسن رضا بریلوی کی۔ مولانا احمد رضا بریلوی کہتے ہیں:

”میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں“ (اس لیے کہ ان کا کلام میزان شریعت سے تلا ہوا ہوتا ہے) ۱

حسن بریلوی ایک پرہیزگار عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کے متوالے بھی تھے۔ اور کیوں نہ ہوں جب کہ آپ کو عشق رسول و رشتہ میں ملا تھا۔ حسن بریلوی کے صاحبزادے حسین رضا خاں بتاتے ہیں کہ ”رسول مقبول ﷺ کا ذکر گرامی سن کر ان کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ فریضہ حج انہوں نے وفات سے سات ماہ قبل ادا کیا تھا۔ اور جس مدت میں انہوں نے اپنا نعتیہ مجموعہ ’ذوق نعت‘ مرتب کیا ان کی حالت بہت عجیب و غریب سی تھی اور خاص کیفیت طاری رہی جس کا اظہار ان کی نعتوں میں بار۔ بار ہوا۔ یہ حالت عشق نبی ﷺ کی وجہ سے تھی جس کے اظہار کے لیے غزل سب سے زیادہ موزوں تھی۔“ ۲ یہی وجہ ہے کہ نعتوں میں اپنے اسی غزلیہ انداز کی وجہ سے بہت مقبول و مشہور ہوئے۔ اپنے مجھلتے ہوئے جذبات و احساسات اور تجربات و مشاہدات کو نعتیہ غزلوں میں اس طرح پیش کیا کہ آپ نعت کی روح کے شاعر بن گئے۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی نے حسن بریلوی کی

۱ معارف رضا۔ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۶۵

۲ مولانا احمد رضا اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت کی علمی و ادبی خدمات۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی۔ مطبوعہ ۱۹۹۹ء

اسی غزلیہ نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حسن کی نعتیں پڑھنے کے بعد معایہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعت میں غزل کی مخصوص زبان یا پیرایہ اظہار اختیار کیا جاسکتا ہے۔ میں نے کتنے صاحب الرائے افراد کو کہتے سنا ہے کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا گستاخی و بے ادبی سے عبارت ہے۔ مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ نعت جزو شاعری بننے کے بعد سرمایہ ادب ہے۔ لہذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ نعت اصنافِ نظم میں سے ہے جس کا تعلق تو صیغہ رسول ﷺ سے ہے۔ غزل اقسامِ شعر میں سے ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مستزاد، مسمط وغیرہ بلفظ دیگر نعت مضمون ہے اور غزل فارم، ہر فارم دوسرے فارم سے مختلف ہے۔

غزل کی اشاریت مضمون اور لب و لہجہ، قصیدہ و مثنوی سے مختلف ہے۔ نعت کے لیے کوئی مخصوص فارم نہیں۔ تو صیغہ رسول شرعی کسی بھی قسم میں کی جاسکتی ہے۔ ہم ایسے کلام کو نعتیہ غزل، نعتیہ مثنوی اور نعتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ نعتیہ مثنوی و قصیدہ میں مثنوی و قصیدہ کا ماحول ملے گا۔ تبدیلی صرف مضمون کی ہوگی یعنی اس کا تعلق بشر سے نہیں افضل البشر سے ہوگا۔ نعت کی موجودگی میں غزل غزل رہے گی۔ مثنوی اور قصیدہ میرے خیال میں تو خود اپنی جگہ یہ اعلیٰ فن کاری ہے۔ غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے۔ لہذا اس طرح کی باتیں کہ یہ لفظ غزل کا ہے نعت میں کیوں استعمال ہوا۔ متشددانہ تنقید بلکہ نا سمجھی کی باتیں ہیں۔“

تصنیف و تالیف

مولانا حسن بریلوی صاحب دیوان شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ نثر نگار بھی تھے۔ غزلوں اور نعتوں کے دیوان کے علاوہ چند دوسری تصانیف بھی ان کی یادگار ہیں جن میں آپ کا منہ ہی رنگ دیکھا جاسکتا ہے۔ حسن بریلوی ”بہار بے خسراں“ اور ایک ہفتہ وار اخبار ”روز افزوں“ کے نگران بھی تھے۔ جس سے آپ کے ادبی اور منہ ہی ذوق و صلاحیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ”ذوق نعت“ میں نعت کے علاوہ مثنوی اور مناقب بھی شامل ہیں۔ مثنویوں میں قابل ذکر مثنوی ”وسائل بخشش“ ہے جو ۶۰۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ کی آٹھ مطبوعہ تصانیف ہیں:

- ۱۔ تزک مرتضوی، دراثبات تفضیل شیخین
- ۲۔ نگارستان لطافت، در ذکر میلاد شریف
- ۳۔ بے موقع فریاد کا جواب، دراثبات مسئلہ قربانی
- ۴۔ آئینہ قیامت، ذکر کر بلائے معلیٰ
- ۵۔ دین حسن، در حقانیت اسلام
- ۶۔ وسائل بخشش، غوث الاعظم کی کرامات کے ذکر میں
- ۷۔ ذوق نعت (مجموعہ نعتیہ کلام)
- ۸۔ ثمر فصاحت (مجموعہ غزلیہ کلام)

مولانا وصی احمد محدث سورتی

شیخ الحدیث وحید العصر مولانا وصی احمد محدث سورتی ۱۸۳۶ء میں بعہد معین الدین اکبر شاہ ثانی، راندیر ضلع سورت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ سولہویں صدی عیسوی میں شاہجہاں کے دور حکومت میں آپ کے آباؤ اجداد سورت کی بندرگاہ کے راستے ہندوستان آئے۔ محدث سورتی کے بعض بزرگوں نے سورت پہنچ کر شاہی فوج میں ملازمت اختیار کر لی، اور عنایت خاں ابن قاسم خاں بنگال کے گورنر کی سزبراہی میں کلکتہ کے قرب و جوار میں پریگزیوں سے لڑائی لڑی۔

آپ کی بسم اللہ کی رسم جدا جدا مولانا محمد قاسم نے ادا کرائی اور والد ماجد مولانا محمد طیب سے تحصیل علم کی۔

۱۸۵۱ء کاغذ آپ کے لیے قیامت سے کچھ کم نہ تھا۔ اس غدر نے آپ کے بہت سے عزیزوں کو چھینا۔ گھر کو تہس نہس کیا۔ انگریزوں نے آپ کے خاندان کے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا جس میں آپ کے دو حقیقی بھائی بھی شامل تھے۔ آپ کے دادا مولانا محمد قاسم کے سامان تجارت کو بھی انگریزوں نے جلا ڈالا اور مکان پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح محدث سورتی اپنے والدین اور چھوٹے بھائی مولانا عبداللطیف کے ساتھ در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار کئی دن تک روپوش رہنے کے بعد کسی طرح چھپتے چھپاتے عراق پہنچے۔ عراق سے تین سال کے بعد حج و زیارت کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے۔ حج کے بعد چند ماہ کے لیے مدینہ منورہ گئے۔ پھر اس بعد راندیر کا رخ کیا۔ لیکن دوران سفر والد ماجد نے سفر آخرت کو لبیک کہا۔ راندیر پہنچنے کے بعد کچھ ہی عرصہ میں والدہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ مشہور زمانہ عالم خیر الدین محدث سورتی کی نواسی تھیں۔

والدہ کے انتقال کے بعد محدث سورتی اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مختلف علوم و فنون کی تحصیل کے لیے مختلف شہروں میں گئے اور مشہور و معروف علماء سے اکتساب فیض کیا۔ دہلی میں مدرسہ حسین بخش میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ آئے وہاں استاد العلماء مولانا محمد لطف اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ ۱۸۶۵ء میں سہارنپور گئے وہاں مولانا محمد علی سے درس حدیث لینے کے بعد ان سے سند اجازت حاصل کی۔ تکمیل علوم و فنون کے بعد مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے مشورہ پر محدث سورتی گجرات آباد پہنچے۔ جہاں مولانا شاہ فضل رحمن سے بیعت ہوئے۔ مولانا نے محدث سورتی کو سند حدیث کے ساتھ ساتھ سند خلافت بھی مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد محدث سورتی کانپور پہنچے اور یہاں پر آٹھ سال تک درس اور تدریس اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا۔ پھر محدث سورتی نے پیلی بھیت کا رخ کیا اور یہاں حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی قائم کردہ جامع مسجد میں قائم مدرسہ حافظ العلوم میں درس و تدریس کے لئے منتخب کیا۔ اور اس مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۳۰۱ھ میں محدث سورتی نے ایک مدرسہ ”مدرستہ الحدیث“ کے نام سے قائم کیا۔ یہ مدرسہ محدث سورتی کی زندگی کا ایک

۱ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ۔ ص ۲۵۷

درختہ باب اور آپ کو حیات دوام بخشے کے لیے کافی ہے۔ اس مدرسہ کانسنگ بنیاد مولانا احمد رضا بریلوی نے رکھا۔ اس موقع پر ملک و بیرون ملک کے مشاہیر علماء نے شرکت کی اور اس تاریخ ساز موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خاں نے علم حدیث پر تین گھنٹے ایک جامع تقریر فرمائی۔^۱

محدث سورتی نے مستقل چالیس برس تک علم کے شائقین کو درس حدیث دیا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں سے لوگ آپ سے درس حدیث لینے آتے۔ حتیٰ کہ لاہور کے بھی طلباء آپ سے درس حدیث لینے کے لیے آتے۔ آپ رات، دن کا زیادہ تر حصہ درس حدیث میں صرف کرتے۔ محدث سورتی انتہائی سادہ لوح انسان تھے۔ اور یہی سادگی آپ کے لباس و طعام میں بھی نظر آتی۔ نہایت ہی رحم دل انسان تھے، غریب طلباء پر آپ کی خاص نظر رہتی۔ ان کی مدد کرتے اور انتہائی محبت و شفقت سے ان سے پیش آتے۔ سنت نبوی کی اتباع آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ آپ کو تصوف سے خاص لگاؤ تھا۔ لیکن خانقاہی زندگی اور ترک دنیا سے نفرت تھی۔

محدث سورتی کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ جس میں علامہ احمد رضا خاں بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ محدث سورتی فاضل بریلوی سے بے حد متاثر تھے۔ آپ اکثر و بیشتر پہلی بھیت سے فاضل بریلوی سے ملاقات کی غرض سے بریلی تشریف لاتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری دونوں حضرات کی ملاقات کا منظر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس وقت ان دونوں کی نظریں دو چار ہوتیں، پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے، پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہو اور نہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اٹھتے ہو جاتے۔“^۲

احمد رضا خاں بریلوی بھی محدث سورتی سے ملاقات کے لیے پہلی بھیت تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ فاضل بریلوی پہلی بھیت میں تشریف فرما تھے۔ اسی دوران علامہ بریلوی اور محدث سورتی کے درمیان ایک کتاب ”عقود الدرر فی تنقیح الفتاویٰ“ کا ذکر ہوا۔ چنانچہ علامہ بریلوی نے محدث سورتی سے کتاب کی دونوں جلدیں لیکر ایک دن اور رات میں دیکھ کر واپس کر دیں۔ محدث سورتی نے پوچھا کہ کیا اس قلیل مدت کا مطالعہ آپ کے لیے کافی ہوگا۔ تو فاضل بریلوی نے جواب دیا:

”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتاویٰ میں لکھ دوں گا۔ اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔“^۳

۱ تذکرہ محدث سورتی۔ ص ۳۲۱

۲ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ، دہلی ۲۰۰۳ء ص ۲۲۱

۳ اکرام امام احمد رضا۔ مفتی برہان الحق جبل پوری۔ مطبوعہ۔ لاہور۔ ص ۵۷

حضرت محدث سورتی علامہ بریلوی سے اکثر فتویٰ طلب کرتے اور علامہ بریلوی اس کا مدلل و مفصل جواب مرحمت فرماتے۔
محدث سورتی ہمیشہ علامہ بریلوی کی عبقریت، صلاحیت اور جلالِ علمی کا دل سے اعتراف کرتے اور جا بجا اس بات کا ذکر بھی
کرتے۔ محدث سورتی علامہ بریلوی کے عشقِ رسول سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ اس کا اندازہ ظفر الدین بہاری کے اس
عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

”ایک مرتبہ سید محمد کچھو چھوی نے دریافت کیا کہ آپ کو مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بیعت حاصل ہے۔ لیکن میں
دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں، اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ اور ان کے فضل و کمال کا خطبہ
آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔“

محدث سورتی نے مولانا محمد کچھو چھوی کے اس دریافت کا جواب کچھ اس طرح دیا:

”سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحق سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب
ہوئی بلکہ وہ ایمان جو ذریعہ نجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا اور میرے سینے میں پوری طرح عظمت کے ساتھ
مدینہ کا تصور جمانے والے اعلیٰ حضرت ہیں۔ اس لیے ان کے تذکرے میں میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے
ایک ایک کلمہ کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔“

احمد رضا خاں بریلوی جب محدث سورتی سے مراسلت کرتے تو آداب و القاب اس طرح لکھتے:

”الاسد الاسد والاشد کنزالکرامۃ جبل الاستقامت“

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب دونوں حضرات کی مخلصانہ دوستی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولانا وصی احمد المحدث السورتی من خالص اصداقائه مع ان المحدث السورتی
اکبر منہ بنحو عشرين سنة“

محدث سورتی کا انتقال ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۲ھ میں پبلی بھیت میں ہوا۔ تجہیز و تکفین میں آپ کے شاگرد مولانا حافظ
محمد اسماعیل محمود آبادی پیش۔ پیش تھے۔ نماز جنازہ بعد نماز ظہر فاضل بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے پڑھائی۔
پبلی بھیت میں ”مدرستہ الحدیث“ کے قریب مسجد کے احاطہ میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے شاگرد مولانا سید مصباح الحسن
بیان کرتے ہیں:

۱ امام احمد رضا کی فقہی بصیرت۔ عطاء المصطفیٰ ر معارف رضا ۱۹۸۸ء۔ ص ۹۲

۲ مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات۔ ڈاکٹر محمود حسین بریلوی۔ ص ۱۵۸

۳ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۲۲۱

۴ شیخ احمد رضا خاں بریلوی۔ الدکتور محمد مسعود احمد۔ ص ۲۹

”حضرت کی تمنا تھی کہ میری موت حدیث پڑھاتے ہوئے آئے، چنانچہ بوقتِ وفات مشکوٰۃ شریف آپ کے سینے پر تھی

اور اھدنا الصراط المستقیم پر روح نے جسم سے جدائی اختیار کی۔“

احمد رضا فاضل بریلوی نے محدث سورتی کی تاریخ وفات درج ذیل آیت کریمہ سے نکالی ہے:

”یَطَافُ عَلَيْهِمْ بِأَنْبِيَاءٍ مِنْ فَضَّةٍ وَأَكْوَابٍ“ ۱۳۳۷

لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ جو محدث سورتی کی تاریخ وفات ہے وہی احمد رضا خاں بریلوی کی بھی تاریخ وفات ہے۔ صرف

فاضل بریلوی کے تاریخ انتقال استخراج کرنے کے لیے یطاف سے قبل ”واو“ کا اضافہ کریں۔ ویطاف عَلَيْهِمْ بِأَنْبِيَاءٍ

من فضة واکواب۔ ۱۳۳۷ھ

احباب: علامہ احمد رضا بریلوی کے علاوہ جو شخصیات آپ کے حلقہ احباب میں شامل تھیں ان میں چند یہ ہیں مولانا عبدالقادر بدایونی،

مولانا عبدالعلی آسی، مولانا عبدالکریم حسن گنج مراد آبادی، مولانا ارشاد حسین کانپوری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا دیدار علی شاہ الوری،

مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت کثیر ہے۔ ان میں چند صاحب تصانیف نامور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، سابق چیرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

۲۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری

۳۔ مولوی ثار احمد مفتی اعظم، آگرہ

۴۔ مولانا مفتی عبدالقادر لاہور

۵۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری

۶۔ مولانا سید خادم حسین ابن پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

۷۔ مولانا سید مصباح الحسن پھونڈوی

۸۔ مولانا عبدالعزیز خاں محدث بجنوری

۹۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی

۱۰۔ قطب مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی

۱۱۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہ۔

تصانیف:

محدث سورتی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی بیشتر تصانیف مطبوعہ ہیں۔ اور کچھ تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ اور کچھ تصانیف

مندر حوادث ہو گئیں۔

۱۔ حاشیہ سنن نسائی شریف (مطبوعہ نظامی پریس کانپور)

۲۔ حاشیہ طحاوی (مطبوعہ، مصر)

۳۔ تعلیق المجلی شرح منیة المصلی (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء)

۴۔ افادات حصن حصین

۵۔ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ (مطبوعہ بریلی، الیکٹریک پریس ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۷ء)

۶۔ اظہار شریعت (مطبوعہ بریلی الیکٹریک پریس ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۷ء)

۷۔ النقع الشواہد (مطبوعہ نظامی پریس، کانپور ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۶ء)

۸۔ تعلیقات شروح الربیعہ ترمذی (مطبوعہ مطبع نظامی پریس، کانپور ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۴ء)

۹۔ تعلیقات شرح ملاحسن

۱۰۔ حاشیہ مدارک

۱۱۔ حاشیہ بیضاوی

۱۲۔ حاشیہ جلالین

۱۳۔ حاشیہ شرح معانی الآثار (مطبوعہ مطبع المصطفائی، کانپور ۱۳۰۰ھ)

۱۴۔ حاشیہ مقامات حریری

۱۵۔ حاشیہ شافیہ

۱۶۔ حاشیہ میبذی

۱۷۔ شرح السنن لابی داؤد

۱۸۔ شرح مشکوٰۃ البصایح

۱۹۔ شرح شفا (ملا علی قاری)

۲۰۔ حاشیہ مؤطا امام محمد

۲۱۔ کشف انعمانہ عن سنیۃ العامہ (۱۲۲۶)

مولوی عبدالحق خیرآبادی

مولانا عبدالحق خیرآبادی دہلی میں ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد علامہ فضل حق خیرآبادی سے مختلف علوم و فنون کی تحصیل کی اور ۱۲ سال کی قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں آپ دہلی میں ہی مقیم تھے۔ بغاوت کے

۱ ان کتب کی فہرست کے لیے دیکھئے۔ تذکرہ محدث سورتی۔ ص ۳۲۳ تا ۳۶۳

۲ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمن علی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۲۷۹

جرم میں آپ کے والد ماجد کو کالا پانی کی سزا دی گئی۔ والد کی رہائی کے لیے لکھنؤ پہنچ کر پیروی کی۔ اس کے بعد اپنے وطن خیر آباد آگئے اور کچھ عرصہ یہیں گزارا۔ تقریباً دو سال تک آپ ریاست ٹونک سے وابستہ رہے اس کے بعد گورنمنٹ بنگال کی درخواست پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کی ملازمت اختیار کی۔ لیکن جب آپ کی خودداری اور غیرت پر آنچ آئی تو آپ ملازمت سے استعفیٰ دیکر اپنے وطن واپس آگئے۔ جب وطن واپسی کی اطلاع نواب کلب علی خاں کو ہوئی تو انہوں نے مولوی عبدالحق صاحب کو رامپور بلا کر حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ کا پرنسپل بنا دیا۔ ۱۲۸۲ء سے ۱۳۰۰ء تک آپ مدرسہ عالیہ رامپور کے صدر رہے۔ مولانا کے درس کی بہت شہرت تھی۔ دور دور سے طلباء اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے ان کی خدمت میں آتے۔ آپ کو منطق اور فلسفہ میں تبحر حاصل تھا۔ بے انتہا صلاحیت اور تبحر علم کے معترف آپ کے معاصر علماء بھی تھے۔ ”صاحب نزہۃ الخواطر“ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کان اماماً جوالاً فی المنطق و الحکمة، عارفاً بالنحو و اللّغة ذاسکینة و وقار

و وفوی ذکاء و حسن تعبیر۔“

مولانا کا رخش قلم تصنیف و تالیف کے میدان میں رواں دواں نظر آتا ہے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں لیکن جن تصانیف کا

پتا چلتا ہے وہ درج ذیل ہے:

۱۔ تسهیل الکافیہ معرب من شرح الکافیہ للسید الشریف

۲۔ شرح ہدایۃ الحکمة للابھری

۳۔ حاشیہ علی شرح السلم حمد اللہ

۴۔ حاشیہ علی حاشیہ غلام یحییٰ علی میرزا اہد رسالۃ

۵۔ حاشیہ علی حاشیہ میرزا اہد علی شرح المواقف

۶۔ حاشیہ شرح المسلم للقاضی

۷۔ شرح علی مسلم الثبوت^۲

مولانا کے شاگردوں میں

آپ کا انتقال ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ ۳ میں ہوا۔ مولانا کو انگریزی گورنمنٹ کی طرف سے ۱۸۸۸ء میں شمس العلماء کا خطاب

^۱ نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحق۔ جلد ہشتم۔ ص ۲۲۳

^۲ نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحق۔ جلد ہشتم۔ ص ۲۲۳

^۳ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمن علی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۲۸۰

ملا ۳۔ منشی امیر احمد مینائی نے مولوی عبدالحق کا قطعہ تاریخ وفات کہا:

”شمس العلماء ز ظلمت دھر چول تیرزا بر تیرہ برحت

برلوح مزار امیر بنویس آرام کہ امام وقت است“

فضل رحمٰن گنج مراد آبادی

مولانا فضل رحمٰن ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ”فضل رحمٰن“ آپ کا تاریخی نام ہے۔ اور یہ تاریخی نام مولانا سید عبد الرحمٰن نے ہی تجویز کیا تھا۔ سید عبد الرحمٰن آپ کے والد ماجد شاہ اہل اللہ کے پیرو و مرشد تھے۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے گھر پر ہی ہوئی۔ اس کے بعد مرید مولانا نور الحق بن انوار الحق فرنگی محلی سے حاصل کرنے کے بعد مولانا حسن علی لکھنوی کی معیت میں دہلی پہنچ کر حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کے درس حدیث میں شریک ہو کر پوری بخاری شریف کی سماعت کی۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس آئے۔ ۱۲۳۹ھ میں شاہ عبد العزیز دہلوی کے انتقال کے بعد ایک بار پھر دہلی گئے اور حضرت شاہ محمد آفاق کے فیض صحبت میں رہ کر منازل طریقت طے کیے اور آپ ہی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ کی اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے وطن واپس لوٹ آئے اور عرصہ دراز تک ملاواں میں مقیم رہے۔ لیکن بیوی کے انتقال کے بعد گنج مراد آباد میں دوسری شادی کی اور وہیں رہنے لگے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے۔ تہجد، اشراق اور چاشت کی نماز می پابندی کرتے۔ مولانا نہایت ہی متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ زیادہ سے زیادہ وقت یادِ الہی میں صرف کرتے۔ ایک جگہ مولانا خود فرماتے ہیں:

”خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے استنجہ اور ڈھیلے لینے کے پابند رہے اور تین سال کی عمر سے وضو کر کے نماز پڑھتے، سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے اور دس برس کی عمر سے اب تک (۱۳۱۳ھ) باجماعت بفضلہ نماز ادا کرتے رہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ باوجود اس کے آپ اپنی زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے۔ کبھی بھی لباس فاخرہ کی تمنا نہ کی صرف ایک جوڑا معمولی کپڑا ہی ان کے لیے کافی ہوتا۔ دوسرے کپڑے کی خواہش تب تک نہ کرتے جب تک پہلا خراب نہ ہو جاتا۔ کھانے میں آپ مونگ کی دال اور چاول نوش فرماتے۔ مٹی اور باجرے کی روٹی بھی آپ کو پسند تھی۔

آپ کو قرآن و حدیث پر کامل دسترس حاصل تھا۔ روزانہ درس قرآن و حدیث ارشاد فرماتے۔ جس کی وجہ سے ارادت

۱ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۱۲۴

۲ تذکرہ رحمانی۔ علامہ شاہ بھولے میاں، جوہر فضل رحمانی۔ ص ۱۳ مطبوعہ کراچی

مندوں کا ہجوم رہتا۔ ایک مرتبہ دورانِ درس نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تشریف لائے۔ مولانا فضل رحمٰن نے فرمایا مولانا تم نے اپنی کتاب ”مسک الخيام“ میں جو لکھا ہے وہ سناؤ، چنانچہ مولانا بھوپالی نے عبارت سنائی:

”التحیات میں السلام علیکم سے خطاب اس لیے ہے کہ آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے۔ ذرے میں موجود ہیں۔ نمازی کو چاہئے کہ آنحضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیونکہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود اور حاضر ہیں۔۔۔۔۔“

اس پر آپ نے فرمایا:

”شاباش حق پسندی اسی کا نام ہے، خود سوچو کہ جب آنحضرت علیہ السلام عالم کے ذرے میں موجود و حاضر و ناظر ہیں تو بھی حیات حقیقی سے کیسے سرفراز ہونگے، مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے۔“

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ حصولِ علم اور دین کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر سفر میں گزرا۔ جب عمر زیادہ ہوئی تو ترک سفر کر کے گنج مراد آباد میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں بڑے۔ بڑے علماء اور مشاہیر آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتے۔ احمد رضا بریلوی بھی آپ سے ملاقات کی غرض سے گنج مراد آباد گئے۔ ”تذکرہ علماء اہل سنت“ کے مصنف لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا ۱۳۱۹ھ میں شیخ المحدثین مولانا وصی احمد محدث کی رفاقت میں گنج مراد آباد آپ کی ملاقات کو پہنچے، حضرت نے مولانا بریلوی کا قبضہ سے باہر نکل کر استقبال کیا، اور اپنے مخصوص بجرے میں مہمان ٹھہرایا۔ اور عصر کے بعد کی صحبت میں آپ کے بارے میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا ”مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے“ اور اپنی ٹوپی اڑھادی اور ان کی خود اوڑھ لی۔“

ڈاکٹر علامہ اقبال ایک مرتبہ لکھنؤ میں وزیر بھوپالی منشی امتیاز علی کے یہاں بطور مہمان ٹھرے تھے۔ امتیاز علی علامہ اقبال کو مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے ملانے کے لیے گئے، بوقت ملاقات علامہ اقبال نے یہ خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ:

”والہبناہ مجت خود سبب دیدار ہے۔ تم اپنے میں وہ بات پیدا کر لو کہ آنحضرت علیہ السلام کی نگاہ مبارک خود تمہاری طرف اٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔“

مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی نے طویل عمر پائی کہ ۱۰۵ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو دارفانی سے کوچ کیا۔ سلسلہ قادریہ میں آپ کا سلسلہ انیس واسطوں سے حضرت غوث پاک تک اور ۳۱ واسطوں سے سرور کائنات محمد ﷺ تک پہنچتا ہے۔

۱ تذکرہ رحمانی۔ علامہ شاہ بھولے میاں، جوہر فضل رحمانی۔ ص ۱۵۶

۲ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ مطبوعہ کانپور۔

۳ تذکرہ رحمانی، علامہ شاہ بھولے میاں، جوہر فضل رحمانی۔ ص ۱۱۸

مجموعہ کلام ”بہشتی چراغ“ اور رسائل یاد فیضان شریعت ”اور میلاد کاراز“ آپ کی یادگار ہیں۔^۱

مولانا ارشاد حسین رامپوری

مولانا ارشاد حسین رامپوری ایک بزرگ ترین عالم، شیخ اور مصلح قوم تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۳ صفر ۱۲۳۸ھ میں ہوئی۔^۲ آپ کے والد حکیم احمد حسین تھے۔ ان سے آپ نے فارسی پڑھی۔ اس کے علاوہ علمائے رامپور اور لکھنؤ سے علوم عقلیہ و نقلیہ اور مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کی۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد دہلی جا کر مولانا شاہ احمد سعید مجددی کے مرید ہوئے اور پھر اپنے مرشد سے اجازت و خلافت سے سرفراز ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث و تفسیر میں بھی ملکہ حاصل کیا۔ ملک پرانگریزی اقتدار اور حالات کی ابتری کی وجہ سے مرشد شاہ احمد سعید نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد حسین رامپوری کو دہلی سے رامپور جانے کا حکم دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد مولانا رامپوری اپنے خادم محمد موسیٰ بخاری کے ہمراہ پاپیادہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور آٹھ ماہ میں یہ سفر طے کر کے حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور پھر مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری دی اور وہیں شیخ کی زیارت سے بھی شاد کام ہوئے۔ اور پھر شیخ کے حکم سے رامپور واپس ہوئے اور یہاں مولانا عبد الکریم کی خانقاہ کے حجرے میں سکونت اختیار کی اور اسی حجرے میں نور ۹ ماہ کی مدت میں قرآن کریم حفظ کیا۔^۳ درس و تدریس، اور ادو وظائف اور حلقہ ذکر میں ہی آپ کا وقت گزرتا۔ ہر جمعہ کو اپنی مسجد میں وعظ فرماتے، وعظ اس قدر موثر ہوتا کہ سننے والے گریہ و بکا کرنے لگتے۔ آپ ایک بلند پایہ مدرس تھے۔ ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۷ء میں اپنے ہی مکان میں ایک مدرسہ ”ارشاد العلوم“ کے نام سے قائم کیا۔ جس میں دور دراز کے طلباء آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر مختلف علوم و فنون حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ آپ ایک جلیل القدر فقیہ بھی تھے۔ دور دراز کے علماء آپ سے فتویٰ طلب کرتے اور آپ نہایت خوش اسلوبی سے سب کے جوابات تحریر فرماتے۔ فتویٰ نویسی کے لیے منگل اور جمعرات کا دن مقرر تھا۔ مشہور معتزلی عالم ”شبلی نعمانی“ نے رامپور میں آپ سے فقہ کا درس حاصل کیا۔^۴

نواب قطب الدین خاں دہلوی کے رسالہ مناقب امام اعظم کے رد میں دین غیر مقلدیت کے پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی نے ”معیار حق“ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر امام آئمہ پر زبان طعن و سب و شتم دراز کی تو آپ نے حمایت حق کے لیے ”انتصار الحق“ لکھا۔ جس کو مولوی محمد احسن نانوتوی مقیم بریلی نے اپنے مطبع صدیق بریلی سے چھپوا کر شائع کیا۔^۵ بہت سے

^۱ ماہنامہ معارف رضا، کراچی۔ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ فروری ۲۰۰۱ء

^۲ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۴

^۳ معارف عنایت۔ حامد علی خاں۔ ص ۱۳

^۴ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۵

^۵ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمن علی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۲۸۸

نامور علماء کا شمار آپ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ جیسے مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری، شمس العلماء علامہ ظہور احسین رامپوری، مولانا شاہ عنایت اللہ خاں رامپوری۔ مولانا عبدالغفار خاں رامپوری وغیرہ۔ احمد رضا خاں فاضل بریلوی آپ کے بڑے مداح اور علم و فضل کے قائل تھے۔ بروز دو شنبہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا عبدالحمیٰ فرنگی محلی

مولانا عبدالحمیٰ کی ولادت ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۲ء کو اتر پردیش کے مشہور شہر باندہ میں ہوئی۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن شروع کیا اور گیارہ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اس کے بعد سترہ برس کی عمر میں علوم یا علوم مستداولہ کی تحصیل کی۔ اپنے والد کے ماموں مولوی نعمت اللہ (۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء) سے جو ریاضی داں تھے، علم ریاضی حاصل کیا۔ دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پہلی بار ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۵۹ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۶ھ میں زیارت حرمین شریفین گئے۔ سید احمد دحلان، شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جو ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی۔ آپ کو اپنے والد ماجد مولانا عبدالکلیم سے بھی تمام علوم کی اجازت حاصل تھی۔ آپ کے علم سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ درجنوں علوم و فنون کی کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے علوم کی شہرت ان کی زندگی میں ہی دنیا میں پھیل چکی تھی۔

نواب صدیق حسن بھوپالی کی غیر مقلدیت کی تردید میں رسالے تصنیف کئے۔ بڑے بڑے نامور علماء آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء بروز شنبہ لکھنؤ میں آپ کا انتقال ہوا، روہیں عارضہ صرع میں دفن ہوئے۔

حسرت نے درج ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا:

فاضل لکھنوی فطین و ذکی
شد فرنگی محل ز علم تہی

کرد رحلت جناب عبد الحمیٰ
گفت سال وفات او حسرت

۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۴ء

مولانا محمد کفایت علی کافی

آپ بلند پایہ عالم اور باکمال شاعر تھے۔ آپ ضلع بجنور کے خانوادہ سادات کے فرد تھے۔ علمائے بدایوں اور بریلی سے اکتساب علم کیا۔ شاہ ابوسعید مجددی رامپوری سے حدیث پڑھی اور علم طب مولانا حکیم شیر علی قادری سے حاصل کیا۔ آپ نے

۱ نزہۃ الخواطر۔ عبد الحمیٰ رائے بریلوی۔ جلد ہشتم۔ ص ۲۳۴

۲ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمن علی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۲۸۸

انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد صادر کیا۔ جس کی پاداش میں جنرل جونس کے حکم سے ۱۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں برسرِ عام تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ جب آپ کو پھانسی کے حکم کی خبر ملی تو بے حد خوش ہوئے۔ جب پھانسی کے لیے آپ کو لے جایا جا رہا تھا تو آپ با آواز اپنی خود لکھی ہوئی نعت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے جس کا مطلع یہ تھا:

”کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا۔ پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا۔“^۲

احمد رضا فاضل بریلوی کو آپ سے بے حد محبت و عقیدت تھی۔ مولانا بریلوی نے مولانا کفایت علی کافی کو نعتیہ شاعری کا شہنشاہ کہا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم۔

”کافی سلطان نعت، رضا وزیر اعظم“^۳

محدث بریلوی نے نعتیہ شاعری میں انہیں سے فیض حاصل کیا تھا۔

مولانا محمد عمر حیدر آبادی

آپ مولانا سید شاہ حسینی کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مدرسہ مجبویہ میں مولانا امیر احمد کوہاٹی سے صرف و نحو، ادب و منطق، فقہ و حدیث کا درس لیا۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ آپ ایک بلند پایہ مجوّد اور قاری بھی تھے۔ اس لیے تجوید و مشق کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ بڑے بھائی حضرت مولانا سید شاہ محمد صدیق الحسن سے مرید ہوئے۔ آپ کو شعر و شاعری ورثہ میں ملی تھی کیونکہ آپ کے والد ماجد صاحب تصنیف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب دیوان شاعر تھے۔ مولانا محمد عمر شاعری میں غلیق تخلص کرتے تھے۔ آپ اصلاح معاشرہ کے لیے ہمیشہ کوشاں اور فکر مند رہتے تھے۔ یہ آپ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جمعہ کی نماز کے وقت حیدرآباد کی دکانیں بند ہو جاتی تھیں۔ مولانا نہایت خوش اخلاق اور سادگی پسند انسان تھے۔ وعظ نہایت مؤثر ہوتا۔ آپ روزانہ مکہ مسجد میں ایک رکوع کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ مذہباً آپ حنبلی تھے اور فقہ حنبلی سے متعلق آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔

۱۳۲۲ھ میں احمد رضا بریلوی کی دعوت پر مدرسہ اسلامیہ کے جلسہ دستار بندی میں شریک ہونے کے لیے بریلی آئے، یہاں فاضل بریلوی نے معانقہ کے بعد دیر تک آپ کا ہاتھ اپنے قلب پر رکھ کر ”اے گل ز تو خرمندم تو بولے کسے داری“ فرماتے رہے۔^۴

۲۰ صفر بروز جمعہ ۱۳۳۰ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ مکہ مسجد حیدرآباد میں پڑھی گئی۔ احمد رضا بریلوی نے

۱ جنگ آزادی۔ محمد ایوب قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء۔ ص ۵۶۶، ۵۶۷

۲ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۱۹

۳ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۹۱۲

۴ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۱۸۷

گیارہ اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔

وفات

محدث بریلوی کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ بروز جمعہ ۲ بج کر ۲۸ منٹ پر "گلِ نفیس ذائقۃ الموت" کا فرمان جاری ہوا۔ اور فاضل بریلوی نے عین جمعہ کے وقت فرمانِ الہی پر لبیک کہا۔

فاضل بریلوی نے اپنی تمام زندگی تجدید و احیاء دینِ متین کی تکمیل میں گزاری۔ انہوں نے اپنی زندگی کو ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر قربان کیا۔ تمام عمر گلشنِ اسلام کی آبیاری میں صرف کیا اور اگر کہیں بھی آپ کو محسوس ہوا کہ گلشنِ اسلام کے سبزہ زار پر خزاں منڈلا رہی ہے تو آپ فوراً قلمی تیغ لیے نکل پڑتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی عظمت و بلندی کا اعتراف عرب و عجم نے کیا۔ آپ ایک ایسی شخصیت کے حامل تھے جن کے انتقال کی خبر سے نہ صرف آپ کے ممدوحین تڑپ اٹھے بلکہ جن سے فاضل بریلوی کی زندگی بھر قلمی لڑائی اور چشمک چسپتی رہی وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آج ہندوستان کا ایک بہت بڑا فقیہ اس دنیا سے جا رہا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھا ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔“

مولانا نور شاہ کشمیری نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

”مولوی احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے۔ ان کا اخیر وقت ایک مردہ سنت (اذانِ بینِ یذہ خسارج

مسجد) کے احیا میں گزرا۔“^۲

لاہور کے ”پیہ اخبار“ نے اپنی تعزینی نوٹ میں لکھا:

”آپ ہندوستان میں علومِ اسلامیہ دینیہ کے آفتاب، بڑے فاضل اور بقرہ و جید عالم تھے۔ آپ کی وفات سے ایک برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ آپ صادق مسلم کا صادق نمونہ اور پابندِ شرع تھے اور ہمیشہ ترویجِ علومِ اسلامیہ میں مصروف رہے۔ آپ سے فیض پانے والوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہندوستان کے تہذیبی حلقوں اور علمائے دین میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔۔۔۔۔۔ اس میں کلام نہیں کہ مخالفین تک مرحوم کی اعلیٰ اور بے نظیر قابلیت کے دل سے معترف تھے۔“^۳

احمد رضا محدث بریلوی ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن صبح سے ہی سفرِ آخرت کی تیاریوں میں مصروف رہے، جانِ داد کے متعلق

^۱ فاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی۔ مطبوعہ، بدایوں ۱۹۲۳ء ص ۶۶

^۲ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۱۰۲۱

^۳ پیہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء ص ۲

وقت نامہ تحریر فرمایا، جان داد کی چوتھائی آمدنی کا خیر میں رکھی باقی اپنے ورثاء پر بہ حصص شرعی فرمائی، پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا، آپ نے وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ قبل ہی تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصیتیں کر دیں جو درج ذیل باتوں پر مشتمل ہیں۔^۱

۱۔ شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ سے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔ جنی یا حائض نہ آنے پائے، کشتا مکان میں نہ آئے۔

۲۔ سورہ یسین و سورہ رعد با آواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ تک دم آنے تک متواتر با آواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

۳۔ بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں۔ بسم اللہ و علی ملہ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلا دیا جائے۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیے جائیں، پھر اصلاً کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو، کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں، جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

۴۔ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خاں وہ دعائیں جو فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب از بر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

۵۔ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو جنازہ کے آگے۔ آگے اگر پڑھیں تو ”تم پہ کروڑوں درود“ اور ذریعہ قادر یہ (یہ دونوں نظمیں فاضل بریلوی کی ہیں) اول کا مطلع یہ ہے:

”کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود“
اور دوسرے کا مطلع یہ ہے:

”وہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیسرا
”نہیں“ سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیسرا“

۶۔ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یونہی قبر پر۔

۷۔ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشٹارہ لگا دیں۔

۸۔ جب تک قبر تیار ہو سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہم ثبت عبیدک

هذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رہیں، اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۹۔ بعد تیاری قبر سرہانے الحمد تامفلحون پانچویں آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار با آواز بلند حامد رضا

۱ ایمان افروز وصایا، مولانا حسین رضا خاں۔ مطبوعہ۔ الجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۸۳ء

خان اذان کہیں، پھر سب واپس آئیں۔ میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں۔ پیچھے ہٹ۔ ہٹ کر پھر اعزہ واجباہ چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹے میرے مواجہہ میں درود شریف اسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں، پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارہ ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف اسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے۔

۱۰۔ کفن پر کوئی دو مثال یا قیمتی چیز یا شامیانہ ہو کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

۱۱۔ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے۔ صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کہ کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

۱۲۔ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو، فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز، اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا ہو، شامی کباب پرائی اور بالائی فیرنی، ارد کی پھری دال مع ادک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اگر چہ روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر ہو۔ میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

۱۳۔ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں۔ میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل، یہ شرعی مسئلہ ہے۔ میں کہتا ہوں نہ رورعایت سے ان کی غلط فہمی سے ان پر ان کی اطاعت و محبت واجب ہے اور ان پر بھی ان سے شفقت و محبت لازم ہے، جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض رہے گی۔

۱۴۔ رضا حسنین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتیٰ الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق بخشنے والسلام۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی وصایا قلمبند ہوئے (دستخط) فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم خود

بحالت صحت و حواس واللہ شہید ولہ الحمد وصلیٰ للہ تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وجزبہ الیٰ ابد الابدین، آمین و الحمد للہ رب العالمین۔

آپ کے وصال کے وقت برادر خورد محمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا حسنین رضا خاں موجود تھے اور اس الوداعی سفر کا روح پرور ایک ایک منظر اپنی آنکھوں سے خود دیکھا اور بیان فرمایا:

”فاضل بریلوی نے وصیت نامہ تحریر کروایا۔ وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے۔

جب دو بجتے میں چار منٹ باقی تھے، تو (آپ نے) وقت پوچھا، عرض کیا گیا (کہ اس وقت ایک بج کر چھتیس منٹ ہو رہے ہیں) گھڑی کھلی رکھ دو، یکا یک ارشاد فرمایا کہ تصاویر بٹا دو (حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ) یہاں تصاویر کا کیا کام۔ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا ”یہی کارڈ لفافہ، روپیہ، پیسہ“ پھر ذرا وقفہ سے برادر معظم مولانا حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا ”وضو کر

آؤ، قرآن عظیم لاؤ، ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادر مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا، ”اب بیٹھے کبیا کر رہے ہو، سورہ یسین شریف اور سورہ رعد شریف تلاوت کرو۔“ اب (آپ کی) عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔ (آپ نے) ایسے حضور قلب اور تيقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہو یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیروزبر میں اس وقت فرق ہو خود تلاوت فرما کر بتادی۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام وکمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں۔ پھر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) پورا پڑھا، جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا، ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ میں لمعات خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا جنہیں سرکار مصطفیٰ ﷺ ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔“

احمد رضا فاضل بریلوی کے غسل میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ شریک تھے۔ آپ کی لحد جناب سید ظہیر علی صاحب نے کھودی۔ حسب وصیت غسل کا کام حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے انجام دیا اور حافظ امیر حسن صاحب مراد آبادی نے مدد دی۔ مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا محمد رضا خاں، مولانا حسین رضا خاں، سید محمود خاں صاحب، سید ممتاز علی صاحب و دیگر حضرات پانی دینے میں مصروف رہے۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب دیگر خدمات کے لیے، وصیت نامہ کی دعا لوگوں کو یاد کراتے رہے۔ حجۃ الاسلام حامد رضا خاں صاحب نے مواضع سجد پر کافور لگایا۔ مولانا نعیم الدین نے کفن پچھایا۔ الغرض غسل و تکفین سے فراغ حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا، گھر میں عورتوں کی اور باہر مردوں کی کثرت تھی۔ کاندھادینے کی خواہش میں آدمی پر آدمی گر رہے تھے۔ وجد و شوق نے لوگوں کو از حد خود رفتہ بنا دیا تھا۔ جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔ جنازہ ہر وقت بیس کاندھوں پر رہا۔ پورے شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے عید گاہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی مصنف ”بہار شریعت“ نے پڑھائی۔ بعد نماز عید گاہ میں زیارت کرائی گئی۔ حسب وصیت نعت خواں ”کروڑوں درود“ والی نظم پڑھ رہے تھے۔

فاضل بریلوی نے اپنی زندگی ہی میں اپنے وصال کی تاریخ اس آیت کریمہ سے نکالی تھی:

”ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب“ ۱۳۲۰ھ

—۳—

دینی و علمی خدمات

اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا میں کچھ اسی شخصیتیں پیدا کرتا ہے جن کو دین اور دنیا دونوں سعادتوں سے بھر بہرہ و فرس مانتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جس کو محبوب رکھتا ہے اس کو تقہ فی الدین دیتا ہے اس کو اپنے دین کے کام کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ احمد رضا بریلوی بھی ان منتخب شخصیات کی فہرست میں ہیں جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے دینی خدمات کے لیے منتخب کیا۔ مولانا بریلوی نے دینی خدمات کے لیے تعلیم اور تعلم کا راستہ چنا۔ سینکڑوں طلباء نے بالواسطہ اور بلاواسطہ آپ سے دینی تعلیم حاصل کر کے علماء و فضلاء کی صف میں شامل ہو کر درس و تدریس کے سلسلے کو آگے بڑھایا اور آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ شہسور بریلوی میں فاضل بریلوی کا قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام ہے جو دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پیغام پھیلا رہا ہے۔ اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ فضلاء اور علماء مختلف ممالک میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم منظر اسلام کا آغاز خود احمد رضا بریلوی نے اپنی جیب خاص سے کیا۔ یہاں تک کہ مدرسین کی تنخواہ اور دیگر مصارف کا بھی بار اٹھاتے رہے۔ اس مدرسہ کا تاریخی نام ”منظر اسلام“ فاضل بریلوی کے برادر خورد حسن رضا خاں نے تجویز فرمایا۔ علامہ بریلوی کا یہ مدرسہ ۱۹۰۴ء/ ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا اس مدرسہ سے پہلے ایک اور عربی مدرسہ فاضل بریلوی کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے ۱۸۲۷ھ میں بریلی میں مصباح العلوم کے نام سے قائم کیا تھا۔ احمد رضا فاضل بریلوی اپنے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام میں کچھ مدت تک درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے لیکن فتویٰ نویسی اور دیگر دینی و ملی مصروفیات کی وجہ سے تدریسی مشغلہ زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا تو دارالعلوم کا تمام نظام اپنے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں کے سپرد کر کے خود فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری (خلیفہ و تلمیذ محدث بریلوی) نے لکھا ہے کہ محدث بریلوی سے ہزاروں طلباء مستفید ہوئے۔^۱

علامہ بریلوی سے نہ صرف طلبہ بلکہ علماء نے بھی استفادہ کیا ہے۔ دارالعلوم منظر اسلام نے اپنی ابتدائی تین سال کی مختصری مدت میں درس و تدریس، اخلاقی اور تہذیبی تربیت کے ذریعہ ملک بھر میں شہرت کا پرچم لہرا دیا۔ چنانچہ اتاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ سلامت اللہ رامپوری نے حسن رضا کے دورِ اہتمام میں منظر اسلام کا معائنہ فرمایا اور اس کی تفصیلی رپورٹ احمد رضا فاضل بریلوی کو تحریری شکل میں بھیجی۔ اس تفصیلی رپورٹ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

”تمام ہندوستان اس وقت جو دبدبہ و شوکت، جاہ و حشمت، اقبال و ہمت، قوت و ثروت ظاہری و معنوی، علمی و عملی حق تعالیٰ نے جناب حامی دین و وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ علیہ بطول بقاء کو عطا فرمایا ہے۔ وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہیں۔ بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور، حسب الطلب فقیر راقم الحروف یہاں حاضر ہوا۔ احوال مدرسہ و مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی و متوسط اور انتہی کے متعدد جلسہ امتحان میں شریک ہو کر علوم دینیہ ضروریہ معقول و منقول سے خصوصاً علم تفسیر و حدیث، فقہ و سیر، اصول و قواعد وغیرہ میں امتحان کی کیفیت سے مطلع ہوا۔“

^۱ محمد ظفر الدین بہاری، چودھویں صدی کے مجدد۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۱۸ء، ص ۵۹-۶۰

الحمد للہ کہ برکتِ حسنِ سعیِ مدرسین اور خوبیِ انتظامِ ناظمین اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا۔ لایزال یغرس فی هذا الدین غرسا سیعملہم فی طعته۔ بالخصوص منتہی طلبہ کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب، نیز تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

حضرت سراج الملتہ والدین آگے تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے، ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دامِ مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ایسے برکات جاری ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات و کدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ اور ملت بیضاء شریفہ حقیقہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔“

منظر اسلام کی سو سالہ دینی اور علمی خدمات کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس چشمہ علم و فن سے ملک و بیرون ملک کے طلباء فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش، نیپال، افریقہ، سری لنکا، برما، جارجیا، چین، لیبیا، شام، اور سعودی عربیہ وغیرہ کے طلباء یہاں سے مختلف علوم و فنون اور دینی شعور و ادراک میں کمال پیدا کر کے۔ پورے عالم میں علم و عرفان کی شمع روشن کرتے رہے۔

دارالعلوم منظر اسلام کا تعلیمی نصاب:

درجہ اول عربی: میزان و منشعب، پنج گنج، نجومیر، گلستاں، بوتتاں، فیض الادب اول، کبریٰ۔

درجہ اول فارسی: تسہیل المصادر، آمدنامہ، فارسی کی پہلی دوسری کتاب، تعمیر الادب حصہ پنجم، منہاج العربیہ، قانون شریعت حصہ اول

درجہ دوم: شرح مائتہ عامل، ہدایت النحو، نور الایضاح، مینیۃ المصلی، علم الصیغہ، فیض الادب ثانی، ہدایت الحکمت، ہدایت المنطق

درجہ سوم: کافیہ، قدوری۔ اصول الثاشی، فصول اکبری، قلیوجی، مرقات

درجہ چہام: شرح جامی، شرح وقایہ، شرح تہذیب، نور الانوار، سراجی، ہدایۃ الحکم۔

درجہ پنجم: جلالین اول، مؤطا امام محمد، معانی الادب، الذہار العرب، تلخیص المفتاح، قطبی، ہدیہ سعیدیہ۔

درجہ ششم: مشکوٰۃ اول، جلالین آخر، شرح عقائد، ملاحسن، دیوان متبنی، منشورات، ہدایہ اولین

درجہ ہفتم: مشکوٰۃ آخر، مسلم الثبوت، توضیح و تلویح، المعتمد، مختصر المعانی، ملا جلال، حمد اللہ میبذی

درجہ ہشتم: بخاری شریف، مسلم شریف، ہدایہ آخرین، بیضاوی شریف، ترمذی شریف۔

منظر اسلام کی سند یوپی بورڈ سے منظور شدہ ہے۔

درس نظامی میں شامل نحوی، لغوی گرامر پر مبنی علوم کے بارے میں علامہ بریلوی فرماتے ہیں:

”وہ بقدر توسل و بقصد توسل سیکھے جائیں نہ یہ کہ انہیں ہی مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں ہی عمر گزار دی جائے،

نحوی، لغوی، منطقی ادیب کہ انہیں علوم کا ہور ہے اور مقصد اصلی سے کام نہ رکھے۔“

فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں آپ ان امور کے بارے میں لکھتے ہیں:

”علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے اسی میں منہمک ہو جانے والا مقاصد اصلیہ سے محروم رہتا ہے۔ اگر یہ بقدر توسل

اور بقصد توسل سیکھے جائیں تو اس پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لیے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز

میں ہیں جب تک نماز کا انتظار کریں۔“^۱

احمد رضا فاضل بریلوی کے عہد میں منظر اسلام کا تعلیمی نصاب بہت معیاری اور بلند تھا۔ جو قابل فخر ہے۔ علامہ بریلوی کے

عہد کا تعلیمی نصاب درج ذیل ہے۔

- ۱- صرف، میزان، منہج، پنج گنج، زبدہ، دستور المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ، فصول اکبری، شافیہ۔
- ۲- نحو، نحو میر، مائتہ عامل، شرح مائتہ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی۔
- ۳- بلاغت، مختصر المعانی، مطول تاما ناقلت
- ۴- ادب: نفعۃ الیمن، سبغہ معلقات، دیوان متنبی، مقامات حریری، حماسہ
- ۵- فقہ: شرح وقایہ اولین، ہدایۃ آخرین
- ۶- اصول فقہ: نور الانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت
- ۷- منطق: صفری، صفری، ایساغوبی، قال اقول، میزان منطق، تہذیب شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، میرزا ہد رسالہ، حاشیہ غلام یحییٰ زاہد، ملا جلال، ادرکین یمین، بحر العلوم، شرح مسلم، حاشیہ عبدالعلی بر میرزا ہد رسالہ اور شرح ملا مہین۔
- ۸- حکمت: میبذی، صدر، شمس بازغہ۔
- ۹- کلام: شرح عقائد نسفی، خیالی میرزا ہد امور عامہ۔
- ۱۰- ریاضی: تحریر اقلیدس مقالہ اولی، خلاصۃ الحساب، تصریح، شرح تشریح، شرح چغمینی۔
- ۱۱- فرائض: شریفیہ۔
- ۱۲- مناظرہ: رشیدیہ۔
- ۱۳- تفسیر: جلالین، بیضاوی۔
- ۱۴- اصول حدیث: شرح نخبۃ الفکر
- ۱۵- حدیث: بخاری، مسلم، مؤطا، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

۱ فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں بریلوی جلد دہم۔ باب علم و متعلم، علم و تعلیم۔ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی۔ پاکستان ۱۹۸۸ء

بریلی کا دارالعلوم منظر اسلام جہاں درس و تدریس اور تعلیم و تربیت کا کام انجام دے رہا ہے وہیں فتویٰ نویسی جیسی اہم دینی خدمات بھی سو سال سے زائد مدت سے نجوبی انجام دے رہا ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی تاحیات بغیر کسی اجرت کے اس دینی فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ نبرۃ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری لکھتے ہیں:

”دارالافتاء بریلی میں دنیا بھر سے استفعا آتے ہیں اس دارالافتاء میں فتویٰ کے کتنے ہی رجسٹر تیار ہو چکے ہیں۔ جن کی کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی۔ مولانا اقبال اختر القادری نے بعض فتاویٰ مرتب کیے ہیں جبکہ ڈربن (افریقہ) سے انگریزی فتاویٰ کے دو مجموعے ”ازہر الفتاویٰ“ کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔“

دارالعلوم منظر اسلام کے علم و ادب کے گلستاں سے بے شمار باصلاحیت مصنف، محقق، صحافی اور مدیر نکلے جنہوں نے آگے چل کر بہت مفید علمی خدمات انجام دیں۔ یہی نہیں بلکہ منظر اسلام کے تعاون سے ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ بریلی کے پلیٹ فارم سے سینکڑوں مکتب شائع ہوئیں۔

بہر حال جامعہ منظر اسلام نے دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ ملی خدمات بھی انجام دیں ہیں جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

احمد رضا خاں بریلوی نے جہاں منظر اسلام جیسا مدرسہ قائم کر کے زبردست دینی خدمات انجام دیا۔ فتویٰ نویسی جیسی اہم کام کو انجام دیکر دین و اسلام اور شریعت محمدی کی پاسداری کی وہیں مختلف علوم و فنون پر سینکڑوں کتابیں لکھ کر علم و ادب میں بھی کام رہائے نمایاں انجام دیے۔ آپ نے ہر فن پر طبع آزمائی کی ہے چاہے وہ تفسیر، حدیث، فقہ ہو یا ادب، نحو، صرف، لغت عروض ہو یا تکمیر، جفر تو قیت لو گارثم زیجات، ہندسہ نجوم ہو یا منطق فلسفہ وغیرہ۔

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت تفسیر سے لیکر فن شعر و ادب تک تمام علوم و فنون کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان جسٹس میاں محبوب علامہ بریلوی کی علمی بصیرت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”وہ مترجم کی حیثیت میں ہوں تو شعور و بیاں اور اداؤ زبان کا ایک دبستان جدید نظر آتے ہیں۔ محدث کی حیثیت سے دیکھیں تو امام نووی، امام عسقلانی، امام قسطلانی اور امام سیوطی یاد آجاتے ہیں، فقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے کرم و توجہ سے کشکول فکر بھرتے نظر آتے ہیں۔ علم کلام میں امام احمد رضا ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کے امہ وقت اور دقت نظر کے نمائندہ ہیں، منطق اور فلسفہ کا میدان بھی اس کی شہسواری فکر سے پامال ہو جاتا ہے۔“^۲

علامہ بریلوی کے پیر و مرشد حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی بھی مولانا کی بے پناہ علمی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے سید شاہ آل رسول مارہری نے اپنے ولی عہد سید شاہ ابوالحسن احمد نوری (۱۲۵۵-۱۳۲۲ھ) کو وصیت فرمائی کہ:

^۱ ماہنامہ معارف رضا، صد سالہ جشن دارالعلوم منظر اسلام بریلی نمبر۔ کراچی پاکستان جولائی ۲۰۰۱ء ص ۱۲۹

^۲ مجلہ امام احمد رضا خاں کانفرنس، کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۱

”دیکھو! اب ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا احمد رضا اور مولانا

عبدالقادر بدایونی) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسے اصلاح کریں قبول کی جائے پھر اشاعت ہو۔“^۱

یہاں پر ایک بات قابل غور ہے کہ اس وصیت کے وقت احمد رضا فاضل بریلوی کی عمر ۲۲ برس تھی۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے ہر چیز کو دین و مذہب کے چشمہ سے دیکھا اور جو چیز اس کے برخلاف نظر آئی اس کو ترک کر

دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالرشید (استاد شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی) لکھتے ہیں:

”یہی وجہ تھی کہ آپ نے تحریک ترک مولات کے سلسلے میں ۱۹۲۰ میں ایک جامع فتویٰ دے کر دو قومی نظریے کی بنیاد

ڈال دی اور آپ کے فتویٰ ہی کے بنا پر علامہ اقبال نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں انجمن کے

جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا میں ہر معاملہ کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں

اور مسلمانوں کو بتادینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت بالکل تباہ ہو جائے گی۔“^۲

علامہ بریلوی نے انہیں علوم و فنون پر زیادہ توجہ دی جو دین و مذہب سے مطابقت رکھتے ہوں اور دین فہمی کے لیے

معاون ہوں۔ ان علوم و فنون میں علم طبیعیات اور ارضیات، علم رہا نسی، علم توحیت، علم مناظرہ و مرایا اور علم کیمیا وغیرہ ہیں۔

عقلی علوم مثلاً سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہ سے متعلق علامہ بریلوی کا نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو قرآن و حدیث کی روشنی

میں دیکھا جائے نہ کہ قرآن و حدیث کو سائنس اور منطق و فلسفہ کے اصولوں پر تو لا جائے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی قرآن و حدیث کی

روشنی میں ان علوم کو جانچ پرکھ کر صحیح و غلط کی نشاندہی کی۔ ان علوم کے ماہرین کے افکار و نظریات اگر اسلامی اصولوں سے ٹکراتے

نظر آتے تو آپ نے فوراً اس کی تردید میں قلم اٹھالیا۔ اس طرح آپ کی بہت سی تصنیفات اس سے متعلق سامنے آئیں جس میں فوز

مبین در رد حرکت زمین، رد فلسفہ قدیمہ، معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین، فلسفہ اور اسلام وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

احمد رضا فاضل بریلوی کے علمی و دینی کارناموں کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مختلف علوم و فنون پر آپ کی

بیشتر کتابیں ہیں۔ زیادہ مناسب ہو گا کہ ان علوم کی فہرست پیش کر دی جائے جن علوم میں آپ کے تصانیف کی ایک لمبی فہرست

ہے۔ فہرست درج ذیل ہے:

- | | | |
|-----------------|-----------------------------|-----------------|
| ۱۔ تفسیر | ۲۔ اصول تفسیر و علوم القرآن | ۳۔ رسم خط قرآن |
| ۴۔ حدیث | ۵۔ اسانید حدیث | ۶۔ اصول حدیث |
| ۷۔ اسماء الرجال | ۸۔ جرح و تعدیل | ۹۔ تخریج احادیث |
| ۱۰۔ لغت حدیث | ۱۱۔ فقہ | ۱۲۔ اصول فقہ |

^۱ امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد احمد مصباحی، مطبوعہ مبارک پور ۱۹۸۸ء ص ۹-۱۰

^۲ معارف رضا، کراچی، ۱۹۸۳ء ص ۷۷

۱۳۔ رسم المفتی	۱۴۔ فرائض	۱۵۔ تجوید Recitation
۱۶۔ عقائد و کلام	۱۷۔ سیر	۱۸۔ مناظرہ
۱۹۔ تصوف	۲۰۔ اخلاق	۲۱۔ سلوک
۲۲۔ فضائل رسول	۲۳۔ مناقب	۲۴۔ اذکار
۲۵۔ اوقاف	۲۶۔ حکمیر	۲۷۔ جفر Foretelling astrology
۲۸۔ توقيت E Phemeris		۲۹۔ تاریخ
۳۰۔ شعر و ادب		۳۱۔ مکتوبات
۳۲۔ ملفوظات	۳۳۔ اصلاح نصح	۳۴۔ نحو
۳۵۔ صرف		۳۶۔ لغت Vocabulary
۳۷۔ عروض	Art of Verification	
۳۸۔ خطبات	۳۹۔ تعبیر	۴۰۔ نجوم
۴۱۔ ہندسہ	۴۲۔ حساب	۴۳۔ ریاضی
۴۴۔ لوگارٹم	۴۵۔ علم مثلث	۴۶۔ ہیئت
۴۷۔ زیجات	۴۸۔ منطق	۴۹۔ فلسفہ
۵۰۔ جبر و مقابلہ		

۵۱۔ ارثماطیقی (ان تمام علوم پر "علامہ بریلوی کی تصانیف کی فہرست" آخر میں موجود ہے)

فاضل بریلوی کی جن علوم و فنون پر کثیر تصانیف ہیں اس کا اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جس سے علامہ کی علمی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تفسیر

احمد رضا فاضل بریلوی نے قرآن کی کوئی مکمل تفسیر نہیں تحریر کی ہے۔ انہوں نے سورہ ضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۸۰ جزو تک لکھ کر چھوڑ دی جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ بلکہ قرآن کی تفسیر مکمل نہ کر پانے کی وجہ دینی علمی مشاغل تھے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"مولانا بریلوی نے ترجمہ القرآن کے علاوہ قرآن کریم کی جزوی تفسیر لکھی تھی۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) کے عرس میں شرکت کے لیے بدایوں گئے تو وہاں کامل چھ گھنٹے سورہ الضحیٰ پر تقریر فرمائی اور بعد میں

فرمایا کہ ”اس سورہ مبارکہ کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو اتنی جزو تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھ سکوں۔“

آپ نے جتنی تفسیر لکھی ہے اس میں مولانا کی نکتہ آفرینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کی مختلف تصانیف میں قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیریں ملتی ہیں اگر ان کو یکجا کر دیا جائے تو تفسیر کی ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک اسکالر مولانا محمد فیض احمد اویسی مولانا بریلوی کی تفسیری خدمات پر کام کر رہے ہیں وہ اپنے ایک تحقیقی مقالہ ”امام اہلسنت اور علم تفسیر“ میں لکھتے ہیں:

یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن آپ کی تصانیف سے قرآنی ابحاث کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور فقیر اویسی نے اس کے اکثر اجزاء کو جمع کیا ہے بنام ”تفسیر امام احمد رضا“^۱

فاضل بریلوی نے کچھ اہم تفاسیر پر عربی میں معرکہ آلا حواشی بھی لکھے ہیں جس سے علم تفسیر پر آپ کی بالغ نظری کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی

۲۔ حاشیہ الدر المنثور (سیوطی)

۳۔ حاشیہ معالم التنزیل

۴۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (سیوطی)

۵۔ الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

۶۔ حاشیہ تفسیر خازن وغیرہ

فاضل بریلوی کی مختلف تصانیف کے مطالعہ سے اس فن پر علامہ کی دسترس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ انوار العلم فی معنی میعاد استجب لکم

۲۔ انباء الحی ان کلامہ البصون تبیان لکل شی

۳۔ النفخة الفاتحة من مسك سورة الفاتحة

ترجمہ قرآن (علوم نقلیہ)

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا رخس قلم ہر میدان میں چلا اور خوب چلا۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا کما حقہ حق ادا کیا۔ آ نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا جو علمی، ادبی، اعتقادی اور ہر حیثیت سے معیاری ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ ترجمہ ”کنز الایمان فی ترجم القرآن“ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء کے نام سے منظر عام پر آیا۔

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ محمد سعید احمد، مطبوعہ ممبئی، ص ۱۰۴

۲۔ معارف رضا، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۵۰-۵۲

ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ

کنز الایمان فی ترجمہ القرآن“ کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی اور بامحاورہ بھی ہے۔ اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ ناموس توحید و رسالت کی پاسداری میں یہ ترجمہ قرآن اپنی مثال ہے۔“

اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس شگفتہ رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔^۱

کسی بھی فن پر قلم اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس فن پر کامل دسترس حاصل ہو اور پھر اس فن سے متعلق جتنے بھی علوم و فنون ہیں اس پر بھی مہارت حاصل ہو۔ تبھی فن کار کے قلم سے جو چیز وجود میں آئیگی وہ بے مثال ہوگی۔ اس لیے قرآن کریم کے مترجم کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ رموز قرآن سے آگاہ ہو، عربی زبان پر مہارت صرف، نحو، علم معانی علم بیان، علم بدیع، تفسیر، حدیث عقائد و کلام اور تاریخ و سیرت پر مہارت حاصل ہونے کے ساتھ۔ ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے ایمانی اور روحانی تعلق بھی ہو تبھی مترجم ایک شاہکار ترجمہ پیش کر سکتا ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی میں یہ تمام خصوصیات موجود تھیں جس کی بنا پر قرآن کریم کا شاہکار ترجمہ ”کنز الایمان فی ترجمہ القرآن“ کی شکل میں سامنے آیا۔

علامہ بریلوی سے قرآن کریم کا ترجمہ کرانے کا کام صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف ”بہار شریعت“ کا کام تھا۔ چونکہ علی مشاغل اور کثرتِ کاری وجہ سے مولانا بریلوی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ باقاعدہ ترجمہ کا کام انجام دیتے۔ لیکن مولانا امجد علی اعظمی کے بار بار اصرار کرنے پر اس کے لیے تیار ہو گئے بغیر کسی اہتمام کے کیونکہ مولانا بریلوی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ یہ ترجمہ کرنے سے پہلے اور تراجم دیکھ لیتے اور اس سے متعلق چیزوں پر سرسری نظر ڈالتے۔ چنانچہ مولانا بدرالدین احمد ”سوانح اعلیٰ حضرت میں لکھتے ہیں:

”جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے مستقل وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور

^۱ محاسن کنز الایمان۔ ملک شیر محمد خاں اعوان۔ مطبوعہ۔ ممبئی، جس ۲۷

دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے۔ بلکہ آپ قرآن مجید کافی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فر فر فر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفسیر معتبر کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرایا۔“

اس طرح یہ فی البدیہہ ترجمہ اپنی بے شمار خصوصیات کی وجہ سے اہل علم و دانش کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے چنانچہ سعید بن یوسف زنی، امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان، اس ترجمہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے جس میں پہلی بار اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت و تقدیس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علمائے کا ہو، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الا ولین و آلا خیرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے۔ بلکہ ”ما ینطق عن الہومی“ اور ”ورفعنا لک ذکرا“ کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔“

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ:

”انہوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا۔ شان نزول ناخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت و نبوت رسالت کا تقدس

۱ سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدرالدین احمد قادری، مطبوعہ ممبئی، ۳۶۷

۲ معارف رضا۔ کراچی، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

بھی پیش نظر ہے۔^۱

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی فرماتے ہیں:

”علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔ اور جس کی کوئی

مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔“^۲

”کنز الایمان“ کی مقبولیت کا ہی سبب ہے کہ آج دنیا کے مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ Ph.D

اور M.Ph.D ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ کنز الایمان پر ۵۰ سے زائد مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ جن کی فہرست مختلف پہلوؤں سے درج ذیل ہے۔

- ۱۔ خصائص کنز الایمان۔ عبدالحکیم خاں اختر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸
- ۲۔ تسہیل کنز الایمان۔ عبدالحکیم شاہ جہا پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳
- ۳۔ کنز الایمان اور دیگر اردو تراجم قرآن علامہ یسین اختر مصباحی ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۱۹۹۱
- ۴۔ معارف کنز الایمان علامہ یسین اختر مصباحی مطبوعہ دہلی
- ۵۔ تراجم و تفاسیر قرآن میں لفظ ذنب کی تحقیق شرعی علامہ یسین اختر مصباحی ماہنامہ حجاز جدید دہلی نومبر ۱۹۹۱ء۔
- ۶۔ کنز الایمان اور عظمت توحید۔ علامہ یسین اختر مصباحی۔ ماہنامہ حجاز جدید دہلی ستمبر ۱۹۹۱ء
- ۷۔ کنز الایمان اور اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمہ قرآن علامہ یسین اختر مصباحی سے معیاری ترجمہ قرآن۔ مشمولہ کنز الایمان جدید ایڈیشن دہلی۔
- ۸۔ کنز الایمان اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمہ قرآن (ہندی) علامہ یسین اختر مصباحی سے معیاری ترجمہ قرآن (ہندی) مشمولہ کنز الایمان ہندی ایڈیشن۔
- ۹۔ کنز الایمان کا مطالعہ تین رخ سے۔ علامہ ارشد القادری ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۱۹۹۶ء
- ۱۰۔ کنز الایمان اور صدر الشریعہ علامہ عبدالباقی نعمانی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر۔
- ۱۱۔ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری قادری (دہلی) کا احمد رضا نمبر۔
- ۱۲۔ دفاع کنز الایمان۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری مطبوعہ ممبئی۔
- ۱۳۔ اصول ترجمہ قرآن۔ عبدالحکیم شرف و قادری مقالات رضویہ مبارکپور ۲۰۰۰۔

^۱ معارف رضا۔ کراچی، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نمبر ص ۲۳

^۲ اضافہ ص ۳۲

- ۱۴۔ ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی علامہ عبدالحکیم شرف قادری مقالات رضویہ مبارکپور ۲۰۰۰۔
- ۱۵۔ کنز الایمان پر پابندی کیوں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ ممبئی۔
- ۱۶۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ ممبئی
- ۱۷۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ ممبئی
- ۱۸۔ کنز الایمان اور معروف تراجم پروفیسر مجید اللہ قادری قرآن (مقالہ ڈاکٹریٹ) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹۔
- ۱۹۔ کنز الایمان میں سائنسی خصوصیات۔ پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ مالیر گاؤں ۲۰۰۱ء۔
- ۲۰۔ کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات۔ پروفیسر مجید اللہ قادری معارف رضا کراچی، ۲۰۰۲ء
- ۲۱۔ محاسن کنز الایمان۔ ملک شیر محمد خاں اعوان مطبوعہ ممبئی
- ۲۲۔ مطالب قرآن۔ مولانا محمد منشاء تالش قسوری مشمولہ کنز الایمان جدید ایڈیشن دہلی
- ۲۳۔ امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات۔ مولانا حکیم خلیل الرحمن۔ قاری امام قادری احمد رضا نمبر دہلی۔
- ۲۴۔ غلط ترجموں کی نشاندہی۔ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مطبوعہ مالگاؤں
- ۲۵۔ دیوبندی ترجموں کا آپریشن مولانا محبوب علی خاں مطبوعہ ممبئی
- ۲۶۔ کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ۔ مولانا اختر حسین فیضی مصباحی سے ماہی افکار رضا ممبئی جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء
- ۲۷۔ انوار کنز الایمان۔ مولانا وارث جمال قادری مصباحی مطبوعہ
- ۲۸۔ تجلیات کنز الایمان مولانا مبین الہدیٰ نورانی مصباحی مطبوعہ
- ۲۹۔ کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں۔ سعید بن عزیز یوسف زئی۔ مطبوعہ کراچی
- ۳۱۔ ترجمہ کنز الایمان کالسانی جائزہ۔ ڈاکٹر صابر سنہلی سے ماہی افکار رضا ممبئی (سلسلہ وار)
- ۳۲۔ کنز الامان کا ادبی ولسانی جائزہ محمد ذیشان احمد۔ ماہنامہ جام نور دہلی مئی ۲۰۰۳
- ۳۳۔ من ورائع کنز الایمان عربی حافظ خواجہ سلطان محمود۔ محاسن کنز الایمان کراچی ۲۰۰۳ء
- ۳۴۔ رد الشبہات عن کنز الایمان (عربی)۔ فضیلہ الشیخ غلام حمید الدین السیالوی محاسن کنز الایمان کراچی ۲۰۰۳
- ۳۵۔ کنز الایمان علمائے حق کی نظر میں۔ اعجاز اشرف انجم
- ۳۶۔ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن۔ پروفیسر امتیاز سعید
- ۳۷۔ تقابل تراجم قرآن مجید۔ پروفیسر شیر احمد قادری
- ۳۸۔ مقالہ برکنز الایمان محمد اسلم فرخی
- ۳۹۔ کنز الایمان کا اردو تراجم میں مقام۔ پروفیسر محمد طاہر القادری

- ۴۰۔ کنز الایمان کی ادبی جھلکیاں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد
- ۴۱۔ ضیائے کنز الایمان۔ علامہ غلام رسول سعیدی
- ۴۲۔ تنزیہ کنز الایمان عن خرافات اہل الطغیان۔ علامہ محمد احسان الحق
- ۴۳۔ تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان۔ مولانا عبدالرزاق بھترالوی
- ۴۴۔ کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی
- ۴۵۔ پاسبان کنز الایمان۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی
- ۴۶۔ قرآن حکیم کے اردو تراجم ڈاکٹر صالح عبدالحکیم شرف الدین (پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ)
- ۴۷۔ ایک قرآن ایک ترجمہ۔ سلطان المجاہد طاہر
- ۴۸۔ کنز الایمان پر پابندی کیوں؟۔ ضیاء الرحمن فاروقی
- ۴۹۔ کنز الایمان ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ عبدالستار طاہر
- ۵۰۔ کنز الایمان اور اردو تراجم کا جائزہ۔ عبدالمجتبیٰ رضوی
- ۵۱۔ ترجمہ قرآن اور امام احمد رضا کے تاثرات۔ شیخ محمد ارشاد احمد
- ۵۲۔ موازنہ تراجم قرآن پاک۔ نواب الدین گولڑوی
- ۵۳۔ قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ۔ سید وجاہت رسول قادری مشمولہ معارف رضا ۱۹۸۹ء
- کنز الایمان پر مقالات کی طویل فہرست اور دانشوروں کے تاثرات اس بات کی دلیل ہے کہ کنز الایمان اپنے اسلوب، جامعیت معنویت، اور مقصدیت سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

علم حدیث:

احمد رضا فاضل بریلوی کو مختلف علوم کے ساتھ ساتھ فن حدیث میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ کے سلسلہ حدیث میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا عبدالعلی لکھنوی اور شیخ محمد عابد سندھی مدنی اکابر محدثین ہیں۔ حدیث کے بحر زخارفناوی رضویہ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احادیث مبارکہ کا ایک بحر بیکراں آپ کے سینہ میں موجزن تھا۔ شیخ یسین احمد الخیاری المدنی علم حدیث میں مولانا بریلوی کے تجرلی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں وہو امام المحدثین۔ وہ محدثین کے امام ہیں۔

علامہ بریلوی کو متن حدیث اور خصوصاً اسماء الرجال پر دسترس حاصل تھی۔ چنانچہ محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی علامہ بریلوی کی علم حدیث پر گرفت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیث فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے ان کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تذبذب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ سبکی نام کے سینکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس سبکی کے طبقہ و استاد و شاگرد کا نام بتایا گیا اسی پر مکمل جرح و تعدیل فرما دیتے۔ اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجود تھے کہ طبقہ و اسماء سے بتا دیتے تھے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم حدیث سے شغف کامل۔ اور علمی مطالعہ کی وسعت اور خداداد علمی کرامت۔ (خطبہ صدارت ناگپور ۱۹۷۹ء ص ۱۳۷)

اسماء الرجال جیسے اہم فن پر جرمنی کے ایک فاضل ڈاکٹر اپرنگر لکھتے ہیں ”نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے“ علامہ بریلوی علم حدیث کے مختلف شعبوں سے واقف تھے اور علم حدیث سے متعلق مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے اور بیشتر کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔ مختلف موضوعات پر کتب کی تعداد درج ذیل ہے:

۱۔ علم حدیث	۲۶
۲۔ اصول حدیث	۴
۳۔ تخریج احادیث	۱
۴۔ لغت حدیث	۱
۵۔ اسانید حدیث	۶
۶۔ جرح و تعدیل	۲
۷۔ اسماء الرجال	۷

علامہ بریلوی کی علم حدیث پر سب سے اہم کتاب عربی زبان میں ”الروض البہیج فی آداب التخریج“ ہے جس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ ایک عالم دین کو استخراج حدیث میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس عدیم المثال کتاب پر مولانا رحمٰن علی خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہو تو پھر امام احمد رضا کو اس فن کا موجد کہا جائے گا۔“^۲

مولانا بریلوی نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی کے رسالہ پر شرح لکھی ”النجوم اثواقب فی تخریج احادیث۔“

۱ فکر و نظر۔ شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۹۱ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

۲ تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی۔ ص ۱۰۰

الکواکب“۔ مولانا نے اس شرح میں حدیث کے قواعد و ضوابط، کتب احادیث اور حدیث کے فرق مسراتب پر روشنی ڈالی ہے۔ اس طرح کے بیشتر کتب و رسائل کے مطالعہ سے علم حدیث اور اس کے مختلف گوشوں پر علامہ بریلوی کے عبور کا پتہ چلتا ہے یہی نہیں بلکہ آپ نے بہت سی مشہور و معروف حدیث کی کتابوں پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔ جس کی ایک طویل فہرست ہے جو تھیسس کے آخر میں موجود ہے باوجود اس کے صاحب نزہۃ الخواطر کا یہ کہنا کہ:

”کان قليل البضاعة في الحديث والتفسير“ میرے تحقیق کے مطابق صاحب نزہۃ الخواطر کی یہ رائے کہیں سے بھی مستند نہیں سمجھ میں آئی۔ کیونکہ اگر کسی کو علم حدیث پر مضبوط گرفت نہیں ہوگی تو وہ حدیث کی کتابیں صحیح مسلم، صحیح بخاری، سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث پر حواشی نہیں لکھ سکتا۔ جیسا کہ علامہ بریلوی نے ان کتب پر حواشی لکھے ہیں۔

علم فقہ

فاضل بریلوی کو علم فقہ اور اس کی جزئیات پر بھی عبور حاصل تھا۔ فقہ میں آپ کی ۲۴۹ کتابیں اس بات کی بین دلیل ہیں کہ علامہ بریلوی کو علم فقہ میں وہ تبحر حاصل تھا جو اپنی مثال خود ہے۔ یہ کتابیں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ عربی میں ۸ فارسی میں ۱۰ اور باقی اردو زبان میں موجود ہیں۔ ان کتب میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں شامل ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مولانا بریلوی علم فقہ کے باغ کے بھی باغبان نظر آتے ہیں۔

احمد رضا خاں بریلوی نے فقہ میں تحقیق کے بھی جواہر پارے بکھیرے ہیں۔ آپ کی بلند تحقیقی بصیرت دیکھ کر عقل متحیر ہو جاتی ہے۔ مثلاً پانی سے متعلق آپ کی تحقیق اور جزئیات پر دسترس کو دیکھیے۔ وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ۱۶۰ قسمیں بیان کیں۔ اور جس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس کی ۱۴۶ قسمیں بیان کیں۔ ۱۲ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان کیں۔ اور اس موضوع پر ایک تحقیقی علمی رسالہ تصنیف کیا بغوان ”سمع الدماء فیما یورث العجز عن الماء“۔^۳ وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے اس کی ۱۱۸ قسمیں بیان کی ہیں۔ اور وہ چیزیں جن سے تیمم جائز نہیں ہے ان کی ۱۳۰ قسمیں بیان کیں۔^۴

بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ”العیایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ (۱۳۲۴ھ/۱۹۴۳ء) مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت کی بہترین دستاویز ہے۔ اس فتویٰ کی ہر جلد ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد علامہ اقبال نے کچھ اس طرح اظہار خیال کیا:

۱ العایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد اول، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ لائل پور ص ۶۵۴۔

۲ ایضاً ص ۳۵۰-۳۷۳-۵۴۳

۳ ایضاً ص ۶۱۱-۶۵۹

۴ ایضاً ص ۵۸۶، ۵۸۰

”وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرور در اور پاک ہند کے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔“^۱

احمد رضا بریلوی کے فقہی شاہکار ”فتاویٰ رضویہ“ پر مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تفضل علينا سيدنا بعدة اوراق من فتاويه المودجة نرجو الله عز شانه ان ليسهل و يقارب لكم الاوقات لاتمامها في اقرب حين فانها حرية بان يعتنى بها جعلها الله تعالى لكم ذخراً اليوم الميعاد والله اقول الحق اقول انه لو راها ابو حنيفة النعمان لاقرت عينه و لجعل مولفها من جملة الاصحاب.“^۲

ترجمہ: اے ہمارے سردار آپ نے بطور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق راقم کو عطا کئے تھے۔ ہم خداوند کریم سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں عطا کرے گا اور فتاویٰ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اوقات میں برکت فرمائے گا، کیونکہ یہ فتاویٰ اعتنا اور اہتمام کے لائق ہیں۔ (خداوند کریم اسے آپ کے لیے توشہ آخرت بنائے) قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں، اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی انکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے موقف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔“

علامہ کا فتاویٰ رضویہ ”علوم نقلیہ اور عقلیہ کے جملہ علوم و فنون کا احاطہ کرتا ہے۔ مولانا بریلوی نے علوم نقلیہ کے علاوہ علوم عقلیہ کی روشنی میں بہت سے دینی مسائل کا استخراج کیا ہے۔ علم ریاضی زیجات فلکیات کی روشنی میں رویت ہلال کے سینکڑوں مسائل حل فرمائے ہیں۔“^۳

علم ہنیت، توقيت کی مدد سے صوم و صلوٰۃ کے اوقات متعین کیے۔^۲ علم توقيت، جغرافیہ اور ارضیات کے آئینہ میں مسافت قصر کا تعین کیا۔^۳

مولانا احمد رضا خاں کے پاس ہندوستان، پاکستان، افغانستان، برما، چین افریقہ، امریکہ اور حجاز وغیرہ سے استفقاء آتے تھے اور بیک وقت چار چار پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے تھے۔

مستفتی جس زبان اور جس اسلوب میں فتویٰ طلب کرتا ہے احمد رضا اسی زبان اور اسلوب میں جواب دیتے ہیں۔ مختلف

^۱ مقالات یوم رضا، عبدالنبی کوکب، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۱ء، جلد ۳ ص ۱۰ بروایت ڈاکٹر عابد احمد مرحوم مہتمم بیت القرآن۔ لاہور

^۲ الاجازات المتینہ العلماء بک۔ المدینہ، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۰۶

^۳ العطاء النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد دوم احمد رضا بریلوی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۴ء۔

^۴ جد الممتار علی رد المحتار، جلد اول، احمد رضا خاں

زبانوں مثلاً عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں آپ کے پاس استفتاء آتے تھے۔ مولانا بریلوی کے پاس کچھ نظم کے پیرائے میں بھی آتے تھے۔ اس طرح کے دو استفتاء ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ نواب سلطان احمد خاں نے علامہ بریلوی سے ایک استفتاء اردو نظم میں بھیجا:

”عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
اگر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے ادا کرنے تلاوت کے جیسے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے
پس سجدوشی کی اس کی شکل کیا ہوگی جناب
چاہیے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب:

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقین
فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے
نظم و معنی دو ہیں اس میں ایک تو باقی رہے
تا کہ من وجہ یہ صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مسذہب بہ یفتی علیہ الاعتماد
شامی از فیض ونہر و اللہ اعلم بالارشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
 فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جسرفوت
 یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
 جزا دایا تو بہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں
 یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے
 آخر نیکی ہے نیکی حاجی اوزار ہے
 قلته اخذاً من التعلیل فی امر الصلوٰۃ
 وهو بحث ظاہر و العلم حقاً لا الہ

مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی کے کابلی طالب علم محمد افضل نے ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۲۶ھ میں فارسی نظم کے پیرائے

میں ایک فتویٰ

”سزایم برگناہم لازم آمد
 پس آنکہ رحتمش نہ باہم آمد
 بگو مفتی خطائے یا صوابم
 بسا اسرار اینجا باہم آمد۔“

الجواب:

مسلمان راسر لازم کہ کردست	کہ قول اعتزالی ظالم آمد
وگر یابد سزا کامل نیابد	کہ عفو ش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض اذو چیزے نہ بخشد	ز نقصان رحتمش خود سالم آمد
کہ یرحم من یشاء لا کل فرد	یعذب من یشاء ہم قائم آمد
بدنیار حتمش بر جملہ عام است	بعقبی خاص خط مسلم آمد
ثوابش بہر مومن منتہی است	عذابش بہر کافر دائم آمد

برائے ہر صفت منظر بکارست

کہ اوذو انتقام و ارحم آمد^۲

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مستفتی محمد قادر غنی صاحب نے رنگون سے انگریزی میں فتویٰ طلب کیا۔ جس کا سوال و جواب

درج ذیل ہے:

^۲ فقیہ اسلام بحیثیت شاعر و ادیب، پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ص ۱۳-۱۴

Rangoon

The 19th May 1908

To,

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque

Mohalla Sudagran

Bareilly United Provinces

Bareilly

Honoured Sir,

We desire to place before you a certain religious matter on which we solocit your valuable opinion the facts are breifly thus there is a chulia mosque in moving loulay street at there places there are five duly elected trusted or Motawllies who manage the affairs of the said mosque according to schemes framed by the Cheif Court of lawer Barma. The Trustees are given the power of dispensing with the Imam. Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the Trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the discharge the trustees filed a suit in the chief court of lower may be confirmed that inspite of his mis conduct they have no power to discharge.

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they fined if necessary to do. So, this is a vital point which is at present ingaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohammedan community and we shall thank you very much if you can send your fatwa before the 1st week of June.

Thanking You in anticipation. We beg to remain Honoured Sir,

Your most obedient & humble followers.

M. Quadir Ghani

President, The Madras Muslim Association

No. 37 Tocakey Mig Lovley Street

Bareilly الجواب

The 28th of May 1908

To,

Mr. Qadir Ghani,

President,

The Madras Muslim Association

Sir,

With reference to your letter dated the 9th of May 1908. I send my Fatwa for your Perusal:

The Trustess can discharge an Imam be their authority when such indifference is found in him which may be th sufficient reason of share for him to be dismissed.

Wide lisonal Hukkom Printed almistr (egipt) Page 123.

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام اوللمیوذن عذرمنعه عن المباشرة مدة ستة اشهر
فلمتولى ان یعزله دیولی غیره وان کان للمعذور نائب.

Translation-

There is a Fatwa Qazi Khan, when an Imam or Muazzin may have some certain business which may be course of six months absence from the mosque not with standing. He may have give some person for him to act. At

such opportunity trustees can discharge him and may establish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and Shami pinte constantipls Volume 3 Page

639

ونقدم حدمًا يبدل على جواز عزله إذا مض شهر

Translation-

Birizoda has said that the book a fore said style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month's absence from the Mosque the trustee has no need of taking sanction of discharging the Imam from the court or from any higher officer or Governor because the authority of trustee in these months is over the power of a Mohammedan Governor, although the same mota wallis or trustees may have been fixed by the same Mohammedan Governor.

See ashbahunnazair Printed Lucknow Page 179 copied from the Fatwa of Imam Rashiduddin.

لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظره ولو من قبله

Translation-

A Qazi can not interfere a waqf in the Presence of a Trustee although Trustee may have been fixed by the some Qazi, Hmawi Sharhe Ashbah Printed lucknow Page 179 ocepied from Fatwa Zahiruddin.

قاضي البلد اذا نصب رجلا متوليا للوقف بعد ما قلده الحاكم للحكومة فليس للحاكم على الوقف سبيل حتى لا يملك الا جازة ولا غيرها.

Translation-

A king appointed a Qazi and after in the Qazi fixed a trustee on a waqf.

Now the King has no connection with the waqf nor has he any power of its contract etc.

Another style from lisonal Hukum copied from Fatwa Imam Wabri

لا تدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى في الوقت

Translation-

A king can not interfere a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or Governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a Mohammedan Trustee knowers.

The Trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Share" or there may be found in him some thing which may be the cause of abhorrence which decreases number of people at prayers or he may be disobedient against the managing rules of affairs of the mosque or assembly of person at prayers or there may be something such in him: otherwise he will not be discharged without falt.

See Raddul Muhtar constant in opie

Volume 3, Page 597-

قال في البحر والمستقيد من عدم وصحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفه في
جنحة وقف بغير جنحة وعدم اهلية

Translation-

It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults from this it is manifested that any receivers of a salary of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be to be unfit for his duties^۱

فقہ حنفی میں احمد رضا خاں بریلوی کی مہارت کی وجہ سے عدالتہائے عالیہ کے جج بھی پیچیدہ مقدمات کے سلسلے میں آپ سے رجوع کرتے چنانچہ عدالت عالیہ (بہاول پور) کے جج جسٹس محمد دین نے مناسخہ کا ایک فتویٰ جس پر بیشتر مفتیان کرام اظہار خیال کر چکے تھے آخری فیصلے کے لیے محدث بریلوی کو استفتاء ارسال کیا اور محدث بریلوی نے اس کا محققانہ اور مفصل جواب ارسال کیا۔^۲

علامہ بریلوی کے فتاویٰ میں قرآن کے علاوہ احادیث سے اس قدر شواہد پیش کیے گئے ہیں کہ ان احادیث کو جمع کرنے پر خود ایک مکمل کتاب بن جاتی ہے۔ علامہ ظفر الدین رضوی بہاری نے "صحیح البہاری" کے نام سے "فتاویٰ رضویہ" کی احادیث کو جمع کیا تو چھ جلدیں تیار ہو گئیں۔ "صحیح البہاری" کی دوسری جلد حیدرآباد سندھ سے چھپ چکی ہے جو ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا بریلوی کے فقہی بصیرت کو دیکھ کر "صاحب" "زہۃ الخواطر" نے یہ اعتراف کیا:

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ یشہد بذالک مجموع فتاواہ و کتابہ" کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم "الذی الفہ فی مکة سنة ثلاث وعشرين وثلاث مائة والـ"۔^۳

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خاں کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے نیران کی تصنیف "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ مفصل ہوتے ہیں اور اتنے مفصل کہ اکثر مستقل رسائل معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً فتویٰ الہنی النمیر فی الماء المستدید۔^۴

^۱ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ۔ ص ۱۷۶ تا ۱۷۷۔

^۲ احمد رضا خاں۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱ ص ۱۹۰۔ ۲۶۰

^۳ زہۃ الخواطر۔ عبدالحی لکھنوی (الجز، الثامن) مطبوعہ۔ حیدرآباد دکن، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء ص ۳۱

^۴ فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم۔ احمد رضا خاں۔ ص ۳۲۱ تا ۳۳۰۔ ۳۷۱ تا ۳۸۲۔ ۳۹۹ تا ۴۰۸

اصول فقہ

احمد رضا فاضل بریلوی اس علم میں بھی انتہائی درک رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ وہ علم ہے جس سے فقہی جزئیات اور اس کے مشکل مسائل کو آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے۔ احمد رضا بریلوی کی یہ خاص خوبی تھی علوم و فنون کے ساتھ ساتھ اس کے اصول و ضوابط پر بھی گہری نظر تھی۔ مولانا بریلوی کو اصول فقہ پر عبور ہی حاصل نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اس فن پر متعدد کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں جس کی تفصیلات فہرست کتب میں ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ بریلوی نے اس فن کی کتابوں پر درج ذیل حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں جس سے آپ کی تحقیقی بصیرت کا پتہ چلتا ہے:

۱۔ حاشیہ مسلم الثبوت

۲۔ تبویب الاشباہ والنظائر^۱

۳۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت^۲

علوم عقلیہ

علم سائنس

احمد رضا فاضل بریلوی کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ وہ سائنسی علوم کے نظریات کو اسلام کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ علامہ بریلوی ان تمام سائنسی علوم سے اعراض کرتے جو اسلامی نظریات کے مطابق نہ ہوں۔ چنانچہ جب مشہور سائنس داں پروفیسر حاکم علی (پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو جدید سائنسی نظریات کو قبول کر لینے کی دعوت دی تو علامہ بریلوی نے یہ جواب دیا:

”محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلہ اسلامی کا اثبات ہو سائنس کا ابطال ہو یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے پچھتم پسند دیکھتے ہیں و عین الرضا عن کل عیب کلیلة“^۳

۱ سوانح اعلیٰ حضرت۔ بدرالدین، ص ۳۹۵

۲ ایضاً

۳ معارف رضا۔ ۱۹۸۳ء ص ۷۶، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

علامہ بریلوی نے سائنس کو اسلامی نظریات کے تحت جانچتے اور پرکھتے ہوئے ان سائنس دانوں کے نظریات جنہوں نے اپنی تحقیقات سے یہ ثابت کیا کہ زمین سورج کے ارد گرد گردش کر رہی ہے لیکن احمد رضا بریلوی نے ان سائنس دانوں کے برخلاف قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ زمین اپنے مستقر میں ٹھہری ہوئی ہے اور سورج گردش کر رہا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے "والشمس تجری لمستقر لہا ذالک تقدیر العزیز العلیم۔" چنانچہ علامہ بریلوی نے جدید سائنس دانوں کے اس کی ان تحقیقات کے رد میں ایک مکمل رسالہ "فوز مبین در رد حرکت زمین" تحریر فرمایا۔

علامہ بریلوی کے اس نظریہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا بریلوی نے نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کا تعاقب کیا ہے اور اپنے منطقی دلائل دیئے ہیں اس مخالفت میں وہ تنہا نہیں بلکہ اور سائنس داں بھی ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں راپپور (صوبہ کرناٹک) میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دوروزہ کانفرنس ہوئی جس میں بعض سائنس دانوں نے اپنے ۲۳ سالہ تجربے اور مشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رد کیا اور دوسرے سائنس دانوں کو دعوت فسکر دی۔ اسی طرح مسٹر برنٹ (Barnet) نے اپنی کتاب The Einstein. Universe and Dr میں نظریہ اضافت کے حوالے سے لکھا ہے کہ آئن اسٹائن کی نظر میں "دنیا میں کوئی ایسا متعین ضابطہ اور معیار نظر نہیں آتا جس سے انسان حتمی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کر سکے یا دوسرا کوئی متحرک نظام معلوم کر سکے نہ کوئی ایسا طبعیاتی تجزیہ ہو جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ واقعی زمین حرکت کر رہی ہے۔"

فاضل بریلوی کے علم سائنس سے متعلق رسالے "فوز مبین در رد حرکت زمین" اور "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" کے علاوہ گراموفون سے متعلق رسالہ "البیان شافیاً الفونو عرافیاً" ۱۳۲۶ھ بھی ملتا ہے۔ یہ رسالہ دو مقدمہ پر مشتمل ہے جس میں پہلے مقدمہ میں درج ذیل مباحث موجود ہیں۔

- ۱۔ آواز کیا چیز ہے
 - ۲۔ کیونکر پیدا ہوتی ہے۔
 - ۳۔ کیونکر سننے میں آتی ہے۔
 - ۴۔ اپنے ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے۔
 - ۵۔ کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔
 - ۶۔ آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی اور چیز کی؟
 - ۷۔ اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟
- علامہ بریلوی نے مقدمہ ثانیہ میں درج ذیل امور پر بھی محققانہ بحث کی ہے۔

۱ معارف رضا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۱۶۸۔

۱۔ وجود فی الاعمیان ۲۔ وجود فی العبارة

۳۔ وجود فی الاذہان ۴۔ وجود فی الکتابت

ارضیات اور طبیعیات وغیرہ سے متعلق بھی آپ نے کئی رسائل تحریر فرمائے ہیں جو متعدد بحثوں پر مبنی ہیں جیسے۔

۱۔ پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔

۲۔ سونا چاندی کیوں پگھلتا ہے۔

۳۔ پتھر کیسے بنتا ہے۔

۴۔ ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا۔

۵۔ جملہ کاتکون گندھک اور پارہ کے ازدواج کے باعث ہے۔

۶۔ آگ جسم میں کیا اثر دکھاتی ہے۔

۷۔ کبریت زہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر و اصناف و اوصاف و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔^۲

احمد رضا بریلوی نے اکابر سائنس دانوں پر تنقید بھی کی جن کی ایک لمبی فہرست ہے۔ جن میں چند قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شیخ بوعلی سینا (۳۸۰ھ/۱۰۸۰ء) ۲۔ پروفیسر البرٹ آئن اسٹائن

۳۔ آئزک نیوٹن ۴۔ نجم الدین علی بن محمود القزوی (۶۷۵)

۵۔ ملا محمد جوہنوری ۶۔ پروفیسر حاکم علی

۷۔ شمس الدین محمد بن مبارک میرک بخاری

۸۔ راجہ رتن سنگھ بہادر ہشیار جنگ۔ احمد رضا بریلوی نے راجہ کی تصنیف ”حدائق النجوم“ پر سخت تنقید کی۔

مولانا بریلوی نے ان حضرات کے رد میں کئی رسائل تحریر فرمائے جن میں الکلبہ الملبہ فی الحکمت المحکمہ لوہاء فلفة المشئمة (۱۳۳۲) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ اور فوز مبین دررد حرکت زمین قابل ذکر ہے۔

علم ریاضی (Abstract of Science)

احمد رضا خاں بریلوی جامع العلوم شخصیت کے مالک تھے کون سے ایسا شعبہ علم ہے جس میں انہوں نے اپنی مہارت کا ثبوت نہ دیا ہو۔ انہیں شعبوں میں ایک شعبہ علم ریاضی کا ہے۔ ملک کے مشہور ریاضی داں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق

^۱ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۳-۱۱۵

^۲ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۳۰-۱۳۱

وائس چانسلر پروفیسر سر ضیاء الدین نے علم مربعات سے متعلق ایک سوال دبدبہ سکندری (راپور) میں شائع کرایا اور کہا کہ کوئی ماہر ریاضی داں اس کا تشفی بخش جواب دے۔ اور جب سر ضیاء الدین کا یہ سوال احمد رضا کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے نہ صرف اس کا معقول اور تشفی بخش جواب دیا بلکہ ایک سوال بھی پیش کیا جس کو دیکھ کر سر ضیاء الدین متحیر ہو گئے اور کہا:

”ایک مولوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ اس سوال بھی پیش کر دیا“

اس طرح سر ضیاء الدین محدث بریلوی سے پہلی بار غائبانہ متعارف ہوئے۔ دوسری مرتبہ سر ضیاء الدین کو ریاضی کے کسی مشکل سوال کو لیکر مولانا بریلوی سے رو برو متعارف ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ سر ضیاء الدین ریاضی کو کسی مسئلہ میں دشواری درپیش تھی۔ ہفتوں کے غور و فکر کے ساتھ جب وہ مسئلہ حل نہ ہو سکا تو جرمنی جانے کا قصد کیا۔ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) بصدا صرار پروفیسر موصوف کو اس مسئلہ کے حل کے لیے بریلی لیکر آئے۔ جب سر ضیاء الدین نے ریاضی کے اپنے مسئلہ کو علامہ بریلوی کے سامنے پیش کیا اس وقت علامہ بریلوی بخار کی حالت میں تھے۔ اس مسئلہ کو دیکھتے ہی علامہ بریلوی نے حل کر دیا علم ریاضی میں محدث بریلوی کی زبردست گرفت کو دیکھ کر سر ضیاء الدین نے سید سلیمان اشرف بہاری سے کہا۔ ”یہاں اتنا زبردست محقق، عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی مذہب ہی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توحیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلہ کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا:

”صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔“^۲

ریاضی جیسے مشکل فن پر بھی مولانا نے قلم اٹھایا اور عربی فارسی اور اردو تینوں میں متعدد کتب و رسائل اور حواشی لکھے ہیں جن کی فہرست تصانیف کے باب میں موجود ہے۔ اس موضوع پر آپ کے مقالات کو دیکھ کر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے محدث بریلوی سے فرمایا ”افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔“^۳

علم نجوم و علم ہیئت

احمد رضا فاضل بریلوی کو علم نجوم و علم ہیئت میں بھی کمال حاصل تھا۔ علم ہیئت میں فاضل بریلوی نے شرح غمینی حضرت مولانا عبدالعلی راپوری صاحب سے پڑھی۔ اس علم میں آپ کو اتنا کمال حاصل ہو گیا تھا کہ آپ نے تصریح شرح چغمنینی

^۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ جلد اول ص ۱۵۶

^۲ اکرام امام احمد رضا۔ محمد برہان الحق۔ ص ۵۸-۵۹

^۳ ماہنامہ مہر و ماہ۔ لاہور۔ ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۸-۹

پر حاشیہ لکھا اور اس کے معلق مقامات کو حل فرمایا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ کا مشہور منجم و ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹانے پیشین گوئی کی۔ یہ پیشین گوئی بانکی پور پنڈے کے انگریزی اخبار ایکپریس میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو شائع ہوئی۔ پیشین گوئی میں کہا کہ:

”۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل پنچوں یہ چھ سیارے جنگی طاقت سب سے زائد ہے۔ قمران میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنک کے فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور ان کی مجموعی کشش سے آفتاب میں زبردست سوراخ ہوگا۔ جس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ کی دنیا میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی۔ زلزلے، طوفان، بجلیاں اور سخت بارش ہوگی یہاں تک کہ بعض علاقہ جات صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے پروفیسر کی اس پیشین گوئی سے علامہ بریلوی کو آگاہ کیا اور اس کی صحیح حقیقت جاننا چاہی۔ علامہ بریلوی نے مولانا ظفر الدین بہاری کو اس کی حقیقت سے مطلع کرتے ہوئے ایک رسالہ ”معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین“ تحریر کیا۔ یہ رسالہ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ فاضل بریلوی پروفیسر البرٹ پورٹانے کی پیشین گوئی کو لغو اور باطل قرار دیتے ہوئے رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

”بالفرض یہ سب کچھ صحیح پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں اور بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام کے منجموں کے لیے بے سرو پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گروہ یا جوگ یا پچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو، اور واقعی خرافات ہیں پھر کیا آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہیں ہوا۔ بیان منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۷ اکتوبر کے لیے ۷ اپریل اکتفا کریں۔“

اسی رسالہ میں دلیل نمبر ۶ کے تحت آگے لکھتے ہیں:

”عطارد تو سب سے چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلے میں ہیں ۲۶ کا آدھا ہے تو یونہی عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا ہے:

”دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں تین ان میں سے بڑا طوفان اور داغ اور چارنی الحقیقت ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ“

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بے چارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے اور وہ انہیں تمزد پر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب یہیں کم ہو جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوت کے ساتھ کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ہو

۱ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین احمد رضا خاں بریلوی۔ مرکزی مجلس رضالاہور۔ ص ۱۶

جائے گی یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ کر آفتاب کے اس طرف چھریں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیشین گوئی محض باطل ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب ﷺ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشین گوئی قطعاً یقیناً چھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بالفرض غلط واقع بھی ہوئے تو نتائج جن اصولوں پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل اور من گھڑت ہیں جن کا مہمل اور بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیشین گوئی باطل واللہ یقول الحق وھو لھدی السبیل۔“

اس طرح ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو پروفیسر البرٹ کی یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ علامہ بریلوی کو اس فن پر نہ صرف مہارت ہی حاصل تھی بلکہ پندرہ سے زائد کتب و حواشی بھی تحریر کیے ہیں جن کی فہرست اس مقالہ کے آخر میں موجود ہے۔

علم توقیت Ephemeris

احمد رضا بریلوی کو جہاں علم ہیئت و نجوم میں مہارت حاصل تھی وہیں علم توقیت میں بھی مہارت حاصل تھی۔ مولانا ظفر الدین بہاری علم توقیت پر مولانا بریلوی کی مہارت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”علم توقیت میں کمال تو حد ایجاب پر تھا یعنی اگر اس کا موجد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔“

علامہ بریلوی کو اس فن پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ آپ اپنے ایجاب کیے ہوئے قواعد کے ذریعہ معلوم کر لیتے کہ کس وقت آفتاب طلوع ہوگا اور کس وقت غروب۔

علامہ بریلوی کو اس فن پر اس قدر کمال حاصل تھا کہ آپ اس کے قواعد اپنے شاگردوں کو زبانی ارشاد فرماتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، مولانا حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی اور مولوی سید محمود خاں صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔ اس کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، عشاء، ضحوة بکری اور عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہماری کاپیوں میں لکھے رہے، پھر میں ان کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح و تشریح کے ساتھ مع امثلہ لکھ کر اس کا نام ”الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت“

۱ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین احمد رضا خاں بریلوی۔ مرکزی مجلس رضالاہور۔ ص ۷

معروف بہ توضیح التوقیت "رکھا"۔^۱

آپ سیارہ شناس بھی تھے۔ یہاں تک کہ مولانا بریلوی کو سیاروں کے چال کی شناخت بھی بہت زبردست تھی۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کو سیارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔"^۲

فاضل بریلوی نے اس اہم فن پر ۱۶ سے زائد کتب و رسائل اور حواشی عربی، فارسی اور دو تینوں زبانوں میں تحریر فرمائے ہیں۔ جس کہ فہرست مقالہ کے آخر میں موجود ہے۔

علم تکسیر Arithmetic

ہیت ہو یا ہندسہ، علم مثلث کرو یا سٹی، ارتھ میٹک ہو یا الجبرا، زنج ہو یا تکسیر کوئی بھی علم ایسا نہیں ہے جس پر آپ نے خاص فرسائی نہ کی ہو۔ ان علوم و فنون میں آپ کی تقریباً پچاس کتب و رسائل موجود ہیں^۳

علم تکسیر نہایت مشکل فن ہے اور اس مشکل فن پر بھی علامہ بریلوی کو مہارت حاصل تھی۔ بعض اہل فن نقش بھرتو دیتے ہیں جن میں نقش مثلث یا مربع نقش ہی بھرتے ہیں۔ حالانکہ مکمل چال سے نقوش بھرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ علامہ بریلوی کے معاصرین میں بھی جو اس فن کے ماہر کہے جاتے ہیں وہ بھی محدث بریلوی کی اس میں دسترس کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ماہر تکسیر مولانا مقبول احمد اور مولانا ظفر الدین بہاری سے علم تکسیر پر گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا مقبول صاحب کے ساتھ ایک شاہ صاحب بھی تھے جو "مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ" سے تشریف لائے تھے انہیں بھی علم تکسیر سے واقفیت تھی اس بات کا ذکر شاہ صاحب بہت فخریہ انداز میں کرتے تھے۔ شاہ صاحب سے مولانا ظفر الدین بہاری نے پوچھا کہ آپ مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں تو انہوں نے بہت فخریہ انداز میں فرمایا سولہ طریقے سے۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے کہا بس اس پر شاہ صاحب نے فرمایا اور آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ تو مولانا بہاری نے فرمایا گیارہ سو باون طریقے سے۔ شاہ صاحب کو بہت تعجب ہوا۔ اور پوچھا مولانا بریلوی کتنے طریقوں سے نقش بھرتے تھے۔ مولانا بہاری نے کہا "تیس سو ۲۳۰۰ سو طریقے سے" کہا آپ نے کیوں نہیں سیکھا، مولانا بہاری نے کہا:

"وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں جس فن کا ذکر آیا ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی علم کو دیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں۔"^۴

^۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ جلد ۱۔ ص ۲۳۷-۲۳۸

^۲ حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۶۱

^۳ ماہنامہ معارف رضا، کراچی شمارہ ۲۵۔ ص ۱۹۵

^۴ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ ۲۰۰۳ء ص ۲۵۱ ناشر مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور۔

اس فن پر احمد رضا بریلوی کے کمال و مہارت کو دیکھ کر علماء حجاز نے آپ کو اس علم کا موجد قرار دیا۔ یہاں تک کہ اس علم میں آپ کی شہرت و مقبولیت کو دیکھ کر مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے جس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ بریلوی لکھتے ہیں:

”مولانا سید حسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینہ فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق و تکمیر سیکھے اور انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ ”اطائب الا کیر فی علم التکسیر“ زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے: ۱

محدث بریلوی نے اس فن پر بھی متعدد کتب و رسائل تحریر فرمائے جس کی تفصیل کتب کی فہرست میں موجود ہے۔

علم جفر (Foretelling Astrology)

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو جہاں علم تکمیر، نجوم ہیئت و قیوت لوگارٹم اور جبر و مقابلہ وغیرہ میں جس قدر عبور حاصل تھا اسی قدر آپ کو علم جفر جیسے مشکل علم میں بھی کمال حاصل تھا۔ علامہ بریلوی فرماتے ہیں کہ علم جفر میں نے کسی سے نہ سیکھا بلکہ جداول کثیرہ اس فن کی تکمیل جلیل کے لئے اپنی طبع زاد ایجاد کیں۔ ۲

علامہ بریلوی نے اپنے استاد کے حکم کے مطابق اس علم کی تحصیل کی اور ”الجفر الجامع“ کے قاعدہ سے پیچیدہ مسائل حل کیے۔ آپ نے بہت سے جداول بھی تیار کیے اور سینکڑوں جداول اپنے شاگردوں کو املاء کروائے۔ اس فن پر بھی آپ کی متعدد تصانیف ہیں جس کا ذکر تصانیف کی فہرست اور کتابوں پر تبصرہ کے باب میں موجود ہے۔

تاریخ گوئی

ادبیات میں تاریخ گوئی کا فن ایک معروف و مقبول فن رہا ہے۔ مقبولیت و معروفیت کے ساتھ یہ فن مشکل فن بھی ہے لیکن اس کا تعلق ہماری تہذیب و ثقافت اور تاریخ سے ہے۔ کسی تاریخی واقعے، حادثے اور تعمیر و تخریب نیز کسی شخص کی پیدائش و وفات، کسی کتاب کی تالیف اور طباعت کی تاریخ وغیرہ کو محفوظ کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اس کا براہ راست تعلق ریاضی سے ہے اس لیے کہ حروف تہجی کے اعداد سے ہی مطلوبہ سال یا تاریخ حاصل کی جاتی ہے۔ تاریخیں منظوم اور منثور دونوں ہی ہو سکتی ہیں۔ قرآنی آیات سے بھی تاریخ نکالی جاتی ہے۔ اشخاص اور کتابوں کے نام بھی تاریخی رکھے جاتے ہیں۔

تاریخ گوئی کا فن فارسی سے اردو میں منتقل ہوا۔ یہ ”نظام ابجد“ پر استوار ہوتا ہے۔ یعنی جس مصرعے سے تاریخ نکالی جاتی ہے اس میں استعمال ہونے والے حروف کے اعداد شمار کر کے انہیں جوڑا جاتا ہے اور حاصل جمع اعداد کو تاریخ، یا ’سال واقع‘ مراد لیتے ہیں۔ اس کی تعریف میں یوں بیان کی گئی ہے:

۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۱۶۳

۲ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ جلد اول ص ۴۶

”کسی واقعہ کا سنہ وقوع کسی لفظ، جملے یا مصرع سے بہ حساب ابجد اعداد نکال کر حاصل ہوتا ہے۔ قول فیصل: اس کا صرف کبنا اور نکالنا کے ساتھ ہے۔“^۱

نور اللغات کے مؤلف نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

کسی چیز کے ظہور کا وقت ظاہر کرنا، کسی امر عظیم کے وقت کا تعین کرنا، کسی واقعہ کو ایسے الفاظ میں ظاہر کرنا جن کے اعداد بہ حساب جمل جوڑنے سے زمانہ وقوع ظاہر ہو۔ مثلاً ”اردو کا نادر لغت نور اللغات کی تالیف کی تاریخ ہے جس سے ۱۹۱۷ء نکلتے ہیں۔“^۲

اس کے مختلف اقسام بھی ہیں جیسے سالم العدد تعمیہ تدخلہ اور تعمیہ تخریجہ وغیرہ۔

احمد رضا بریلوی جیسی جامع العلوم شخصیت نے تاریخ گوئی میں بھی اپنے قلم کو جنبش دی۔ آپ خداداد صلاحیت کی بنا پر اس فن میں بھی اپنے ہم عصر علماء سے سبقت لے گئے۔ علامہ بریلوی پیدائش، وفات، سن طباعت، سن تالیف کی تمام تاریخیں عربی اسلامی تاریخ کا لحاظ کرتے ہوئے سن ہجری سے ہی نکالتے ہیں۔ آپ کی بیشتر تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ اور ان تاریخوں سے ہی کتاب کا موضوع سن تالیف، طباعت کتاب اور ساتھ ہی مندرجات سب عیاں ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل کتب کی تاریخوں سے مولانا بریلوی کی مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر و البین (۱۳۲۲ھ)

ح	س	ا	م	ا	ل	ح	ر
۸	۶۰	۱	۴۰	۱	۳۰	۸	۲۰۰
م	ی	ن	ع	ل	ی	م	
۴۰	۱۰	۵۰	۷۰	۳۰	۱۰	۴۰	
ن	ح	ر	ا	ل	ک	ف	ر
۵۰	۸	۲۰۰	۱	۳۰	۲۰	۸۰	۲۰۰
و	ا	ل	م	ی	ن		
۶	۱	۳۰	۴۰	۱۰	۵۰		۱۳۲۲ھ

۲۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۲ھ)

ک ف ل ا ل ف ل ق ی

^۱ مہذب اللغات، ص ۱۲۰ تالیف مرزا محمد مہذب لکھنوی مطبوعہ ۱۹۷۳ء

^۲ نور اللغات جلد ۲، ص ۲۱۲

١٠	١٠٠	٨٠	٣٠	١	٣٠	٨٠	٢٠
ف	م	ه	ا	ف	ل	ا	ه
٨٠	٣٠	٥	١	٨٠	٣٠	١	٥
ر	ق	م	ا	ك	ح	ا	ي
٢٠٠	١٠٠	٣٠	١	٢٠	٨	١	١٠
م	ه	ا	ر	د	ل	ا	ط
٥٠	٣	١	٣٠٠	٣	٣٠	١	٩

١٣٢٢هـ

٣- كنز الايمان في ترجمة القرآن ١٣٣٠هـ

م	ي	ا	ل	ا	ز	ن	ك
٣٠	١٠	١	٣٠	١	٤	٥٠	٢٠
م	ج	ر	ت	ي	ف	ن	ا
٣٠	٣	٢٠٠	٣٠٠	١٠	٨٠	٥٠	١
	ن	ا	ر	ق	ل	ا	ت
١٣٣٠هـ	٥٠	١	٢٠٠	١٠٠	٣٠	١	٣٠٠

٤- الكلبة البلهبه في الحكمة المحكمة لو هاء فلسفة المشئبه ١٣٣٨هـ

ل	ا	ه	م	ل	ك	ل	ا
٣٠	١	٥	٣٠	٣٠	٢٠	٣٠	١
ا	ي	ف	ه	م	ه	ل	م
١	١٠	٨٠	٥	٣٠	٥	٣٠	٣٠
م	ل	ا	ه	م	ك	ح	ل
٣٠	٣٠	١	٥	٣٠	٢٠	٨	٣٠
ا	ه	و	ل	ه	م	ك	ح
١	٥	٦	٣٠	٥	٣٠	٢٠	٨
ل	ا	ه	ف	س	ل	ف	ي

۱۲۹۷ھ

۱۲۹۷ھ

آپ نے بہت سی تاریخی نظم کے پیرائے میں متعدد صنعتوں کے استعمال سے نکالی ہیں۔ جس کا ذکر ”احمد رضا بحیثیت عربی شاعری“ کے باب میں کیا گیا ہے یہاں پر صرف چند مثالیں دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

تاریخ گوئی میں فاضل بریلوی کی مہارت کا اندازہ اس تاریخ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں علامہ بریلوی نے اپنے پیرو مرشد شاہ آل رسول مارہروی کی تاریخ وفات کہی ہے۔ یہ تاریخ وفات مربع کی شکل میں ہے۔ مربع کے خانوں میں منتخب الفاظ اور پھر خانوں کے باہم امتزاج سے کن وفات نکالی ہے۔ اس مربع کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس مربع کی سیدھی، آڑی، ترچھی جتنی جالیں نکلتی ہیں سب سے تاریخ وفات کا استخراج ہوتا ہے۔

۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ
۱۲۹۷ھ	اجود قرب	اصفی عمل	واصل برب	طارم محل	۱۲۹۷ھ
	۳۱۶	۳۲۱	۳۳۱	۳۲۸	۱۲۹۷ھ
۱۲۹۷ھ	انقی صفا	آل رسول	اشفہ بجد	بجزئی	۱۲۹۷ھ
	۳۳۲	۳۲۷	۳۱۷	۳۲۰	
۱۲۹۷ھ	جان عرب	ال روح دین	اصفی النساء	فرد اجل	۱۲۹۷ھ
	۳۲۶	۳۲۹	۳۲۳	۳۱۸	
۱۲۹۷ھ	انقی لعلی	نورنجی	شاہ ہدی	کنف صفی	۱۲۹۷ھ
	۳۲۲	۳۱۹	۳۲۵	۳۳۰	
۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں بھی بہت جدت فکر کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ دیگر علوم و فنون کے ساتھ فن تاریخ گوئی میں بھی زبردست مہارت رکھتے تھے۔

—۴—

عربی زبان و ادب میں مہارت

احمد رضا خان محدث بریلوی کی شخصیت بمقبری شخصیت تھی اس بات کا اعتراف متعدد اہل علم و صاحبان نظر نے بھی کیا ہے۔ آپ ایک ایسے عالم دین تھے جو ہندی ہوتے ہوئے بھی عربی میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی بنا پر علمائے عرب و عجم کی نظر میں بہت محترم تھے۔ تصانیف، مکاتیب، ۳ اسناد، اجازات ۴ اور اشعار ۵ وغیرہ سے اس بات کا بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ آپ کو کس قدر اس عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ بقول حضرت ڈاکٹر عبدالمنعم خفاجی:

”امام احمد رضا خاں ایسے مسلم مجاہد تھے جو عربی زبان سے اس لیے محبت کرتے تھے کہ یہ قرآن و حدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خاں کا شمار ہندوستان کی ان چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانے میں عربی زبان و ادب کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا۔“ ۶

آپ نے دس برس کی عمر میں ”عربی زبان میں شرح ہدایۃ النحو“ لکھی اور ۱۳ برس کی عمر میں ۱۲۸۵ھ میں عربی زبان میں آپ کی پہلی تصنیف ضوء النہایہ فی اعلام الحمد والہدایۃ منظر عام پر آئی۔ ۷ عربی زبان میں مختلف اصناف و فن پر تقریباً تین سو کتابیں اس بات کی دلیل ہیں کہ عربی زبان آپ کی فطرت سلیم میں قیام ازل کی طرف سے ودیعت کر دی گئی تھی۔ ڈاکٹر احمد ادریس مصری اپنے مقالہ الادب العربی فی شبہ القارۃ الہندیہ میں اہل ہند کے دیگر علما و فضلا کے درمیان آپ کی منفرد حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نواب صدیق حسن خاں قنوجی (متوفی ۱۳۰۷ھ) کی عربی زبان میں چھپن کتابیں ہیں، ملا عبدالحی بن عبدالحکیم فرنگی محل (متوفی ۱۳۰۴ھ) کی چھیاسی، اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ) کی تیرہ اور مولانا احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) کی تین سو تصانیف ہیں۔“ ۸

مولانا بریلوی کو نثر اور نظم دونوں میں یکساں عبور حاصل تھا اور دونوں صنفوں میں اپنی عمق و سیرت کے وہ نمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک محدث بریلوی کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ آپ کی عربی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف خود اہل عرب نے بھی کیا ہے اور متعدد عربی تصانیف پر داد و تحسین بھی دی ہے۔ چنانچہ جلیل القدر عالم شیخ احمد

۱ پیغامات یوم رضا، محمد مقبول احمد قادری۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۵

۲ جد المتار حاشیہ رد المحتار، احمد رضا خاں۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۹۹ھ

۳ اطائب الصیب علی ارض الطیب۔ احمد رضا خاں، ۱۳۹۹ھ، مشمولہ رسائل رضویہ ج ۱۔ ص ۲۸۵-۳۴۴

۴ الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینۃ۔ احمد رضا خاں، ۱۳۲۴ھ، مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۲۔ ص ۲۳۷، ۲۰۴

۵ امام احمد رضا کی عربی شاعری۔ ڈاکٹر حامد علی خاں، مشمولہ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۳-۵۴۶

۶ مولانا احمد رضا خاں کی عربی خدمات، محمود حسین بریلوی، ناشر ادارہ تحقیقات۔ ص ۳۳، سنہ اشاعت ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۷ الجمل المعداد، محمد ظفر الدین بہاری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۶

۸ حولیۃ الجامعة السلامیہ العالمیۃ العدد الرابع، عام ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۹

ابوالخیر مرداد (والد ماجد امام مسجد حرم، مکہ معظمہ) نے جب احمد رضا خاں کا رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم مطالعہ فرمایا تو محدث بریلوی کو علم و فصاحت کا تاج دار قرار دیتے ہوئے کہا:

”الحمد لله على وجود مثل هذا الشيخ فاني لمار مثله في العلم و الفصاحة وسعة الباع من حسن سبك العبارة“

شیخ سعید بن محمد (مدرس مسجد حرام، مکہ معظمہ) احمد رضا خاں بریلوی کی عربی تحریروں کو دیکھ کر متحیر ہو گئے اور کہا کہ ان کی سطریں گویا موتیوں کی لڑیاں ہیں:

”كانها جواهر تكونت من الفاظ عذاب و مواهب لا تدرك بيدا اكتساب“

ترجمہ: گویا وہ گوہر ہیں کہ شیریں لفظوں سے بنے، وہی عطیے ہیں کہ زور بازو سے نہیں ملتے۔ بالفاظ دیگر: ابن سعادت بہ زور بازو نیست

عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری نے محدث بریلوی کی زبان و بیان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وینذ عن لفصاحتها کل ناظم و ناثر“

ترجمہ: ”اور سب ناظم و ناثر اس کی فصاحت کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔“

شیخ حامد احمد محمد جد اوی مکی نے مولانا بریلوی کی ایک عربی تصنیف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے

”فوجدتها شذرة من عسجد و جوهرة من عقود و زبرجد“

ترجمہ: تو میں نے اسے خالص سونے کا ٹکرا پایا اور موتیوں اور یاقوت اور اور زبرجد کی لڑیوں کا ایک جوہر۔

سید مامون البری مدنی نے فاضل بریلوی کی عربی تصنیف کا مطالعہ کیا اور اس کی عبارت کو دیکھ کر احمد رضا خاں کو جادو نگار قرار دیتے ہوئے کہا:

”صاحب القلم كالاسحار والكلم الفائق لطفها نسيم الاسحار“

ترجمہ: جن کا قلم جادو کی طرح فریفتہ کرتا ہے جس کی باتوں کا لطف نسیم سحر پر فوقیت رکھتا ہے۔

شیخ علی بن حسین مکی انھیں مرصع کا زقرار دیتے ہوئے علامہ بریلوی کی عربی تصانیف کے بارے میں کچھ اس طرح اظہار

۱ مکتوب سید اسماعیل بن خلیل (حافظ کتب حرم) مکہ معظمہ، محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ بنام امام احمد رضا خاں (مشمولہ رسائل رضویہ ج ۲، ۱۳۹۶ھ ص ۲۶۲۔

۲ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبدالکیم اختر شاہ جہاں پوری مظہری) جلد ۱، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۳ھ

۳ رسائل رضویہ، ص ۱۵۸

۴ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۱۰۱

۵ مکتوب سید مامون البری مدنی، محررہ، محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا خاں۔

خیال کیا ہے:

”ابدی معانی المشکلات بیانہ بديع منطقة الجواهر انظمت“

ترجمہ: مشکلات اس سے کھلے اس کا بیان ایسا بديع، جس کی لڑیوں سے ہے جو اھر کو زیب و زینت۔

شیخ اسعد بن دھان مکی (مدرس، مسجد حرام، مکہ معظمہ) تھے مولانا بریلوی کی فصیح اور بلیغ عربی عبارت دیکھ کر یہ کہنے سے گریز

نہیں کیا:

”العلامة الذى افتخرت به الاواخر على الاوائل و الفهامة الذى ترك تبیانہ سبحان

باقول۔“

ترجمہ: وہ علامہ کہ سب پچھلے، اگلوں پر فخر کرتے ہیں اور جلیل فہم والا جس نے اپنے روشن بیان سے سبحان فصیح البیان کو

بے زبان کر دیا۔

شیخ علی بن حسین مکی تو فاضل بریلوی کو رب البلاغہ کے نام سے پکارا ٹھے:

”ذاخبرة مولى المعارف والهدى رب البلاغة من به الدنيا نزهت

ابدی معانی المشکلات بیانہ بديع منطقة الجواهر انظمت“

ترجمہ: وہ تجربہ کار اور صاحب معارف ہدایت ہیں، ایسے بلیغ جس پر دنیا ناز کرے، اس کے بیان نے مشکل معانی واضح

کر دیے، اس کے اچھوتے بیان میں موتیوں کو پرو دیا گیا ہے۔ یہ چند آراء ہیں احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر زبردست تسلط

کے بارے میں۔ جب اہل عرب عربی زبان میں کامل دسترس اور فصاحت و بلاغت کی تصدیق و تعریف کریں اور ان کے

کارناموں کا اعتراف کریں تو یہ کہنا کہ علامہ بریلوی کو عربی آتی ہی نہیں تھی، جیسا کہ احسان الہی ظہیر نے اپنی کتاب البریلویہ میں کہا

ہے تو اسے کیا کہا جائے۔ محض بغض و عناد کی بنا پر یہ رائے قائم کر لینا درست نہیں ہے۔ دراصل احسان الہی ظہیر نے اپنی کتاب

’بریلویہ‘ میں احمد رضا بریلوی کے عربی میں نابلد ہونے کی بات کہی ہے جو آج بھی مشہور ہے۔ ’بریلویہ‘ کے صفحہ ۲۳ پر احسان

الہی ظہیر نے جو اعتراض کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

خامساً: ان سلسلة بيعته تصل الى النبي ﷺ بواسطة ائمة السبعة كما ذكى زغسه في عبارته

العربية (اللهم صلى وسلم وبارك على سيدنا و مولانا محمد المصطفى رفيع المذمك، المرتضى

على الشأن الذى رجيل من امته خير من الرجال السالفين، وحسين من زمرة احسن من

كذا وكذا، حسنا من السالفين، السيد السجاد زين العابدين، باقر علوم الانبياء، والمهر سلين

۱ سلامت التلاہل السنہ، حامد رضا خاں، ۱۳۳۲ھ، مطبوعہ بریلی، ص ۵۵، ۵۴

۲ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۷۳

ساقی الكوثر، ومالك تسنيم، جعفر الذي يطلب، موسى الكلیم، رضاربه بالصلاة عليه) ومن هذه العبارة يظهر ايضا نبوغه في العربية ومهارته فيها، الشخص الذي يقولون عنه: انه كان يتكلم بها وهو في الثالثة من العمر۔

ولاندري تركيب هذا وآية عبارة هذه (حسين من زمرة احسن من كذا وكذا؟
وايضاً ما معنی (باقر علوم الانبياء)؟
وما معنی (بالصلاة عليه)؟

مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے احسان الہی ظہیر کے تمام اعتراضات کا مفصل جواب اپنی کتاب ”البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ میں دیا ہے۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

”امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوار رضا (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں ۲۱ محرم بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا۔ بلاشبہ یہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے، لیکن جسے اس کا مطلب ہی نہ سمجھ میں آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ وہ اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں، احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

”ومن هذه العبارة يظهر ايضا نبوغه في العربية ومهارته فيها، الشخص الذي يقولون عنه: انه كان يتكلم بها وهو في الثالثة من العمر۔“

(اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جب کہ ان کی (احسان الہی ظہیر) اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے، اصل عبارت یہ تھی: ’خير من رجال من السالفين‘ اسے یوں نقل کر دیا خیر من الرجال السالفين یعنی رجال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد ’من‘ حذف کر دیا۔ رجال پر تین تعظیم کے لیے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مضمون برقرار نہیں رہا۔ پھر کئی جگہ قومہ (،) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا، مثلاً ’كذا وكذا احسن‘ کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسیٰ الكلیم کے درمیان، جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا جو نہیں دیا گیا ہے۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونمانہ ہوتیں۔“

در اصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی کریم ﷺ کا وصف بتایا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر آئے ہیں۔ اس درود شریف کا ترجمہ، ملاحظہ ہو تو درج تار ہے گا:

”اے اللہ! صلوة و سلام اور برکت نازل فرما، ہمارے آقا و مولیٰ محمد ﷺ، منتخب بلند مرتبہ والے، پسندیدہ عالی شان والے

ر، جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا ساحین گزشتہ بڑے بڑے سینوں سے زیادہ حسن والا ہے، سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء و مرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔“

یہ تمام نبی اکرم ﷺ کے اوصاف ہیں، شجرہ میں امام حسینؑ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم ﷺ کے لیے بے ادب تھا۔ اس لیے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں:

”جن کے گروہ کا چھوٹا ساحین، گزشتہ بڑے بڑے سینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔“ چونکہ ظہیر صاحب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا اس لیے بڑے بھولے پن سے کہتے ہیں:

”پتا نہیں یہ کون سی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟“

اگر مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں:

”باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے؟“

اتنی واضح عبارت کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا، اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا ہوا ہے، جس کے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجاتا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لیے کہتے ہیں: ”لانہ بقر العلوم ای شقہ وفتحہ ف عرف اصلہ وتمکن فیہ“

(کہ انہوں نے علم کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے)

”باقر علوم الانبیاء“ کا معنی ہوگا انبیاء کے علوم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں: ”وما معنی بالصلوة علیہ“، ”بالصلوة علیہ“ کا معنی کیا ہے؟ پورے جملے کا ترجمہ دیکھئے معنی سمجھ میں آجاتا۔ ”وہ کہ موسیٰ علیہ السلام ان پر درود بھیج ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔“

جہاں تک خود البریلویہ کے مصنف احسان الہی ظہیر کی عربی زبان دانی کی بات ہے تو انہیں کے مکتبہ فسر (اہل حدیث) سے تعلق رکھنے والے حافظ عبدالرحمن مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کہتے ہیں:

”جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامریا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی داں حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی ظہیر کی عربی کتب کے سلسلے میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔“

حافظ عبدالرحمن مدنی ’ہفت روزہ اہل حدیث‘ میں مزید لکھتے ہیں:

”الحمد للہ! مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ

کردوسروں کے نام سے یادوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں، اس سلسلے میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں، بلکہ میرے گواہ، میرے اپنے شاگرد ہیں، جو خود احسان الہی ظہیر کے لیے عربی، اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الہی ظہیر ان کا نام دیے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔“

اس طرح دیکھا جائے تو احسان الہی ظہیر کی کتاب البریلویہ احمد رضا کی عربی دانی پر بہت بڑی ضرب ہے۔ دوران ریسرچ راقم الحروف کو بھی ایسے لوگ ملے جنہوں نے البریلویہ کے حوالہ سے یہ کہا کہ تم شعبہ عربی میں احمد رضا بریلوی پر پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہی ہو جن کو خود ہی عربی نہیں آتی تھی۔ لہذا درمیان تحقیق و مطالعہ اس بات کا انکشاف ہو گیا کہ کس کو عربی آتی تھی اور کس کو نہیں۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری البریلویہ کے مصنف احسان الہی ظہیر کی عربی دانی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب ’البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ‘ کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں:

’البریلویہ کے صفحہ ۲۳ پر ایک درود شریف نقل کیا ہے جس میں احمد رضا بریلوی نے صنعت ایہام میں مشائخ سلسلہ قادریہ کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: فانہم اعطوا اللعصاة البغاة رسيد الجنة۔ جس طرح ظہیر نے اسے عربی سمجھا، ظہیر صاحب کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ رسيد لفظ عربی نہیں فارسی ہے۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: بل اصدا روا فرمانا^۲ کہ ظہیر نے اسے عربی سمجھ کر تحریر کیا۔ انہیں کون سمجھائے کہ فرمان لفظ عربی نہیں ہے، فارسی ہے۔“^۳

ظہیر صاحب نے نقل کرنے میں جو غلطیاں کی ہیں اس کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۱	ان اخلص المحبتين قلوہ	قلاہ
۱۵	۱۷	انفصلت البریلویہ	عن البریلویہ
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع ان الثابت
۲۰	۱۱	عبدالحق خیر آبادی	الخير آبادی
۲۰	۱۷	من ابنہ ابی الحسین	من ابن ابنہ
۲۱	۱۵	لم تکن رائجة بين السنّة	بين اهل السنّة
۲۱	۲۰	یروجا بین السنّة	بين اهل السنّة

۱ البریلویہ، احسان الہی ظہیر، ص ۱۳۵

۲ البریلویہ، احسان الہی ظہیر، ص ۳۷

۳ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۴۰-۴۱

لاهل البيت	كتب فيها لآل البيت	١٣	٢٢
اهل السنة	كفر السنة	٣	٢٣
حلياً	حلى	٣	٢٥
فلسا	ولافلسا	٢١	٢٥
ان يصفه بها	اي يصفه بها	١٣	٢٤
الى ان القوم	ان القوم	١٤	٢٨
المواضع	المواضيع	٢١	٢٨
تلك الكتب	هذه الكتب	١٢	٢٩
الى البريلوى	الى البريلوية	١٢	٢٩
القطع الصغير	الحجم الصغير	١٤	٣٣
٨٦٣ صفحة	يشتمل على ٢٦٣ صفحة	١٨	٣٣
حكما (فرمانا لفظ فارسى)	اصدروا فرمانا	١٤	٣٤
نظرة تعظيم واحترام	نظرة تقدير واحترام	١٢	٣٩
اعتزل البريلوى	اعتزلت البريلوى	١	٣٠
غضبوها	غضبوها	١٥	٣٠
استرقاق	استرتقاق	١٨	٣٠
فى مصالحته المستعبرين	فى صاع المستعبرين	٢٢	٣٠
استخلاص	استخلاص	٢٠	٣١
والا فالبقصد الاصلى	والا البقصد الاصلى	٣	٣٢
للاستعمار	مناصرة للاستعمار	٢١	٣٢
الاستعمار	الاستعبرا	١٠	٣٣
سبتمبر	ستمبر	١٤	٥٢
حامد رضا	من ابن البريلوى احمد رضا	١٤	٥٣
كانت	بعدها كنت رفوضة	١٨	٥٥
القراء	فلي نصف القراءة	٤	٦٤

الی من جاء	ومن جاء	۸	۶۷
کدیب النمل	کبیب النمل	۱۷	۶۷
فیکتب	فیکتبت	۷	۶۸
الّتی بینہا	الذی بینہما	۶	۷۶
ولم یبق	ولم یبقی	۱۶	۱۱۰
ولکن تعبی	ولکن تعبی	۸	۱۱۱
ردّ المختار	ردّ المختار	۳	۱۱۷
الدّر المختار	دار المختار	۳	۱۱۷
رسید عجمی لفظ	رسید الجنتہ	۸	۱۳۵
عجمی، بوسہ سے ماخوذ	ان یبوس	۱۹	۱۳۸
	ترك التکایا	۳	۲۰۵

تکیہ کی جمع، عجمی لفظ

احمد رضا خاں بریلوی کو عربی زبان و ادب سے ذہنی مناسبت تھی۔ دس سال کی عمر میں 'مسلم الثبوت' پر عربی میں حاشیہ لکھ کر اس زبان پر اپنی دسترس کا ثبوت دیا۔ آپ نے عربی زبان و ادب میں وہ علمی کارنامے اور فنی شہ پارے یادگار چھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر اہل علم ششدر رہ جاتے ہیں اور علامہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ نثر ہو یا نظم دونوں میں علامہ کا قلم سیل رواں کے مانند چلتا ہے۔ نظم میں مولانا نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ جس کا تفصیلی جائزہ احمد رضا کی عربی شاعری کا تنقیدی جائزہ میں پیش کیا گیا ہے۔ مولانا بریلوی کی عربی ادب و نعت پر مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندو پاک کے مشہور عالم علامہ عبدالعزیز میمن (م ۱۹۷۸ء) جن کو بقول شاکر الفحام عربی ادب اور نعت پر بے پناہ دسترس حاصل تھی، آپ پچاس برس تک 'المجمع العربی' دمشق کے مستقل ممبر اور مقالہ نگار تھے، ان کے اساتذہ میں عربی نثر اد عالم محمد طیب مکی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) تھے۔ چنانچہ ایسی قابل قدر شخصیت کے استاد محمد طیب مکی نے ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ کو احمد رضا کا رسالہ 'ازالۃ العاز' (۱۳۱۶ھ) کا تعاقب کرتے ہوئے عربی میں ایک خط لکھا، احمد رضا نے ۲۰ جمادی الاخر ۱۳۱۹ھ کو محمد طیب صاحب کے خط کا جواب دیا، مولوی طیب نے پھر دوسرا اعتراض کیا، فاضل بریلوی نے اس اعتراض کا جواب ۲ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ کو ارسال کیا، اس جواب کے بعد مولوی طیب صاحب تین ماہ تک خاموش رہے چنانچہ فاضل بریلوی نے ۵ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو تیسرا خط لکھا جس پر مولوی طیب صاحب نے جواب بھیجنے کا وعدہ کیا، اس کے جواب میں احمد رضا نے ۹ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو چوتھا خط ارسال کیا لیکن مولوی طیب صاحب نے وعدہ کے مطابق جواب ارسال نہ کیا تو احمد رضا نے ان پر پانچواں خط ۱۱ ذی قعدہ

۱ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ عبدالحکیم شرف قادری۔ مطبع: احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۹۵ء، شعبان المعظم، ص ۴۱ تا ۴۳

۱۳۱۹ھ کو ارسال کیا۔ یہ خط و کتابت عربی زبان میں ہوئی۔ مولوی طیب صاحب کی طرف سے فاضل بریلوی کو تین خطوط ارسال ہوئے اور یہ تینوں خطوط ۳۹ سطروں پر مشتمل ہیں۔ علامہ بریلوی نے ان کے خطوط میں املاء اور صرف و نحو کی دس غلطیوں کی نشاندہی کی جس سے مولانا طیب صاحب زچ ہو کر رہ گئے۔ لہذا علامہ بریلوی کے یہ عربی خطوط ان کی عربی زبان پر مہارت کی دلیل ہیں۔ مولوی طیب مکی کے علاوہ علامہ بریلوی کی جن سے مراسلت ہوئی ان میں عبدالکریم درس، مولانا عبدالسلام جبلپوری اور بہت سے عرب علماء بھی شامل ہیں۔ ذیل میں مکتوبات کے نمونے دیے جا رہے ہیں جس سے مولانا کی عربی زبان میں مہارت کا اندازہ ہو جائیگا۔ مولانا کے دستیاب مکتوبات 'مکتوبات امام احمد رضا' اور 'الرسائل رضویہ' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

نمونہ مکتوبات:

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الی الفاضل الکامل الشیخ محمد طیب المکی مددہ الله بقلب ملکی

اما بعد! فانی احمد الله الیک، سلام علیک وصل الکتاب وهل الخطاب، غیب ما طال

امد وزال ابد، وظن الوداد ان قد نفذ، اوکان قد، ومما یسر ان التخطاب فی امر دینی، والسوال

عن فرض یقینی فاحببت الجواب رجاء للثواب، اظہار اللصواب، وقضاءً لحق اخوة الاحباب

ولو انک یا اخی رجعت فی هذا الی الکلام المبین لا غناک عن مراجعة مثلی من المقلدین کبابہ

تعینت فیما تمنیت عن الائمة المجتہدین رضوان الله تعالیٰ علیہم اجمعین۔

فان رايت ما التبسته انت ولم یأتک بدء، انه هو الطريق القويم قذائك المامول من

طبعک السليم وودک التقويم ولا فانی اعوذ بربی وربک ان تکابر تحقیقاً او تدابر صدیقاً وان

ابیت فما انایات ما اتیت ولعلک تجد من یجازی بمثل ولا یمل مکابرة ولا یخسی مدابرة والله

الهادی وله الحمد فی الاولی والاخرة وصلى الله تعالیٰ علی سیدنا ومولانا الامان الامین فاتح الخلق

وخاتم النبیین محمد شارح الاجتهاد للمأهرین وأمر التقليد للقاصریں وعلی الہ الطأهرین

وصحبه الطأهرین ومجتهدی ملتہ والمقلدین لهم باحسان الی یوم الدین وبارک وسلم

۱ رسائل رضویہ، جلد اول، مرتبہ مولانا عبدالکیم شاہ جہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۲۳۳ تا ۲۸۵ میں مولوی طیب صاحب کے تین عربی خطوط اور احمد رضا کے پانچ عربی خطوط ایک رسالہ کی شکل میں اس میں شامل ہے۔

۲ رسائل رضویہ، جلد اول، مرتبہ مولانا عبدالکیم شاہ جہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۲۹۱ تا ۲۹۲

ابدالابدین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العالمین۔^۱

ان مکتوبات کے علاوہ مولانا بریلوی اپنے عربی خطبات میں بھی اپنی بے پناہ صلاحیت اور مہارت کا ثبوت دیتے ہیں۔ احمد رضا بریلوی کے عربی زبان میں انتہائی شاندار اور بیش قیمت خطبے موجود ہیں۔ آپ کے دستیاب خطبے دو طرح کے ہیں۔ خطب المنابر یعنی جمعہ عیدین کے موقع پر دیے گئے خطبے خطب الدفاتر یعنی کتابوں کے آغاز میں لکھے گئے خطبے۔ فاضل بریلوی نے جمعہ و عیدین کے موقع پر جو خطبے دیے ہیں ان خطبوں میں متانت اسلوب، زور بیان، آیات قرآنی و احادیث نبویہ کے اقتباس و حوالہ جات، الفاظ کی شیرینی، موثر لب و لہجہ، منتخب الفاظ، سادہ و سلیس عبارت جیسی خصوصیات موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ بریلوی کے خطبات اس قدر موثر ہوتے ہیں کہ سخت سے سخت دل انسان بھی ان خطبات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نمونہ خطبہ عید الفطر:

الحمد لله حمد الشاکرین، الحمد لله کما نقول وخیراً مما نقول، الحمد لله قبل کل شیء
الحمد لله بعد کل شیء، الحمد لله کما ینبغی بجلال وجهہ الکریم، الحمد لله کما حده الانبیاء
والمرسلون والبلائکة المقربون، وعباد الله الصالحون، الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله والله
اکبر الله والله الحمد..... فیایہا المومنون رحمناً ورحمہم الله، اعلموا ان یومکم
ہذا یوم عظیم یوم یتجلی فیہ ربکم باسمہ الکریم ویغفر فیہ للصائمین، الا وللصائم
فرحتان، فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء الرحمن، الا وان فی الجنة بائقاً لہ الریان
لا یدخلہ الا الصائمون لوجه الکریم الملک الدیان الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله
اکبر والله الحمد، الا وان نبیکم صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم قد اوجب علیکم فی ہذہ الیوم علی
کل من یملک النصاب فاضلاً عن الحاجة الاصلیة عن نفسه وعن صغار الذریة صاعاً من
تمر او شعیر او نصف صاع من براوزبیب الا وانہا لطهرة لصیامکم عن اللغو والرفث وان
الصیام معلقہ بین السماء والارض حتی تودی ہذہ الصدقة فادوها طیبة بہا انفسکم
تقلبہا الله والصیام منا ومنکم ومن اهل الاسلام الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله
والله الحمد، الا وان ربکم فرض فرائض فلا تترکوها وحرمت حرمت فلا تنتہکوها، الا وان
نبیکم صلی الله علیہ وسلم سن لكم سنن الهدی فاسلکوها^۲

^۱ رسائل رضویہ، ایضاً، مرتب مولانا عبدالحکیم شاہ جہاں پوری، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۸۹۲

^۲ الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعة۔ احمد رضا خاں، ص ۲۱-۲۲-۲۳

مولانا بریلوی کا وہ خطبہ بھی قابل دید ہے جس میں رعایت سجع، براعت استہلال، دیگر صنائع بدائع کا بے تکلف اور خوبصورت استعمال ملتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان سب رعایت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود کہیں بھی خطبے کی سلاست اور روانی میں فرق نہیں آنے پایا۔ اس خطبے میں کہیں حمد باری تعالیٰ ہے تو کہیں نعت رسول ﷺ کی جلوہ سامانیاں ہیں تو کہیں درود و سلام کی رعنائیاں، کہیں صحابہ اکرام اور اہل بیت کے مناقب و مدح و تائش کے گلشن لہلہاتے نظر آتے ہیں۔ اس میں کتب و فقہ کے ناموں اور ائمہ کرام کے اسماء گرامی کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ خطبہ وصاحت و بلاغت، دلکش تشبیہ و استعارات اور تلمیحات کا پیکر ہے۔ اس میں الفاظ کی بندش اور ترکیب کی برجستگی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ خطبہ ملاحظہ ہو:

”الحمد لله هو الفقه الاكبر، والجامع الكبير لزيادات فيضه المسبوط الدرر والغرر، به الهداية، ومنه البداية، واليه النهاية“

”بجدة الوقاية ونقاية الدراية، وعين العناية وحسن الكفاية، والصلوة والسلام على الامام الاعظم للرسول الكرام، مالكي وشافعي احمد الكرام، يقول الحسن بلا توقف، محمد الحسن ابو يوسف، فانه الاصل البسيط، لكل فضل بسيط، ووجيز ووسيط، البحر الزخار، والدر البختار، وخزائن الاسرار، وتنوير الابصار، ورد البختار ورد البختار على منح الغفار وفتح القدير وزاد الفقير وملتقى البحر ومجمع الانهر وكنز الدقائق وتبيين الحقائق البحر الرائق منه يستمد كل نهر فائق فيه المنسيه وبه الغنيه ومراقى الفلاح وامداد الفتاح وايضاح الصلاح الخ نهر امداد الفتاح، وايضاح الاصلاح، و نور الايضاح، كشف المضمرات، وحل المشكلات والدر المنتقى، وينا بيع المبتغى، وتنوير الابصار وزواهر الجواهر، البدائع النوادر، المنزه وجوباً عن الاشباه والنظائر، مغنى السائلين، ونصاب المساكين، الحاوى القدسي لكل كمال قدس وانسى، الكافي الوافي الشافي المصطفى المصطفى المستصفي المجتبي الصافي، عدة النوازل، وانفع الوسائل، لاسعاف السائل، بعيون المسائل، عمدة الاواخر وخلاصة الاوائل، وعلى آله وصحبه، واهله وحزبه، مصابيح الدجى، ومفاتيح الهدى، لاسيما الشيوخين الصاحبين، الاخذين من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين، والختنين الكريمين، كل منها نور الغين، ومجمع البحرين، وعلى مجتهدى ملته، وائمة امته، خصوصاً الاركان الاربعة، والانوار اللامعة، وابنه الاكرم، الغوث الاعظم، ذخيرة الاولياء وتحفة الفقهاء وجامع الفصولين، فصول الحقائق، والشرع المذهب بكل زين، وعلينا معهم، وبهم

ولهم يا ارحم الراحمين، آمين آمين والحمد لله رب العالمين۔

احمد رضا کے درج ذیل خطبے سے ان کی لسانی مہارت اور زبان و بیان پر قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔

”اما بعد فهذه، بحمد الله، ورفد الله، وعون الله، وصون الله، تبارك تعالى، وبارك الله، ماشاء الله، لا قوة الا بالله، وحسبنا الله ونعم الوكيل، نعم المولى ونعم النصير، جنات عاليه، قطوفها دانيه، فيها سرر رفوعة واكواب موضوعة ونمارق مصفوفة، وزرابي مبثوثة، من مسائل الدين الحنيفي، والفقہ الحنفی، تجد فيها ان شاء الله عينا جاريه من عيون تحقيقات السلف الكرام، مع رفرف خضرو عبقرى حسان من تمهيدات الخلف الاعلام، وعرائس نفائس كانها الياقوت والمرجان، لم يطبثهن قبلى انس ولا جان“^۱

نمونہ خطبہ جمعہ:

”الحمد لله الذى فضل سيدنا ومولانا محمداً ﷺ على الغلمين جميعا۔ واقامه يوم القيامة للمذنبين المتلوثين الخطائين الهالكين شفيحاً، فصلى الله تعالى وسلم وبارك عليه وعلى كل من هو محبوب ومرضى لديه، صلاة تبقى وتدوم بدوام الملك الحى القيوم واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، واشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله ﷺ وعلى اله وصحبه اجمعين وبارك وسلم۔“

اما بعد فيا ايها المومنون رحمننا ورحمكم الله تعالى اوصيكم ونفسي بتقوى الله عزوجل فى السر والاعلان فان التقوى سنام ذرى الايمان واذكروا الله عند كل شجر و حجر، واعلموا ان الله بما تعملون بصيروان الله ليس بغافل عما تعملون، واقتفوا اثار سنن سيد المرسلين صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعليهم اجمعين۔ فان السنن هي الانوار وزينوا قلوبكم بحب هذا النبي الكريم عليه وعلى اله افضل الصلوة والتسليم، فان الحب هو الايمان كله الا لا ايمان لمن لا محبة له۔“^۲

جمعہ وعیدین کے خطبوں کے علاوہ مواعظ و نصائح سے متعلق خطبات بھی موجود ہیں۔ ان خطبات کے مطالعہ سے اس بات کا

^۱ العطايا والنبوية فى الفتاوى الرضوية، احمد رضا خاں، جلد اول، ۱۹۰۳ء، ۱۳۲۲ھ

^۲ العطايا والنبوية فى الفتاوى الرضوية، احمد رضا خاں، جلد اول، ۱۹۰۳ء، ۱۳۲۳ھ

^۳ الخطبات الرضوية فى المواعظ والعیدین والجمعة، احمد رضا خاں، ص ۷، ۸، ۹

اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی کو مشکل مسائل آسانی کے ساتھ سلیس لب و لہجہ میں بیان کرنے پر کس قدر قدرت و مہارت حاصل تھی۔
نمونہ خطبہ و غلط:

”الحمد لله رب العالمين۔ حمد الشاكرين و افضل الصلوة و اكمل السلام على سيد المرسلين، خاتم النبيين، اكرم الاولين و الاخرين، قائد الغر المحجلين، نبى الحرمين، امام القبلتين سيد الكونين و سيلتنا فى الدارين صاحب قاب قوسين، المزيّن بكل زين، المنزه من كل شين، حد الحن و الحين، نبى الانبياء، عظيم الرجاء، عميم الجود و العطاء، ماحى الذنوب و الخطاء، شفيعنا يوم الجزاء، سر الله المخزون، در المكنون، عالم ما كان و ما يكون، نور الافئدة و العيون، سرور القلب المحزون۔“

احمد رضا خاں بریلوی کے بیشتر تصنیفات کے خطبات و مقدمات عربی زبان میں ہیں۔ ان خطبوں اور مقدمات میں بلاغت اور صنائع بدائع کا انتہائی بر محل اور بے تکلف استعمال نظر آتا ہے۔ علامہ بریلوی کی خوبی یہ ہے کہ تصنیفات کے ان مقدمات اور خطبات میں حمد باری تعالیٰ اور درود شریف کے ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان کر دیتے ہیں جو کتاب کے اندر تفصیلی ذکر کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی کے شہرہ آفاق کارنامہ ”العطايا النبويه فى الفتاوى الرضويه“ المعروف بہ فتاویٰ الرضویہ کی جلد اول کے عربی خطبہ میں جو بذت اور ندرت نظر آتی ہے وہ فقہ کی پوری تاریخ میں کہیں نہیں نظر آتی ہے۔ یہ عربی خطبہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ پاکستان کے نامور عالم، محقق، ناقد اور شاعر مولانا قاضی عبدالدائم دایم اس فصیح اور بلیغ خطبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس بلاغت پارے کی خصوصیات یہ ہیں کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات۔۔۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ ﷺ کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درود سلام۔۔۔ یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور آئمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور آئمہ کے مسجع اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ غنچے چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود سلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں اس کے ساتھ۔ ساتھ جملہ محنات بدیعہ از قسم براعت استہلال و رعایت مسجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیود اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔۔۔ نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ تلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم“

۱ الخطبات الرضويه فى المواعظ والعیدین والجمعة، احمد رضا خاں، ص ۸، ۷، ۹

۲ فتاویٰ رضویہ کا خطبہ، مولانا قاضی عبدالدائم دایم، مشمولہ، معارف رضا شمارہ ۳۱-۱۵، ۱۹۹۳ء، ص ۷۷

پاکستان کے مشہور و معروف ادیب، صحافی، شاعر مصنف اور نقاد جناب کوثر نیازی نے جب فتاویٰ رضویہ کے اس خطبہ کا مطالعہ کیا تو علامہ بریلوی کی عربی زبان و لغت پر دسترس کو دیکھ کر متحیر ہو گئے اور امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر اپنے مقالہ میں اس خطبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا:

”دورانِ تعلیم مولوی فاضل کے درجہ میں مقامات حریری پڑھی جو عربی ادب کے حوالے سے ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ اسی طرح فیضی کی تفسیر بے نقط سواطح الالہام دیکھی جس کو تاریخ میں ایک بلند امتیاز حاصل ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح عربی ادب کے اور بھی شاہکار مطالعہ کے دوران نظر سے گزرے، مگر ان سب پر امام احمد رضا کے فتاویٰ کا عربی خطبہ فوقیت اور انفرادیت رکھتا ہے۔“

لہذا امام احمد رضا کا یہ خطبہ عربی ادب کا شاہکار ہے۔ اس خطبے سے آپ کی جلالت علمی اور وسعت مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۹۰ سے زیادہ کتب فقہ ان کے مطالعہ میں تھیں۔ غرض کہ یہ خطبات جہاں آپ کے علمی کمالات کے شاہد ہیں وہیں امام احمد رضا کے عربی زبان و لغت پر کامل دسترس کے آئینہ دار بھی ہیں۔

امام احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں مہارت کا ثبوت ان کی تصنیفات کے عربی ناموں سے بھی ہوتا ہے۔ آپ کی بیشتر تصنیفات و رسائل کے عربی نام نہایت موزوں، مناسب اور واقع کے عین مطابق اور حسین ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر باذوق قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کے بیشتر تصنیفات کے ناموں کا خاص پہلو یہ ہے کہ ہر نام اسمِ باسْمیٰ ہوتا ہے۔ لہذا نام سے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ رسالہ کا موضوع کیا ہے اس کے ساتھ ہی سب سے خاص بات یہ ہے کہ تصنیفات کے نام سے ہی حروفِ ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف نکل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان ناموں میں صحیح کا پورا پورا التزام رکھا گیا ہے یعنی کتابوں کے نام دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں فقروں کے آخری کلمات ہم وزن ہوتے ہیں، مثلاً:

- ۱۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم۔ (۱۳۲۴ھ)
- ۲۔ الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة۔ (۱۳۲۴ھ)
- ۳۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔ (۱۳۳۰ھ)
- ۴۔ اقامة القيامة علی طاعن القیام نبی تہامة۔ (۱۳۹۹ھ)
- ۵۔ الدولة البکیة بالمادة الغیبیة۔ (۱۳۲۳ھ)
- ۶۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام۔ (۱۳۰۶ھ)
- ۷۔ جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور۔ (۱۳۳۹ھ)

۱ امام احمد رضا کانفرنس، منعقدہ ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء، اسلام آباد

- ۸۔ الہاد الکاف فی حکم الضعاف۔ (۱۳۱۳ھ)
 ۹۔ الکشف شافیا حکم فونوجرافیا۔ (۱۳۲۸ھ)
 ۱۰۔ الزبدة الزکیہ فی تحریم سجود التحیة
 ۱۱۔ بدر الانوار فی آداب الآثار۔ (۱۳۲۶ھ)
 ۱۲۔ اعالی الافادۃ فی تعزیه الہندوبیان الشہادۃ۔ (۱۳۲۱ھ)

احمد رضا ریلوی کی عربی زبان دانی پر ڈاکٹر حازم محفوظ استاد جامعہ ازہر کہتے ہیں:

”عندما نطالع مؤلفاته النثرية كتبها وكتب أغلبها باللغة العربية نتحير من تمكنه التام من اللغة العربية وآدابها وما يدعوا الى التأمل ان هذا الامام تعلم اللغة العربية واجادها اجاوة تامة..... اما عن النثر العربي فقد بلغ اسلوبه فيه قمة الفصاحة والبلاغة“
 ترجمہ: ”جب ہم امام احمد رضا کی ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں جو آپ نے عربی زبان میں لکھی ہیں تو عربی زبان و ادب میں ان کی مہارت اور کمال قدرت کو دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ قابل غور پہلو یہ ہے کہ انہوں نے عربی زبان سیکھی اور اسے خوب سے خوب تر کیا۔۔۔۔۔ اور عربی نثر میں تو آپ کا اسلوب و پیرایہ بیان فصاحت و بلاغت کی بلندیوں تک پہنچا ہوا ہے۔“

احمد رضا خاں کے نثری شہ پاروں کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا اسلوب نہ خالص علمی ہے اور نہ ہی خالص ادبی یا خطاب، بلکہ ان دونوں اسالیب کا حسین امتزاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی عربی تحریروں میں الفاظ و معنی کا تصادم اور طرز بیان میں جھول نظر نہیں آتا ہے اسی لیے قاری ان تحریروں سے آپ کے مافی الضمیر کو باسانی سمجھ لیتا ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید الکشف شافیا حکم فونوجرافیا کے اس اقتباس سے ہوتی ہے جس میں شعر کے بارے میں مولانا ریلوی لکھتے ہیں:

”فما هو الا أن الاوزان العروضية آلة الأداء كل قسم من الكلام موزونا، فلا يحكم عليها في انفسها بحسن ولا قبح، بل تتبع المؤدّي بها، فان كان حسنا سائغا واذكر بالغافى الحديث الصحيح: ان من الشعر لحكمة وان كان هزلا فرغا ورذلا زائغا ففى القرآن المجيد: الشعراء يتبهم الغاؤون، وللاول بشرى تحير الفواد۔ ان الله يؤيد حسان بروح القدس وعلى الآخر وعيد يفت الاكباد: امرء القيس صاحب لواء الشعراء الى النار۔“^۲

۱ معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، فروری تا اپریل، ص ۱۱۹

۲ الکشف شافیا حکم فونوجرافیا، احمد رضا خاں، ص ۸۵، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

احمد رضا خاں کی عربی منشور تحریروں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کسی دبستان سے وابستہ نہیں تھے۔ بلکہ آپ کا اپنا ایک الگ دبستان تھا۔ نہ آپ پوری طرح دبستان ابن العید سے وابستہ تھے اور نہ ہی دبستان ابن المقفع سے متاثر نظر آتے ہیں۔ دبستان ابن العمید کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ساراز و بیان الفاظ کو پر شوکت اور حسین و جمیل بنانے پر صرف ہوتا ہے، معنوی سن کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے مسجع جملے، ہم شکل الفاظ کا استعمال وغیرہ اس دبستان کی خصوصیت ہے۔ اور دبستان ابن المقفع کے امتیازی اوصاف میں جملوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑنا، الفاظ میں ہم آہنگی، سہل پندی، معنی کا زیادہ اہتمام اور مسجع بندی سے گریز شامل ہے۔ جبکہ دبستان احمد رضا کا خاص وصف یہ ہے کہ الفاظ کی تراش خراش سے زیادہ معنی پر زور دیا جاتا ہے اور مسجع بندی سے حد درجہ گریز بھی نہیں ہے بلکہ معنوی پہلو کو برقرار رکھتے ہوئے بے تکلف مسجع بندی کا استعمال بھی پایا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کے طرز تحریر اور طرز بیان کو دونوں دبستانوں کا سنگم کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

عربی ادب کے علاوہ مولانا بریلوی کی عربی زبان میں مہارت کی دلیل تاریخ گوئی بھی ہے جس میں آپ کو حد درجہ کمال حاصل تھا۔ مولانا کی تاریخ کی بے شمار مثالیں ہیں جیسے۔ تاریخ ولادت، تاریخ وفات اور تاریخ سنہ تصنیف وغیرہ۔ ان تواریخ کا تفصیلی ذکر احمد رضا کی عربی شاعری کے باب میں موجود ہے۔

احمد رضا خاں بریلوی کی عربی زبان و ادب میں سلاست و روانی کا عدیم المثال مسرع ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) ہے جس میں کرنسی نوٹ سے متعلق تفصیلی اور مدلل بحث احکام شریعت کی روشنی میں کی گئی ہے۔

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبد اللہ احمد میرداد (امام مسجد الحرام) اور ان کے استاد مولانا حامد محمد جد اوی نے کرنسی نوٹ کے متعلق سوال کیا تھا۔ اس سوال کا جواب علامہ بریلوی نے سلیس عربی زبان میں بحالت بخار بغیر کسی کتاب کی مدد کے دیا۔ اس بات کا اظہار خود فاضل بریلوی نے کیا ہے۔ مولانا بریلوی کی عربی زبان و ادب میں مہارت، روانی، سلاست اور برجستگی کا اندازہ رسالہ ”کفل الفقیہ“ کے ذیل کی عبارت سے لگایا جاسکتا ہے۔

”وکل طفل عاقل یعلم ان هذه البعانی هما لا یخطر ببال احد من المتعا ملین بها ولا یقصدون قط بهذا التداول ادا نه ولا استدانة ولا حواله ولا یذهب خاطر هم الی شیء من ذلك اصلا ولا تری احدهم قط ید کرفی دفتر دیونه علی الناس من اخذ الدراهم منه باعطاء النوط ولا یقول له مدة عمره انک استدنک منی کذا فاقضنی ووخذ تذ کر تک منی ولا فی دفتر دیون الناس علیہ من اخذ هو الدراهم منه واعطاه النوط ولا ید کر لاحدی حیاته ولا عند ماتہ ان لفلان علی کذا فاقضوه وخذوا تذ کر تی منہ الظلمة المہتکة المعتادة بأکل

الرباء جہارا لا یدینون احد ادرہما الا بر با یوضع علیہ کل شہر مالہم یقض وتراہم یاخذون النوط ویعطون الدراہم ولا یطلبون علیہما فلساً واحداً لا علی شہر ولا علی سنین ولو علموا انہ اداۃ لبا تر کواہ قطعاً فالحق انہم جمیعاً انما یقصدون المبادلة والبیع والشراء^۱ فاقول یجب القطع بشروطہ من تکلیف ونطق وبصر وحرز تام وغیرہا اذا بلغت قیمتہ کلا یومی السرقة والقطع عشرة دراهم مضروبة جیادا وذاك كله لبا بینا انہ مال متقوم بنفسہ۔^۲

عربی زبان میں لکھی ہوئی کتاب الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ جو سرزمین مکہ میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے ساڑھے آٹھ گھنٹے میں لکھی گئی ہے۔ اس تصنیف کے مطالعہ کے بعد اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ یقیناً فاضل بریلوی عربی زبان کے ماہر تھے اور اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ علامہ کس قدر قرآن و حدیث اور فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ اس کتاب میں بے شمار دلائل و براہین قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ ذیل کی عبارت سے مولانا بریلوی کی زبان و بیان کی سلاست، روانی اور اپنی بات کو واضح طور پر پیش کرنے کے ہنر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

”ثبت ان احاطة احد من الخلق بمعلومات الله تعالى على جهة التفضيل التام محال شرعاً وعقلاً، بل لوجميع علوم جمع العلمين اولاً و آخراً لها كانت لها نسبة ما اصلاً الى علوم الله سبحانه وتعالى كنسبة حصة من ألف ألف حصة قطرة الى ألف ألف بحر وذلك لان تلك الحصة من القطرة متناهية، وتلك البحار الزواخر ايضاً متناهيات ولا بد للمتناهي من نسبة الى المتناهي، فانالواخذنا امثال تلك الحصة من البحار مرة بعد اخرى لا بد ان يأتي على البحار يوم تنفذ وتفنى لتناهيها، اما غير المتناهي فكل ما اخذت منه امثال المتناهي وان كان بالغاً في الكبر ما بلغ كان الحاصل متناهي ابداء، والباقي فيه غير متناه ابداءً فلا يمكن حصول نسبة ابداء، هذا هو ايماننا بالله۔“^۳

”اللهم غفرا نرى الظلمات عمت و طمت، وكلبه النكال على كثير من الناس تمت، فيما قررناه ان العلم الذاتي او المطلق المحيط بالتفصيلي مختص بالله تعالى ومال للعباد الامطلق العلم العطائي وانه حاصل لكل مومن فضلا عن الانبياء الكرام، عليهم الصلوة والسلام،

^۱ كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم، احمد رضا خاں، ص ۱۶۶، مطبع، اہل سنت بریلی، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء

^۲ كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم، احمد رضا خاں، مطبوعہ، مطبع اہل سنت بریلی، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء، ص ۳۹

^۳ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص ۲۰-۲۱-۲۲

اذلولاہ لما صح الايمان كما مرّ البيان، عسى ان يتوهم متوهم ان لم يبق اذن فرق بيننا وبين
 نبينا الله ﷺ فما ظنك سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام؛ فان الذي حصل له ولهم
 قد حصل لنا وما هو منتف عننا فهو منتف عنهم ايضاً. فقد استويننا، وهذا وان كان
 لا يصدر عن عاقل، فضلاً عن فاضل۔“

علمائے عرب کو احمد رضا کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور ۷۰۔۸۰ برس بعد آج بھی وہی شوق برقرار
 ہے۔ حافظ کتب حرم سید اسماعیل بن خلیل، امام احمد رضا سے رد المحتاز پر لکھا ہوا حاشیہ طلب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وتحریر اتکم التی علی حاشیہ ابن عابدین لا یخفی جنابکم اننی من المحتاجین الیہا
 جعلکم اللہ من المحسنین۔“

ترجمہ: اور حضرت کو معلوم ہو کہ میں ان تحریرات کا محتاج ہوں جو آپ حاشیہ ابن عابدین پر افادہ فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو
 محسنین میں شامل فرمائے۔

مولانا سید مامون البری مدنی احمد رضا کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کا شوق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ونرجو ایضاً من حضر تکم ان ترسلوا لنا بعضاً من تالیفکم العربیہ۔“

ترجمہ: آپ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اپنی بعض تالیفات عربیہ ارسال فرمائیں گے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل عرب میں فاضل بریلوی کی عربی تصانیف کس قدر ذوق و شوق سے
 پڑھی جاتی رہی ہیں۔

اس طرح عربی زبان و ادب کو احمد رضا بریلوی نے جو بلا بخشی وہ ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ عربی زبان و ادب اور لغت
 پر تبحر کا اندازہ قرآن کریم کے ترجمہ ’کنز الایمان‘ سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا ترجمہ قرآن ’کنز الایمان‘ عربی زبان اور لغت پر
 مہارت کی بنیاد دلیل ہے۔ ’کنز الایمان فی ترجمہ القرآن‘ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا۔ نعیم الدین مراد آبادی نے
 ’خزان العرفان فی تفسیر القرآن‘ کے عنوان سے اس پر تفسیری خواہی لکھی ہیں۔ احمد رضا کا یہ ترجمہ سلیس، رواں اور شگفتہ ہونے
 کے ساتھ ساتھ قرآن کی روح اور عربیت سے بہت قریب ہے۔ اس میں الفاظ و محاورے کا حسین امتزاج ہے۔ اس ترجمہ سے
 قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں جو دوسرے تراجم سے واضح نہیں ہو پاتے۔ علامہ بریلوی کے اس
 ترجمہ قرآن کے بارے میں استاد سعید بن عزیز یوسف زئی (امیر جمعیت برادران اہل حدیث، پاکستان) تحریر فرماتے ہیں:
 ”جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شد و مد سے اس کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ تکفیر کرتے ہیں مگر میں

۱ الدولة المکیہ انظر الاول ص ۱۹۲ تا ۱۹۶، ناشر المکتبہ اندرون کھٹاؤ، کراچی

۲ الدولة المکیہ بالمادة الغیبیة، احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ، ۱۹۰۵ء، ص ۳۶-۳۷

نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ آلمہ سے لے کر والناس تک ہم نے کنز الایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کو پایا ہے۔ نہ ہی کسی بدعت اور شرک کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوت، تقدس، عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں۔ ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے اس طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا، شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو وقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور نحوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ ما ینطق عن الہوی اور ورفعنالك ذکرک کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ناپید ہے۔“

مولانا احمد رضا بریلوی کا ترجمہ قرآن کنز الایمان ادبی نقطہ نظر سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس ترجمہ کی اہمیت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ ہندی، انگریزی، سندھی، ڈچ، بنگلہ، ترکی، گجراتی وغیرہ زبانوں میں شائع ہو کر مقبول عام حاصل کر چکا ہے اور دوسری زبانوں میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ فارسی زبان میں بھی ترجمہ کا کام شروع ہو گیا ہے۔ کنز الایمان پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے کراچی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے۔ کنز الایمان کے حوالے سے تقریباً پچاس کتب و رسائل اور مقالات پاک و ہند سے شائع ہو چکے ہیں جن سے کنز الایمان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ احمد رضا کی عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرنے والوں میں علمائے حرین شریفین کی ایک لمبی فہرست ہے۔ علامہ بریلوی کے آٹھ گھنٹوں کی محنت کا ثمرہ الدولة المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر علمائے حرین شریفین اور دیگر بلاد عربیہ کے علماء کی تقارین کو دیکھ کر اس بات کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ مولانا بریلوی کی عربی اپنے محاسن کے اعتبار سے اس قدر سحر آمیز ہے کہ خود اہل زبان فصحاء عرب آپ کے کلام کو دیکھ کر مسحور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے کہ یہ کسی عجمی کی تحریر ہے۔

۱ کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں، ص ۵-۶ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی

۲ مولانا نور الدین نظامی نے کنز الایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر الافاضل مکمل کر لیا۔ یہ ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ انگریزی ترجمہ شاہ فرید الحق صاحب نے کیا۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی مکتبہ رضویہ سے طبع ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے پروفیسر اختر حنیف صاحب نے (پروفیسر لندن یونیورسٹی) انگریزی میں ترجمہ کر چکے۔ یہ ترجمہ پہلی مرتبہ رضا اکیڈمی، پورٹ دانس، انگلستان سے شائع ہوا۔ اس کے بعد قرآن کمپنی لاہور نے شائع کیا۔

اس کا سندھ ترجمہ مفتی محمد رحیم صاحب، شیخ الرشید جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے مکمل کیا اور یہ ترجمہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ محلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء، ص ۷۶۔ اس کا ڈچ ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (ہالینڈ) نے مکمل کیا۔ ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ بنگلہ زبان میں مولانا عبدالمنان (چنا کانک بنگلہ دیس) نے کیا۔ ترکی زبان میں ترجمہ اسماعیل حق نے کیا اور گجراتی میں مولانا حسن آم گجراتی نے کیا۔

احمد رضا بریلوی کو عربی زبان سے انتہائی محبت تھی چونکہ مولانا بریلوی کو رسول ﷺ سے محبت تھی۔ رسول ﷺ سے محبت کا یہ تقاضا تھا کہ رسول ﷺ سے مناسبت رکھنے والی ہر شے سے محبت رکھی جائے۔ عربی نبی ﷺ اور قرآن کی زبان ہے یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی کو عربی زبان سے والہانہ محبت تھی۔ اور اس زبان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جو رہتی دنیا تک آپ کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

اس طرح مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ احمد رضا فاضل بریلوی حقیقتاً عربی زبان و ادب کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ اس کی جزئیات پر بھی آپ کو کاملاً عبور حاصل تھا۔

- ۱۔ پیغامات یوم رضا، محمد مقبول احمد قادری۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۵
- ۲۔ جد الممتار جاشیہ رد المختار، احمد رضا خاں۔ مطبوعہ حید آباد دکن ۱۳۹۹ھ
- ۳۔ اطائب الصیب علی ارض الطیب۔ احمد رضا خاں، ۱۳۹۹ھ، مشمولہ رسائل رضویہ ج۔ ۱، ص ۲۸۵-۳۴۴
- ۴۔ الازات الممتینہ لعلماء بکتہ والمدینہ۔ احمد رضا خاں، ۱۳۲۲ھ، مشمولہ رسائل رضویہ جلد۔ ۲، ص ۲۳۷-۴۰۴
- ۵۔ امام احمد رضا کی عربی شاعری۔ ڈاکٹر حامد علی خاں، مشولہ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۳-۵۴۶
- ۶۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی خدمات، محمود حسین بریلوی، ناشر ادارہ تحقیقات۔۔۔ ص ۳۳، سنہ اشاعت

۱۳۲۲ھ ۲۰۰۶ء

- ۷۔ الجمل المعدد، محمد ظفر الدین بہاری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۶
- ۸۔ حولیۃ الجامعۃ السلامیۃ العالمیۃ، العدد الرابع، عام ۱۹۹۶، ص ۱۵۹
- ۹۔ مکتوب سید اسماعیل بن خلیل (حافظ کتب حرم) مکہ معظمہ، محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ بنام امام احمد رضا خاں (مشمولہ رسائل رضویہ، ج۔ ۲، ۱۳۹۶ھ، ص ۲۶۲)
- ۱۰۔ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری مظہری) جلد ۱، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ،
- ۱۱۔ رسائل رضویہ، ص ۱۵۸
- ۱۲۔ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۱۰۱
- ۱۳۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، محررہ، محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا خاں۔
- ۱۴۔ سلامت اللہ لایل السنہ، حامد رضا خاں، ۱۳۳۲ھ، مطبوعہ۔ بریلی، ص ۵۲-۵۵
- ۱۵۔ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۷۳
- ۱۶۔ البریلویہ۔ احسان الہی ظہیر، ناشر ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۳ء، ص ۲۳-۲۴
- ۱۷۔ انوار رضا، مرتب سید محمد جمیلانی، شرکت حنفیہ لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۰

- ۱۸۔ البریلویہ، احسان الہی ظہیر، ناشر۔ ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۳ء، صہ ۲۳
- ۱۹۔ شرح مسلم، ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (نور محمد، کراچی) جلد ۱، صہ ۱۵
- ۲۰۔ احسان الہی ظہیر کی کتاب، البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری، جنوری ۱۹۹۵ء مطبع۔ احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور، صہ ۱۶۲-۱۶۴
- ۲۱۔ بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، ۱۳ اگست ۱۹۸۴ء، صہ ۶
- ۲۲۔ بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، شمارہ ۱۳ اگست ۱۹۸۴ء، مقالہ نگار حافظ عبدالرحمن مدنی، صہ ۵
- ۲۳۔ البریلویہ، احسان الہی ظہیر، صہ ۱۳۵
- ۲۴۔ البریلویہ، احسان الہی ظہیر، صہ ۳۷
- ۲۵۔ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری، جنوری ۱۹۹۵ء، صہ ۴۰-۴۱
- ۲۶۔ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ عبدالحکیم شرف قادری۔ مطبع۔ احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۹۵ء، شعبان العظم، صہ ۴۱ تا ۴۳
- ۲۷۔ المعارف، لاہور، شمارہ ۱۴، صہ ۵۴
- ۲۸۔ رسائل رضویہ، جلد اول، مرتبہ مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۲۴۴ تا ۲۸۵ میں مولوی طیب صاحب کے تین عربی خطوط اور احمد رضا کے پانچ عربی خطوط ایک رسالہ کی شکل میں اس میں شامل ہیں۔
- ۲۹۔ رسائل رضویہ، جلد اول، مرتبہ مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۲۹۱-۲۹۲
- ۳۰۔ رسائل رضویہ، ایضاً، مرتبہ مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۲۹۸
- ۳۱۔ الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعة، احمد رضا خاں، صہ ۲۱-۲۲-۲۳
- ۳۲۔ العطا یا والنبیۃ فی الفتاوی الرضویہ، احمد رضا خاں، جلد اول، ۱۹۰۴ء، ۱۳۲۴ھ
- ۳۳۔ العطا یا والنبیۃ فی الفتاوی الرضویہ، احمد رضا خاں، جلد اول، ۱۹۰۴ء، ۱۳۲۴ھ
- ۳۴۔ الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعة، احمد رضا خاں، صہ ۷-۸-۹
- ۳۵۔ ایضاً۔۔۔۔۔ ایضاً۔۔۔۔۔ صہ ۴
- ۳۶۔ فتاوی رضویہ کا خطبہ، مولانا قاضی عبدالدائم دالم، مشمولہ، معارف رضا شمارہ ۱۴-۱۵، ۱۹۹۴ء، صہ ۷۷
- ۳۷۔ امام احمد رضا کانفرنس، منعقدہ ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء، اسلام آباد
- ۳۸۔ معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، فروری تا اپریل، صہ ۱۱۹
- ۳۹۔ الکشف شافیا حکم فونوجرافیا، احمد رضا خاں، صہ ۹۵، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

۳۰۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، احمد رضا خاں، ص ۱۶۶، مطبع، اہل سنت بریلی، مطبوعہ، ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء

۳۱۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، احمد رضا خاں، مطبوعہ، مطبع اہل سنت بریلی، ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء، ص ۳۹

۳۲۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص ۲۰-۲۱-۲۲

۳۳۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص ۳۶-۳۷

۳۴۔ کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں۔ ص ۵-۶ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی۔

۳۵۔ مولانا نور الدین نظامی نے کنز الایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر صدر الا فاضل مکمل کر لیا۔ یہ ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

انگریزی ترجمہ شاہ فرید الحق صاحب نے کیا ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی مکتبہ رضویہ سے طبع ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے پروفیسر اختر حنیف صاحب نے (پروفیسر لندن یونیورسٹی) انگریزی میں ترجمہ کر چکے۔ یہ ترجمہ پہلی مرتبہ رضا اکیڈمی، پورٹ وائس، انگلستان سے شائع ہوا اس کے بعد قرآن کینی لاہور نے شائع کیا۔

اس کا سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم صاحب، شیخ الرشید جامعہ راشدہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے مکمل کیا اور یہ ترجمہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء، ص ۷۶

اس کا ڈچ ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (ہالینڈ) نے مکمل کیا، ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

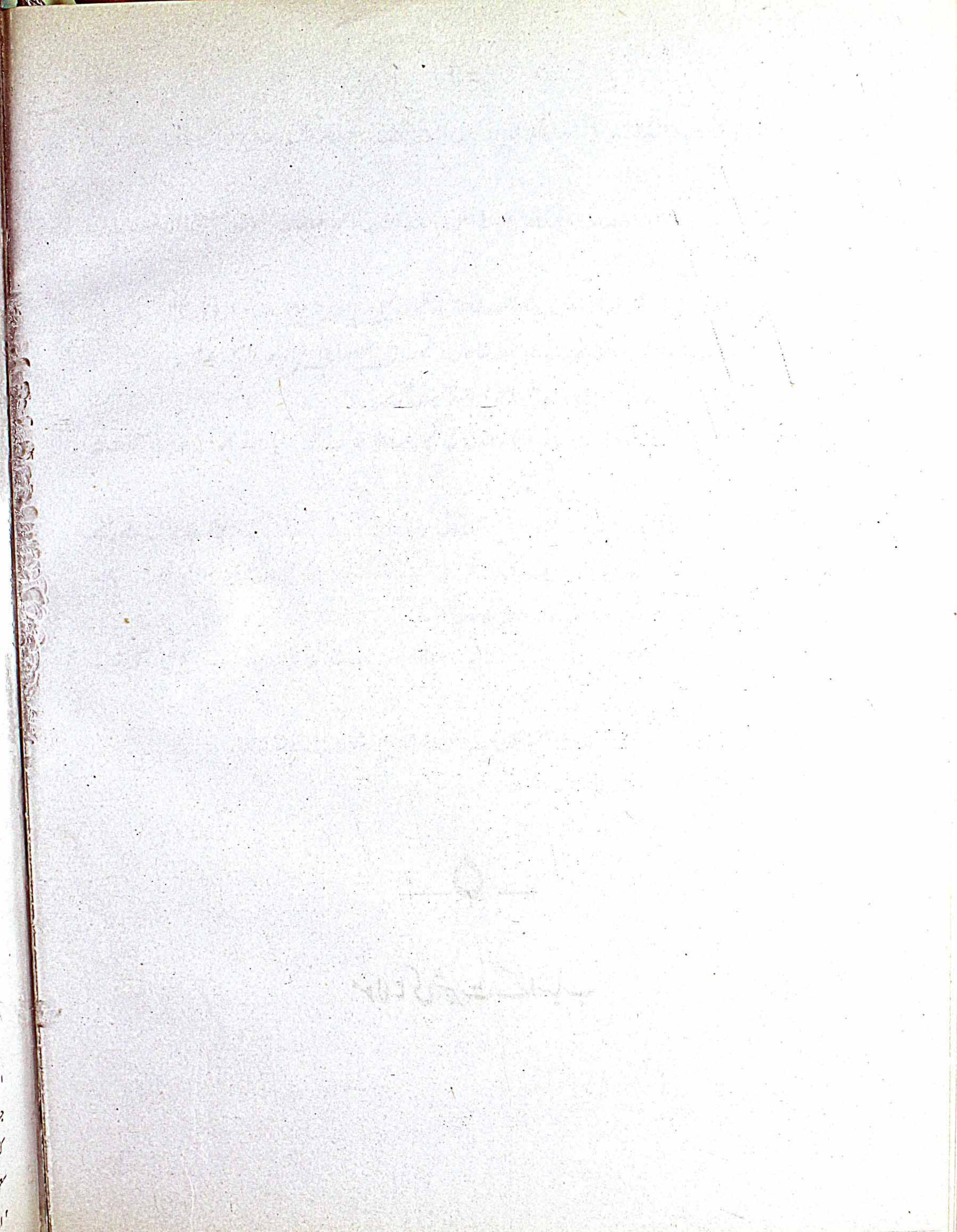
بنگلہ زبان میں مولانا عبدالمنان (چٹاگانگ بنگلہ دیش) نے کیا۔

ترکی زبان میں ترجمہ اسماعیل حقی نے کیا۔

اور گجراتی میں مولانا حسن آم گجراتی نے کیا۔

— ۵ —

مولانا کی شہرت کے اسباب



گزشتہ ابواب کے محتویات و مضمولات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بیک وقت ایک جید عالم، صاحب نظر فقیہ، مسکت مناظر، محتاط محدث، عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر، زبردست صوفی اور ۵۵ ہجرتی و عقلی علوم و فنون پر یدِ طولی رکھتے تھے جس کی شاہد ان کی بے شمار شاہکار تصانیف ہیں۔

آج نہ صرف عرب و عجم بلکہ یورپ کے یونیورسٹیوں میں بھی آپ کے علمی و دینی کارناموں پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی عربی شاعری اور عربی نثر نگاری سے عربی یونیورسٹی جامعہ الازہر، مصر کے اساتذہ اس قدر متاثر ہوئے کہ علامہ بریلوی پر خود بھی تحقیقی مقالات لکھے اور اپنے تلامذہ کو بھی ان پر ریسرچ کروائی۔ جامعہ ازہر نے احمد رضا بریلوی کی عربی انشاء پر دازی اور شاعری کے محاسن پر خاص توجہ دی۔ پاکستان کے اسکالر ممتاز احمد سعیدی نے جامعہ ازہر سے فاضل بریلوی کی عربی شاعری پر "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الہندی۔ شاعراً عربیاً" کے عنوان سے ایم۔ فل کا تحقیقی مقالہ پر دستِ قلم کیا۔ جامعہ ازہر کے ہی استاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے احمد رضا بریلوی کی مختلف تصانیف سے سو (۱۰۰) عربی اشعار جمع کر کے 'بناتین الغفران' کے نام سے مرتب کیا۔ اور ساتھ ہی "حدائق بخشش" حصہ اول و دوم کا منثور عربی ترجمہ بھی کیا ہے۔ انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ "الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان العالم العربی بھی قلم بند کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے احمد رضا خاں بریلوی کے ۸۰ ویں عرس پر جامعہ ازہر قاہرہ سے ایک خصوصی مجلہ شائع کیا جس کا عنوان ہے:

"الکتاب التذکاری۔۔۔۔۔ مولد الامام احمد رضا خاں" (قاہرہ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء) اس مجلہ میں عربی اور اردو میں مقالات شامل ہیں۔ ڈاکٹر حازم المحفوظ نے محدث بریلوی کے مشہور سلام کو عربی انثر میں ترجمہ کیا۔ اسی عظیم اور قدیم یونیورسٹی کے ایک اور فاضل استاد ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے (جو مصر کے جلیل القدر استاد اور فاضل ہیں) اس سلام کو عربی میں منظوم کیا اور یہ عربی سلام "المنظومة السلامیة فی مدح خیر البریة" کے عنوان سے منظر نامہ پڑ آیا۔ یہ سلام ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک فاضلانہ مقدمہ (۷-۷۷ صفحات) شامل ہے۔ پھر سلام پر گفتگو ہے۔ (۵-۵۰ صفحات) اس کے بعد عربی سلام ہے۔ (۱۰۷-۱۳۶ صفحات) اور آخر میں سلام کا اردو متن ہے۔ (۱۳۷ تا ۱۵۰ صفحات) پھر مراجع کی فہرست ہے۔ (۱۵۰ تا ۱۵۴ صفحات)۔ ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے دیوان "حدائق بخشش" کے اردو کلام کا منظوم عربی ترجمہ کیا ہے جو مصر سے ہی "صفوة المدیح" (۲۰۰۱ء) کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جلال الدین چانگامی بنگلہ دیشی نے

۱ ۱۹۱۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر (قاہرہ)، جامعہ عین الشمس (قاہرہ)، جامعہ بغداد، جامعہ حلوان وغیرہ میں درس دیتے رہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ، ترکی، ایران وغیرہ کی ۲۶ جامعات آپ کے علمی فیض سے مستفید ہو چکی ہیں۔ آپ نے گیارہ زبان میں پڑھایا، تصانیف میں ۸۶ کتابیں ہیں اور اردو، عربی، فارسی میں ۶ دواویں بھی ہیں۔ آپ مختلف ممالک سے اعزازات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ (امام احمد رضا اور عالم اسلام، پروفیسر محمد

سعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء) ص ۲۸

۲ امام احمد رضا اور عالم اسلام ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء، ص ۲۸

قاہرہ یونیورسٹی سے "امام احمد رضا القادری و جهودہ فی مجال العقیدۃ الاسلامیہ فی شبہ القارۃ الہندیہ" کے عنوان سے ایم۔ فل۔ (M.Phil.) کیا۔ مولانا مشتاق شاہ الازہری نے جامعہ ازہر سے ہی محدث بریلوی کی فقہی خدمات کے حوالے سے ایم۔ فل۔ کیا۔ ڈاکٹر سزاوشا سانیال نے کولمبیا یونیورسٹی نیویارک سے Devotional Islam (Ahmad Raza Khan Bareillivi and his and Politics in British India 1920, movement 1970) کے عنوان پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی اور اس میں انہوں نے یہ ثابت کیا کہ علامہ بریلوی انگریزوں کے ہمدرد نہیں تھے بلکہ ان کے سخت مخالف تھے۔ اس طرح بیرونی مسائل کے علاوہ پاکستان کی بیشتر یونیورسٹیوں (جامعات) میں بھی فاضل بریلوی کی شخصیت کے مختلف علمی ادبی پہلوؤں پر کام ہو چکے ہیں اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اب تک مولانا بریلوی کی تقریباً ۸۰۰ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اب تک کے معلومات کے مطابق ۴۱ پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل۔ رجسٹرڈ ہوئے ہیں جس میں بیشتر مکمل ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور کچھ اپنے آخری مرحلے میں ہیں۔ کسی بھی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کا لکھا جانا اس کی شہرت کا سب سے بڑا سبب اور اس کی عبقری شخصیت کی دلیل ہے۔ واقعی احمد رضا اپنے دینی اور علمی کارناموں کی وجہ سے اس مقام تک پہنچے اور وہ شہرت اور مقبولیت حاصل کی جس کی وجہ سے اہل علم کا ان کی طرف متوجہ ہونا فطری تھا۔

آپ کی شہرت کا سبب نہ صرف علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی کارنامہ ہے بلکہ آپ کے نظریات سے مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں کا اتحاد و اختلاف بھی ہے۔ بعض ارباب علم و دانش نے جو اگرچہ آپ کے بعض نظریات سے اتفاق نہیں رکھتے تھے لیکن باوجود اس کے محدث بریلوی کے علمی اور ادبی کارناموں اور مختلف علوم و فنون پر دسترس اور بے پناہ صلاحیتوں کے معترف تھے۔ اور کہیں نہ کہیں اہل علم و دانش نے مولانا بریلوی کی صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا۔ ایسے علماء میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالحی رائے بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد الیاس، مولانا علی میاں، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، مولانا شاہ معین الدین ندوی، ڈاکٹر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)، پروفیسر حاکم علی، کلیم محمد سعید ندوی وغیرہ کا نام سرفہرست تھا۔

پروفیسر عبدالقیوم نے اپنے ایک مقالے میں امام احمد رضا کو اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا مناظر بتایا ہے۔^۱ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان) کے شعبہ بنیادی سائنس کے پروفیسر ابرار حسین صاحب نے فوز میں دررہ حرکت زمین پر کام کر کے مغربی دنیا میں محدث بریلوی کے اس علمی کارنامہ کو متعارف کرایا۔ احمد رضا بریلوی عبقری شخصیت کے حامل تھے۔ عالم اسلام میں ان کی شہرت اور مقبولیت کے سبب اہل علم و دانش نے

^۱ معارف رضا، سالنامہ ۲۰۰۵

^۲ تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان و ہند، جلد دوم، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۴۰۲

ان پر خامہ فرسائی کی چاہ ہے وہ محدث بریلوی کے معترف ہوں یا معترض۔
 علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ڈاکٹر حامد علی خاں نے آپ کی شخصیت اور علمی و ادبی کارناموں سے متاثر ہو کر کہا۔
 ”آپ ہی جیسے ستودہ صفات سے متصف انسان کے لیے بجا طور پر شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جاسکتا ہے:

ہزاروں سال زنگ اپنی بے نوری پہ روتی ہے
 بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و در پیدا

آپ اپنی متنوع حیثیات سے منفرد تھے اور آپ کی ہستی کو صفات حسنہ کی جامع شخصیت کہا جاسکتا ہے۔ لہذا آپ کے بارے میں خامہ فرمائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اگر آپ کے حالات زندگی، مشاغل حیات اور عملی کارناموں وغیرہ پر کوئی اکیڈمی لگن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حق ادا ہو سکتا ہے۔^۱

ہندوستان سے لیکر انگلستان تک مولانا بریلوی کی شہرت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ لندن یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کے صدر پروفیسر حنیف احمد فاطمی نے ۱۹۷۳ء میں احمد رضا کے اردو ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا۔ پروفیسر فاطمی ۱۹۸۰ء میں پاکستان آئے اور کراچی میں ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد سے ملاقات کی۔ پروفیسر فاطمی نے دوران گفتگو فرمایا کہ جب میں ترجمہ مکمل کر چکا تو ایک عیسائی فاضل سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ میں اسلام کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ قرآن کریم کے بہت سے انگریزی ترجمے دیکھے۔ مگر دل کو اطمینان نہیں ہوا۔ فاطمی صاحب نے جو اب فرمایا کہ میں نے بھی ایک ترجمہ کیا ہے اس کو بھی پڑھیں، چنانچہ مسودہ اس کو دے دیا۔ جب وہ عیسائی فاضل یہ ترجمہ پڑھ چکا تو اتنا متاثر ہوا کہ مشرف باسلام ہو گیا۔^۲ یہ ترجمہ انگلستان اور لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر فاطمی آپ کی عربی تصانیف پر بھی کام کر رہے ہیں۔ غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، نیو کاسل، انگلستان) نے احمد رضا کے مشہور سلام ”قصیدۃ سلامیہ“ کے ۱۱۶۹ اشعار کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اور یہ ترجمہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر قریشی نے ملفوظات اعلیٰ حضرت کو انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ آپ نے احمد رضا خاں بریلوی کی شاعری پر انگریزی میں ایک مضمون لکھا تھا جو ماہنامہ ”دی میج انٹرنیشنل“ میں شائع ہوا۔ اپنے اس مضمون میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ”شریعت اسلامیہ کے صرف حنفی مکتب فکر کے مسائل میں انہوں نے جس ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو فضل و کمال کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے وہ جو دت طبع اور وسعت علم کے مالک تھے۔ ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے۔“^۳

۱ المیزان (مبہنی) امام احمد رضا نمبر، مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۵

۲ امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ناشر، ادارہ سعودیہ، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۵۲

۳ دی میج انٹرنیشنل، کراچی، شمارہ مئی ۱۹۸۱ء، ص ۴۳۳

پروفیسر غیاث الدین قریشی نے محدث بریلوی کی کتاب ”تمہید ایمان آیات قرآن“ کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ حدائق بخشش کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ کے نو مسلم انگریز اسکالر ڈاکٹر محمد ہارون نے احمد رضا کے حوالے سے کئی تحقیقی مقالات قلم بند کیے۔ انھوں نے ۱۹۸۸ء میں احمد رضا کا ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا موصوف ”کنز الایمان“ کی بنیاد پر قرآن کریم کا سلیس انگریزی ترجمہ اور تفسیر لکھ رہے ہیں۔^۱

کیلیفورنیا یونیورسٹی (برکلے، امریکہ) کے شعبہ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربر مٹکاف نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔ بعنوان The Reformist Ulema Muslim Religious Leadership in India 1860-1900 (Berkeley, 1974) اس مقالے کے آٹھویں باب میں احمد رضا خاں اور ان کے مسلک کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے جو ۱۹ صفحات پر مبسوط ہے۔

اس طرح دیکھا جائے تو یورپ کے ملکوں میں بھی نہ صرف آپ کی تصانیف کو پڑھا اور سمجھا جا رہا ہے بلکہ اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر خلیل عبدالحمید ازہر یونیورسٹی ”کلیۃ اللغات والترجمہ“ میں شعبہ فارسی کے استاد ہیں۔ انہوں نے احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب ”ارمغان رضا“ کا عربی نثر میں ترجمہ کیا جبکہ اس نثری ترجمہ کو عربی نظم کرنے کا بیڑا بین الاقوامی شہرت کے حامل ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے اٹھایا ہے۔

عربی زبان میں غالباً سب سے پہلے پروفیسر محی الدین الوائی (ازہر یونیورسٹی، قاہرہ) جو مسلکاً اہل حدیث تھے۔ محدث بریلوی پر ایک وقیع مقالہ لکھا جو قاہرہ کے مشہور جریدہ ”صوت الشرق“ میں ۱۹۷۵ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ ان کے بعد فاضل بریلوی پر عربی زبان میں لکھنے والوں کی فہرست لمبی ہوتی چلی گئی۔

پاکستان کے سابق وزیر تعلیم خان محمد خاں نے ۱۹۸۰ء میں ”یوم رضا“ کے موقع پر راولپنڈی ایک جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”اعلیٰ حضرت کی دینی اور ملی خدمات کو دیکھ کر حرم پاک کے عظیم عالم سید خلیل مکنی نے انہیں ”چودھویں صدی کا مجدد“ کہا اور یہ نعرہ اہل سنت کا نعرہ بن گیا۔ لبنان کے شہرہ آفاق مفکر علامہ یوسف نبہانی نے انہیں ”امام کبیر“ کے لقب سے نوازا۔۔۔۔۔ جن حضرات نے اعلیٰ حضرت کی گراں مایہ کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی وسیع المطالعہ شخصیت کو ملاحظہ کیا ہے اور ان کے وسعت علمی کے سمندر میں غوطہ زنی کی کوشش کی۔۔۔۔۔ وہ یقیناً علامہ مکی اور علامہ نبہانی کی آراء کی تائید کرتے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اربعہ عناصر سے مرکب ہے مگر اعلیٰ حضرت کا خمیر تین عناصر سے اٹھا تھا اور وہ ہیں۔ علم، عمل۔

^۱ امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد سعود احمد، ناشر، ادارہ سعودیہ کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۹۰

عشق رسول ﷺ۔^۱

آپ کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف ہندو پاک کی سرزمین تک محدود رہی بلکہ عرب و عجم تک جا پہنچی۔ چنانچہ حرمین علیٰ اپنی فارسی تصنیف ”تذکرہ علمائے ہند“ میں لکھتے ہیں۔

”و در سال نود و پنجم صدی مذکور (۱۲۹۵ھ) بہ معیت والد ماجد خود بہ زیارت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً، مشرف شدہ از اکابر علمائے آل دیار آل آعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبد الرحمن سراج مفتی حنفیہ، سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ۔

روز نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند، بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمیل اللیل بلا تعارف سابق دست صاحب ترجمہ گرفتہ بخانہ خود برد و تادیر پیشانی وے گرفتہ فرمود۔

انی لاجد نوری اللہ فی هذا الجبین

پس سند صحاح ستہ و اجازت سلسلہ قادریہ بہ دستخط خاص دادہ فرمودند کہ نام تو ضیاء الدین احمد است و سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یزادہ و سائط اندو ہم در مکہ معظمہ بہ ایمائے شیخ جمیل اللیل موصوف شرح رسالہ جوہرہ مضیہ در بیان مناسک حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیف شیخ سابق الوصف است، اندر دو یوم نوشتہ و نام آل النیرۃ الضیہ فی شرح الجوہرۃ المصنویۃ مقرر کردہ پیش شیخ و برد، شیخ بہ تحسین و آفرین وے لبکشد۔ در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب ضیافت صاحب ترجمہ کرد۔ بعد نماز عشاء صاحب ترجمہ در مسجد خیف تنہا توقف نمود، در آل جا بشارت مغفرت یافتہ۔^۲

ترجمہ: ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین میں حاضر ہوا اور وہاں کے اکابر علماء مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ عبد الرحمن سراج سے حدیث و فقہ و اصول و تفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی ایک روز نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی، نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمیل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا۔

”میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں“

اس کے بعد امام شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلہ قادریہ میں اپنے دستخط خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین رکھا، سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء پر مذہب شافعیہ میں مناسک حج پر ان کی جوہرہ مضیہ کی دو روز میں شرح لکھی اور اس کا نام ”الینرۃ الوصنیہ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ“ رکھا، جب یہ شرح شیخ موصوف کے پاس لے

^۱ ہفت روزہ اتق، کراچی، شمارہ ۶ فروری ۱۹۸۰ء، ص ۳۱

^۲ تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، احسن علی، بکھنؤ، ۱۹۱۳ء، ص ۱۵-۱۶

گئے تو شیخ نے تحسین و آفرین کی۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی۔ اسی روز نماز عشاء کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا اور یہاں آپ کے مغفرت کی بشارت ملی۔

دوسرے سفر حج کو دوران احمد رضا خاں بریلوی سے حریم شریفین میں جو سوالات کیے گئے جو مناظرے ہوئے اور ان کے جواب میں جو کتابیں لکھیں اور ان کتابوں کی جو پذیرائی ہوئی اور حریم شریفین کے بیشتر علماء کرام نے ان کتابوں پر جو تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں وہ عالم اسلام میں مولانا کی شہرت کا زبردست سبب بنیں۔

مولانا کی وہ تصانیف جن سے علمائے عرب نے فیض اٹھایا اور اپنے اپنے تاثرات قلم بند کیے اور مولانا کی شہرت و مقبولیت کو چار چاند لگا دیے۔ وہ تصانیف قابل ذکر ہیں:

(۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء)

(۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء)

(۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)

(۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)

(۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

(۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

(۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء)

۱۔ فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین

۲۔ المستند المعتمد فی نجات الابد

۳۔ الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ

۴۔ الاجازة الرضویہ لبجل البهیہ

۵۔ الاجازة المتینہ لعلماء بکة والمدینہ

۶۔ کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم

۷۔ الفیوض المکیہ لمحہب الدولة المکیہ

ان میں بعض کتابوں کی وجہ تالیف کو لکھنا ضروری سمجھتی ہوں۔ اس سے یہ اندازہ ہو جا گا کہ یہ کتابیں کیوں لکھی گئیں اور ان کتابوں پر علمائے حریم کے کیا تاثرات تھے۔

(۱) فتاویٰ الحرمین۔ یہ استفتاء و فتویٰ تقریباً چالیس صفحات پر مبنی ہے۔ یہ ندوة العلماء کے بارے میں محدث بریلوی کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مولانا بریلوی اپنے غزل عربی اشعار میں اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں۔

”فما هو الاشغل عشرين ساعة

وعنها الى السجادات والاكل يفرد

فما كان ذا الابتوفيق ربنا

له الحمد حمدا دائما يتأبه“

بقول احمد رضا یہ کتاب ۲۰ گھنٹے کی محنت کا ثمرہ ہے۔ ۱۶ شوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نماز صبح سے لیکر ۱۷ شوال ۱۳۱۷ھ طلوع فجر

سے پہلے مسودہ مکمل کر لیا۔ جب یہ ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل مسودہ علمائے حریمین کے پاس پہنچا تو انہوں نے ان جوابات کی تصدیق کی چنانچہ مکہ معظمہ کے سولہ ۱۶ اور مدینہ منورہ کے سات ۷ علمائے کرام نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ تصدیقات پیش کرنے والے علماء میں حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ احمد رضا کے علم و فضل کا اعتراف کیا گیا ہے اور ساتھ ہی آپ کو بلند القاب و آداب سے بھی نوازا گیا ہے۔

(۲) المستند المعتمد فی بناء نجاۃ الابد۔ احمد رضا بریلوی نے شاہ فضل رسول بدایونی کی عربی تصنیف ”المعتقد المعتقد“ (۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) پر ”المعتمد المستند“ کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا۔ مولانا کی یہ تصنیف ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں علمائے حریمین کے سامنے پیش کی گئی اس پر ۳۷ علماء نے اپنی۔ اپنی تقاریر اور تصدیقات ثبت کیں۔ ۲ محدث بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں بعض معاصرین کی قابل اعتراض نگارشات کے مطالعہ کے بعد ان کا تعاقب کرتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔

(۳) الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ۔ مسئلہ علم غیب پر محدث بریلوی کی یہ تصنیف دوسرے حج بیت اللہ کے دوران ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ وہ تصنیف ہے جس نے احمد رضا کو عرب و عجم، معتزضین و ممدوحین اور ہر خاص و عام میں مقبول بنایا۔ آپ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ حاضر ہوئے تو وہاں مخالفین نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ مولانا بریلوی علم مصطفیٰ کو علم الہی کے مثل قرار دیتے ہیں۔ شریف مکہ کی طرف سے محدث بریلوی سے اس مسئلہ پر چند سوالات کیے گئے۔ فاضل بریلوی نے اس استفتاء کے جواب میں مسئلہ علم غیب پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جس کا تاریخی نام ”الدولة المکیہ“ ہے۔ اس میں علم ریاضی، فلسفہ اور منطق سے متعلق بعض مباحث موجود ہیں۔ اس مقالے کے مباحث علمیہ سے شریف مکہ اور علمائے حریمین شریفین بہت متاثر ہوئے اور تقریباً ۵۰ علمائے حریمین اور ۱۵ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء نے اس پر تقاریر لکھیں۔ (اس تصنیف کا تفصیلی ذکر باب ششم میں موجود ہے) ان تقاریر میں سے بعض تقاریر کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ علمائے حریمین شریفین کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ (ان تقاریر کے متن کا عکس اس مقالے کے آخر میں موجود ہے۔)

۱۔ بہ متن اور حواشی لاہور اور استانبول سے شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے حام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء

عربی تقارین کا ترجمہ و تلخیص

۱۔ احمد الخزائی بن السید احمد المدنی (مفتی مالکیہ، مکہ معظمہ)

علامہ زماں، یکتائے روزگار، منظور انظار، سید عدنان، منبع عرفان، حضرت مولانا شیخ احمد رضا خاں کا رسالہ "الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ" کا مطالعہ کیا۔ یہ ایسی تالیف ہے جس سے ہر صاحب توفیق سمجھدار انسان نفع حاصل کریگا۔ مصنف پر یہ الزام کہ علم الہی اور علم مصطفیٰ (ﷺ) میں مساوات کے قائل ہیں، اس رسالے کے مطالعہ سے غلط ثابت ہوتا ہے، رسالے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے موقف کو اپنے افضال سے نوازے اور مسلمانوں میں ان جیسے بہت سے علماء پیدا کرے۔ آمین

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

۲۔ محمود بن علی عبد الرحمن الشوبل (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

بندۂ حقیر، مدرس حرم نبوی محمود بن شیخ عبد الرحمن شوبل عرض کرتا ہے کہ حضرت عالم التحریر، دراکتہ اشہیر، امام، مرشد شیخ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف (الدولة المکیہ) میں نے مطالعہ کی۔ اس کے مضامین امام الانبیاء، سید الاصفیاء علیہ السلام پر عجیب انداز سے لکھے گئے ہیں، اس کو آنکھوں کے پانی سے دلوں پر لکھنا چاہیے۔

(یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء)

۳۔ یوسف بن اسماعیل النہانی (مدینہ منورہ)

اس سال ۱۳۳۱ھ میں مدینہ منورہ میں بعض افاضل علماء خصوصاً سید عبد الباری بن علامہ سید امین رضوان نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامہ امام احمد رضا خاں کی تالیف الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ پر تقریر لکھوں، ان سے قبل عالم باعمل، شیخ فاضل، شیخ کریم اللہ ہندی سے بیروت کے پتے پر مجھ سے خط و کتابت کی تھی، جب اس دفعہ سید عبد الباری نے کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا، اس کی دسیلیں بڑی مستحکم ہیں جو ایک امام کبیر، علامہ اجل، ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے، آمین!

(صفر ۱۳۳۱ھ ۱۹۳۱ء)

۴۔ محمد یسین بن سعید (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

ادیب لبیب شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ مطالعہ کی اور اس کو قابل قبول پایا کیونکہ یہ ان باتوں سے پاک ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اور اس میں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کا ذکر جمیل ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کو آپ کے طفیل مقبولیت و سعادت عطا فرمائے اور ان کی تمام امیدیں و آرزوئیں بر لائے۔ آمین

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء)

۵۔ عبد القادر حلمی الحسینی الخطیب (مدینہ منورہ)

جب میں مدینہ منورہ میں زیارتِ روضہ نبی کریم ﷺ سے مشرف ہوا تو بعض احباب نے علامۃ الحسنہ و علامۃ الدھر حضرت مولانا شیخ احمد رضا خاں صاحب کی تالیف الدولۃ المکیہ کو دیکھنے کے لیے اصرار کیا۔ چونکہ وطن واپسی کا وقت قریب آچکا تھا اس لیے جلدی جلدی رسالہ مذکورہ کو پڑھا، میں نے اسے سرچشمہ تحقیق پایا، اس سے واضح ہوتا گیا کہ مؤلف علامہ کے بارے میں جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو رسول اللہ ﷺ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ اس الزام کے خلاف یہ کتاب ایک روشن ثبوت ہے۔

(۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء)

۶۔ سید عمر بن سید مصطفیٰ غیطہ (مدینہ منورہ)

سعادتِ ابدیہ کا امیدوار سید عمر بن مصطفیٰ غیطہ، خادم حدیثِ حرم نبوی عرض کرتا ہے کہ حضرت علامہ عارف ربانی، اتاذ کبیر عالم بے نظیر حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولة المکی" بالمادة الغیبہ "مسجد نبوی میں مجھے سنائی گئی۔ میں نے اس کو مختصر مگر جامع و صحیح پایا، یہ وہم کی تاریکی سے نکال کر فہم کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کو مفید بنائے۔ آمین!

(۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء)

۷۔ حسین بن محمد (مدرس حرم نبوی، مکہ معظمہ)

عالم و عامل، سنی کامل شیخ احمد رضا خاں بریلوی کے تالیف "الدولة المکی بالمادة الغیبہ" میں نے مطالعہ کی اس میں ایسی قوی دلیلیں ہیں جو مخالفین کو خاموش کر دیتی ہیں، جو شخص بھی اس کتاب کے مقابلے پر کوئی نظریہ پیش کریگا، مغلوب ہوگا۔ (صفر ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء)

۸۔ احمد الجزائری بن السید احمد المدنی (مفتی مالکیہ، مکہ معظمہ)

۹۔ عبدالکریم ابن التارزی بن عزوز التونسی (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

اتاذ کامل، فرید عصر، یگانہ دہر حضرت علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولة المکیہ" دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی اس کے مضامین قابل اتباع ہیں جو حقیقت میں الہاماتِ ربانیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان جیسے افراد بکثرت پیدا فرمائے۔ آمین!

۱۰۔ شیخ علی بن علی الرحمانی (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

یہ رسالہ عالم علامہ، بحر فہامہ، معدن فصاحت و براعت، اجل علماء اہل سنت و جماعت، مولانا و اتاذنا شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے، میں نے اس رسالے کو ثانی و کافی اور جامع و ودانی پایا جو مؤلف بزرگ کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے۔ بیشک وہ اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ذات اور ان کی تصانیف سے نفع پہنچائے اور ان کے برکات و نجات ہم پر اور تمام مسلمانوں پر لوٹا رہے۔ آمین!

میں نے اس بزرگ اور بلند مرتبہ تالیف کے مطالعہ کی تاریخ کہی ہے۔

۱۱۔ محمد توفیق الایوبی الانصاری (مدینہ منورہ)

رسالہ ”الدولة المکیه بالمادة الغیبة“ جو حجم میں چھوٹا ہے، معلومات کے لحاظ سے بڑا ہے۔

بیشک مصنف پاکیزہ بیان والے ہیں، انہوں نے اپنے پاکیزہ دلائل بیان کر کے مخلوق و خالق کے علم میں فرق کر دیا ہے اور اپنے بے خطا تیر سے حقیقت کے جگر کو شکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جیسی ہستیاں زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے اور اپنے جو دو سخا کی بارشیں کرے، آمین!

۱۲۔ مصطفیٰ ابن التارزی بن عزوز التونسی (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

میں نے رسالہ الدولة المکیه کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا ہے، اس کے مؤلف رہبر و رہنما، علامہ اکبر اور عمدة الفہامہ ہیں۔ اپنے علم و کمال کی وجہ سے مشہور ہیں، عارف باللہ ہیں اور ہر حال و مقام میں اللہ ہی کی طرف بلا تے ہیں، یعنی ہمارے سردار احمد رضا خاں صاحب، ان کی ساعی مقبول و محمود ہوں، ان کی عنایات بلند اور لطف و کرم ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیں۔۔۔ میں نے اس رسالے کی اصولی باتوں کے لفظی جواہر کی طرف توجہ اور اس کے باغ معنی کے پھولوں میں فسکر کو جولال کیا تو میں نے اس کے بے مثال موتیوں کو خوش بیان اور خوب مضبوط پایا۔ اس کے روشن فاندوں سے ذہنوں کے باغوں میں روشنیاں پھیل گئیں۔ اس کی شاخیں اور جڑیں فیصلہ کن اور واضح قرار آتی ہیں صحیح و مشہور حدیثوں اور اعلیٰ قسم کے عقلی روشن دلیلوں سے لدی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمالات علمیہ کی پاسبان ہے اور عقائد اہل سنت و جماعت کے عین مطابق۔ حضور ﷺ کے فضل و کمال کی حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے جس نے آپ کو یہ علوم عطا فرمائے، اس سے انکار ایک جاہل ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو خوب خوب نوازے۔ وہ استاد کامل اور جامع (معقول و منقول) ہیں، وہ ابر باراں کی طرح فیض رساں ہیں، انہوں نے بندگانِ خدا کو فائدے پہنچائے اور ان کو راہ دکھائی انہوں نے شہروں کو روشن کیا یہ ان کی شرف بزرگی اور حسن سیرت کی دلیل ہے اور ان کے اخلاص، پاکیزگی، طبعی ذکاوت اور آگہی کا روشن ثبوت، وہ معقول و منقول اور اصول و فروع کے میدانوں میں گویا سبقت لے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان جیسے اور بہت سے پیدا کرے، آمین!

(۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۳ء)

۱۳۔ محمود بن صبغة الله (مدینہ منورہ)

یگانہ روزگار، یکتائے زمانہ، علامہ دہسرمولانا احمد رضا خاں کی تالیف ”الدولة المکیه بالمادة الغیبة“ کا مطالعہ کیا۔ بیشک اس رسالے میں ایسی باتیں ہیں جو بیمار کو صحت عطا کریں اور تشنہ کاموں کو سیراب کریں، اس رسالے میں مسئلہ علم غیب کی پوری

پوری تحقیق کی ہے اور ان امور کی حقیقت واضح کر دی ہے جن میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو دونوں جہاں میں اچھا بدلہ عطا فرمائے اور دونوں جہاں میں ان کے درجات بلند فرمائے، آمین! (۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء)

۱۴۔ ہدایۃ اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری (مدینہ منورہ)

بندہ ضعیف جب ۹ محرم ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارتِ روضہ مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہہ شریفہ میں جامع الفضائل والخصائل مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجدد مائتہ حاضرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ شیخ احمد رضا خاں حنفی قادری کی تالیف جلیل ”الدولۃ المکیہ“ کا ذکر کیا، میں عرصہ دراز سے اس رسالے کا مشتاق تھا۔ یہ میری دیرینہ آرزو مولانا کے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی، میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور مخطوط ہوا۔ اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق و تدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ شنید دید کی مانند نہیں۔

جو کچھ حضرت مؤلف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مؤلف علامہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد و بغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل مسرکب اور کند ذہنی کی دلیل ہے، کاش ان کو معلوم ہوتا کہ حسد صرف جسم کو ہلاک کرتا ہے اور حاسد کبھی رہبر نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی جھوٹی قوم سے شکایت ہے جو افتراء پر فخر کرتے ہوئے اس آیت کریمہ سے روگرداں ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

ان لوگوں کی گھٹیا درجہ کی حرکتوں میں یہ ہے کہ اپنی گڑھی ہوئی باتوں کو مشہور کرنے میں کون کس نہیں اٹھا سکتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی اس آیت کریمہ کو بھول جاتے ہیں۔ ”اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اَكْتَسَبُوْا فَقَدْ اٰحْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُّبِيْنًا“ کاش ان لوگوں کی آنکھوں پر حسد و بغض کے پردے نہ ہوتے تو مذکورہ رسالے کے کئی مقامات پر مؤلف علامہ کی تحریر کی روشنی میں اپنے باطل دعوؤں کو پادر ہوا پاتے۔۔۔ مثلاً نظر اول میں مؤلف فرماتے ہیں۔

”علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے جو بھی علم ذاتی میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کسی کے لیے ثابت کرے تو وہ کافر و مشرک ہے۔“ اور فرماتے ہیں۔

”علم غیر متناہی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے“

اور فرماتے ہیں۔

”کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کو تفصیلاً شرعاً اور عقلاً احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ تمامی جہانوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم کے سامنے ایک قطرے کے ہزاروں حصے میں سے کسی ایک حصہ کی ہزار ہا سمندروں کی طرف نسبت کی مانند ہے۔“

نظر ثانی میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کائنات کے علم کی مساوات کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آسکتا۔

نظر ثالث میں فرماتے ہیں:

”علم ذاتی مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات کو صرف علم عطائی حاصل ہے۔

نظر خامس میں فرماتے ہیں:

”ہم کسی مخلوق کا علم اللہ کے علم کے برابر اور مستقل نہیں مانتے بلکہ بعض عطائی فرماتے ہیں۔“ پس مخالفین مساوات کا

ڈھنڈورا کیسے پیٹتے ہیں، کیسے حق سے ہٹ جاتے ہیں۔ (۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء)

۱۵۔ محمد آفندی الحکیم (دمشق)

باغ و بہار، بے مثل کتاب ”الدولة المکیہ“ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی۔ یہ کتاب مؤلف علامہ کے معارف نقلیہ و عقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لیے ان کی غیرت پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت و ارشاد کے لیے آفتاب بن کر چمکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین! (۷ صفر ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء)

۱۶۔ محمد امین سوید (دمشق)

علامہ کبیر فہامہ شہیر، محقق و مدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ”الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ“ کا مطالعہ کیا، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ بردار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جو ہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چسپن جو عقائد اہل ایمان کا نچوڑ ہے۔

بے شک علم ذاتی محیط اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرتا ہے جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی تعلیم پر موقوف ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لیے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے نا آشنا ہے۔ (۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء)

۱۷۔ محمود بن سیّد العطار (دمشق)

میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق و تدقیق کی شہادت کے ساتھ۔ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت و جماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس

پر مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کی تائید کے لیے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین!

۱۸۔ محمد عارف بن محی الدین بن احمد اسہیر بالمحملجی (دمشق)

علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب ”الدولة المکیة“ کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے۔ اس میں اہل حق کے مطابق عقائد کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہم کو منفع منفع فرمائے، آمین!

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۰ء)

۱۹۔ محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین (دمشق)

۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے ”الدولة المکیة“ کے مطالعہ کے لیے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے۔۔۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مشلوں میں بہترین اور منزلت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

(۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء)

۲۰۔ محمد یحییٰ المکبتی الحسینی (دمشق)

مجاور مدینہ النبوی اتاد و محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ”الدولة المکیة“ کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائد سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ”ابواب الصحیح“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کوئی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع کیا ہے کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات، اور ہمارے زمانے میں اتاد شیخ محمد بدر الدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔ (۷ صفری ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۹ء)

۲۱۔ مصطفیٰ بن محمد آفندی اشطی (دمشق)

بعض ایسے احباب نے رسالہ ”الدولة المکیة“ پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی جن کی فرمائش کو نالا نہیں جاسکتا۔ تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات لکھے ہیں۔

حضرت مؤلف علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق و صحیح ہے، اس سے جناب مؤلف کی وسعت علمی اور فضل و کمال کا ثبوت ملتا ہے۔

فجزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۲۲۔ محمد القاسمی (دمشق)

عالم و عامل، فاضل و کامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ”الدولة المکیة بالمادة الغیبیة“ مطالعہ کیا۔ یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے، مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور و فکر کے بعد گروہ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا، یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلف کتاب فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے۔ وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں، ان کی فضیلت کا یقین، دشمن و دوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم اور ان کو ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین! (۲ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء)

۲۳۔ محمد عطا اللہ العتم (دمشق)

کتاب ”دولت مکیہ“ کا مطالعہ کیا، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن و حدیث و اقوال صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلف علامہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام و خاص پر ہمیشہ جاری ہے۔ انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسن خاتمہ فرمائے، آمین! (ربیع الاول ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء)

۲۴۔ احمد رمضان (شام)

۱۳۳۱ء میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف ”الدولة المکیة“ سے آگاہ کیا۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کو حسن بیان اور پختگی برہان میں آفتاب کے مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت، اہل دل اور اہل تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔ علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا ہے جو عین حق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مؤلف علامہ جزائے خیر عطا فرمائے اور علمائے اہل سنت و جماعت کی تائید فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، آمین!

۲۵۔ ابراہیم عبد المعطی (قاہرہ)

یہ رسالہ نہایت ہی منزلت والا ایک بلند مینار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو دین حق اور مشرب صحیح کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کے پڑھنے والے کو نفع بخشے، آمین!

۲۶۔ عبد الرحمن المدخن المصری (قاہرہ)

ماہ رمضان ۱۳۲۹ھ میں اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ہم زیارت قبر شریف سید الموجدین علیہ السلام سے مشرف ہوئے۔

یہاں مدینہ منورہ کے بعض افاضل نے رسالہ ہذا "الدولۃ المکیہ" کی خبر دی، میری زندگی کی قسم! مصنف نے اس میں اختیار کے ساتھ کافی ودانی دلائل جمع کر دئے ہیں، تطویل سے کوئی فائدہ نہیں اللہ تعالیٰ علمائے اہل سنت و جماعت کی مدد فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو نیک بات سنتے بھی ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، والحمد للہ رب العالمین!

۲۷۔ محمد سعید بن عبد القادر قادری النقشبندی (بغداد شریف)

میں نے اس رسالے پر پوری نگاہ ڈالی، جو کچھ فاضل امام، فخرانام مولانا مولوی احمد رضا خاں نے تحریر فرمایا ہے وہ مستحکم دلائل اور بلند براین پر مبنی ہے اور وہی اہل ایمان کا قول ہے، بلاشبہ جو ان کلمات و اقوال کی مخالفت کرے وہ اہل کفر و طغیان میں سے ہے اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں، دین اسلام میں واضح ہے۔

۲۸۔ موسیٰ علی الشافی الازہری الاحمد الدری (مدینہ منورہ)

میں نے رسالہ "الدولۃ المکیہ" کا مطالعہ کیا، اس کو شفاء پایا اور اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے دلوں کی دوا۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مصنف کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں دونوں جہاں میں اپنی عنایات نازل فرمائے، اس لیے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے معجزہ علم غیب کی تائید کے لیے کھڑے ہو گئے جس سے کتاب اللہ اور حدیثیں بھری ہوئی ہیں، یہاں تک کہ یہ مسئلہ آفتاب نصف النہار کی طرف روشن ہو گیا۔

(۴) الاجازات الرضویہ لمبجل بکتہ البہیہ

(۵) الاجازات المتینہ لعلماء بکة والمدینة

یہ دونوں کتابیں ان سندات پر مشتمل ہیں جو احمد رضا خاں محدث بریلوی نے علمائے اسلام کو عنایت فرمائیں۔ اس کے علاوہ اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علمائے اسلام نے احمد رضا کو ارسال فرماتے تھے۔

مدینہ منورہ میں بھی محدث بریلوی سے بیشتر علماء نے اجازت حاصل کی۔ علامہ نے بہت سے علماء کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی اور بعض علماء سے یہ وعدہ کیا کہ وطن واپسی کے بعد سندات ارسال کر دی جائیں گی جیسے شیخ عمر بن حمدان المسری، سید مامون البری، شیخ الدلائل، شیخ محمد سعید وغیرہ۔ فاضل بریلوی کی وطن واپسی کے بعد جب سندات کی ترسیل میں تاخیر ہوئی تو ان حضرات نے مولانا بریلوی کے پاس خط لکھا۔ سید اسماعیل خلیل (۱۳۲۱ھ/۱۹۲۰ء) سندات کی ترسیل کی یاد دہانی کے لیے اپنے مکتوب محررہ (۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں۔

"وعدتم الحقیقہ واخاہ بارسال الاجازات لہرویاتکم فلسہ نات، فکان اقرب الناس الیکم ابعدهم او کنا منسیاً منسیاً"

ترجمہ: آپ نے حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مرویات کے اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن ابھی تک اجازت

موصول نہیں ہوئی، جو آپ سے زیادہ قریب تھا وہ بہت دور ہو گیا، یا ہمیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہے؟
اسی طرح سید مامون البری مدنی اپنے مکتوب (محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) میں سندات کی ترسیل کی یاد دہانی
کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقد وقع منكم الوعد عند وصولكم الى المدينة الطيبة بان تمخو من فضلكم الاجازة
في علوم الحديث والتفسير وغيرها للفقير والفقير منتظر انجاز ذلك الوعد و كتابته
وارساله الخیر خبر ما وعد۔“

تلخیص: مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ علوم حدیث اور تفسیر وغیرہ میں حقیر کو سند و اجازت تحریر فرما کر
ارسال کریں گے۔ فقیر ایفائے وعدہ کا منتظر ہے۔

وطن واپسی کے بعد علامہ بریلوی کے پاس علمائے حریم شریفین کے بہت سے خطوط پہنچے۔ ان خطوط کو پڑھ کر اس بات کا
بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے حریم شریفین کے دلوں میں علامہ بریلوی کے لیے کس قدر محبت و عقیدت تھی۔ سید اسماعیل خلیل
(حافظ کتب الحرام) اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں محدث بریلوی کے مکتوب موصول ہونے
پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”وصلنا غریز مشرفکم علی طراز ثقار علماء المدینة المنورة علی صاحبها افضل الصلوة
والسلام فقرأناه واسرور والحبور متزایدات وتلوناہ والدموع والزافات متتابعات، فما
علمتاهل ذلك شدة الاشتیاق ام لعدم حصول الوصال والتلاق۔“

ترجمہ و تلخیص: ہمیں آپ کا گرامی نامہ ملا، اس کو پڑھا تو خوشی پر خوشی میسر آئی اور آگے پڑھا تو آنسو بہنے لگے اور آہوں سے
بچکیاں بندھ گئیں۔ نہ معلوم یہ کیفیت شدت اشتیاق کی وجہ سے پیدا ہوئی یا وصل و ملاقات سے حرماں نصیبی کی وجہ سے!

میں نے یہاں پر بطور نمونہ یہ خط پیش کیا ہے۔ علمائے حریم شریفین کے بیشتر خطوط میں نے باب نہم میں پیش کئے ہیں۔
کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم۔ احمد رضا خاں محدث بریلوی کی یہ کتاب ان کی شہرت
و مقبولیت کے سلسلے کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ اس کتاب پر میں نے باب ششم میں تفصیل سے تبصرہ کیا ہے۔ کیونکہ باب
ششم ”مولانا کی تصانیف کا تنقیدی جائزہ“ پر مشتمل ہے۔ پھر بھی میں نے یہاں اس کتاب کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔
”کفل الفقیہ“ کیوں لکھی گئی، کتنے دنوں میں لکھی گئی، یہ کتاب کن علماء کے سوال کے جواب میں ہے اور اس کتاب کو علمائے حریم
شریفین میں کیا شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، اس کا تفصیلی ذکر خود مصنف کتاب مولانا احمد رضا بریلوی نے کیا ہے۔

۱ الاجازت المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۳-۱۴

۲ الاجازات المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۱

ترجمہ عربی: محرم ۱۳۲۶ھ میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبد اللہ احمد میرداد امام مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا مولانا حامد احمد محمد جد اوی نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وہاب غزہ جلالہ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ ”کفل الفقہیہ“ وہیں لکھ دیا۔^۱

جب یہ رسالہ مکمل ہو کر علمائے حرمین شریفین کے سامنے پہنچا تو علمائے حرمین شریفین نے تسلی بخش جواب اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتاب کو دیکھ کر کتاب اور صاحب کتاب دونوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ خود فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔
ترجمہ عربی: مکہ معظمہ کے اجل علمائے کرام و فقیہان عظام نے ”کفل الفقہیہ“ کو ملاحظہ فرمایا، پڑھ کر سنایا۔ اس کی نقلیں لیں اور محمد اللہ تعالیٰ سب نے بیک زبان مد میں کیں جیسے حضرت شیخ الائمہ و الخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابو الخیر میرداد حنفی، حضرت عالم العلماء مفتی سابق وقاضی حال علامہ مولانا شیخ صالح کمال حنفی، حضرت مولانا حافظ کتب الحرام فاضل سید اسماعیل خلیل حنفی، حضرت مولانا مفتی حنفیہ عبد اللہ صدیقی، رحمہم اللہ تعالیٰ^۲

گرچہ نوٹ کے بارے میں مولانا بریلوی سے پہلے مفتی مکہ معظمہ شیخ جمال بن عبد اللہ بن عمر حنفی سے سوال کیا جا چکا تھا لیکن انہوں نے جواب دینے سے اعراض^۳ کیا اور صرف یہ تحریر فرمایا۔

”العلم امانة في اعناق العلماء والله تعالى اعلم“

ترجمہ: ”علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم“ مفتی حنفیہ عبد اللہ بن صدیق کے علم میں یہ بات تھی کہ مفتی مکہ سے نوٹ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا لیکن اس کا جواب نہ دے سکے۔ چنانچہ جب انہوں نے کفل القیہہ الفاہم کا مطالعہ کیا تو جواب پڑھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے۔

”این کان شیخ جمال بن عبد اللہ من هذا النص الصریح“

”شیخ جمال بن عبد اللہ اس نص صریح سے کہاں فاعل رہے؟“

جس عبارت پر مفتی حنفیہ بے ساختہ بول پڑے وہ فتح القدیر کی یہ عبارت ہے۔ ”لو باع کاغذہ بالف یجوز ولا

یکرہ“^۴

”کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچتا ہے تو بلا کراہت جائز ہے“ کفل الفقہیہ الفاہم کی وجہ سے مولانا کو

^۱ کفل الفقہیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم، مطبوعہ۔ لاہور، ص ۱۶۶

^۲ کل الفقہیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ص ۶۶

^۳ ملفوظات، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ۔ کراچی، ص ۱۹

^۴ املفوظ، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ۔ کراچی، ص ۱۹

^۵ سوانح اعلیٰ حضرت، بدر الدین احمد، مطبوعہ، لاہور، ص ۲۸۲

علمائے حرمین شریفین میں جو شہرت و مقبولیت ملی وہ اظہر من الشمس ہے۔ علماء جوق در جوق آپ سے ملاقات کرنے آتے اور آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل کرتے۔

سابق قاضی مکہ شیخ صالح کمال مولانا کی فقیہانہ بصیرت سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ اپنے دو رِقْصَاة کا ایک ایک فیصلے سناتے اور اگر مولانا بریلوی ان فیصلوں کی توثیق فرماتے تو آپ خوش ہو جاتے اور اگر رد فرماتے تو افسوس کرتے کہ غلط فیصلے کیوں کر دیے۔^۱

احمد رضا خاں محدث بریلوی کی شہرت و مقبولیت علمائے حرمین شریفین میں نہ صرف ان کے وقت میں تھی بلکہ عہد جدید میں بھی اپنے علم و فضل اور فقیہی بصیرت کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء میں غلام مصطفیٰ صاحب (شاگرد امجد علی علیہ الرحمہ، مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، گھوڑا مارا، راجشاہی، مشرقی پاکستان) زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا موصوف نے اپنے اس سفر مبارک کے حالات و واقعات کو ایک سفر نامے کی شکل میں ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔ اس سفر نامے میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا مفتی سعد اللہ مکی فرماتے تھے کہ بلاد عرب میں عموماً اور حرمین طیبین میں خصوصاً علمائے کرام جس قدر فاضل بریلوی سے واقف ہیں خود ہندوستان کے لوگ نہیں۔ چنانچہ مولانا مفتی سعد اللہ مکی نے بطور آزمائش مولانا غلام مصطفیٰ کو ان کے رفقاء کے ساتھ مولانا سید محمد علوی مالکی کی خدمت میں بھیجا جو اس وقت مکہ معظمہ میں قاضی القضاة تھے، اور آپ کے والد فاضل بریلوی کے ہم عصر تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے رفقاء سید محمد علوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنا تعارف پیش کیا، ”نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں الفاضل البریلوی رحمۃ اللہ علیہ“^۲ اتنا سن کر سید علوی صاحب کھڑے ہو گئے اور ہر ایک سے معانقہ فرمایا اور کہا

”نحن نعرفه بتصنیفاتہ وتالیفاتہ حبه علامۃ السنۃ وبغضه علامۃ البدعۃ“^۳

ترجمہ: ہم ان کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہنچانتے ہیں۔ ان سے محبت سنت کی نشانی ہے اور ان سے عداوت

بدعتی کی نشانی ہے۔“

مولانا غلام مصطفیٰ نے اپنے سفر نامے میں ایک اور شخص مولانا عبدالرحمن درویش کا ذکر کیا ہے جو تقریباً اسی ۸۰ سال کے تھے۔ آپ مولانا بریلوی کے قیام حجاز کے زمانے میں جوان العمر تھے۔ مولانا موصوف فرماتے تھے۔

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے، اور اتنا احترام

^۱ املفوظ، احمد رضا خاں، ص ۲۱ (ملخصاً)

^۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں معمولات الابرار بمعانی الاثر، لکھنؤ، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء، ص ۲۰۰، مؤلفہ۔ عبدالصطفیٰ اعظمی

^۳ ایضاً، ص ۲۹۸

فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا۔“

محدث بریلوی کے بے پناہ علمی صلاحیتوں کی بنا پر علمائے عرب نے آپ سے منادات و اجازات لیں اور زانوائے تلمذ بھی تہ کیا۔ نہ صرف قیام حرین طیبین کے درمیان ہی آپ سے استفادہ کیا بلکہ وطن واپسی کے بعد آپ کے شہر بریلی آ کر بھی استفادہ کیا۔ مولانا عبد القادر مدنی کے صاحبزادے مولوی سید حسین مدنی علم و آفاق اور علم تکمیر کی تحصیل کے لیے بریلی آئے اور چودہ ماہ یہاں قیام فرمایا۔ فاضل بریلوی نے مولانا سید حسین مدنی کے لیے اس فن میں ”اطائب الاکسیر فی علم التکسیر“ رسالہ تحریر فرمایا۔^۲

کسی شخصیت کی جتنی مخالفت کی جاتی ہے وہ اتنی ہی شہرت کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ لوگ مخالفت کی وجہ سے اس شخصیت کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے انداز سے اس شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر کیوں اتنی مخالفت ہو رہی ہے، اس حقیقت کو جاننے کا جب تجس پیدا ہوتا ہے تو قاری بغض و عناد کا چشمہ اتار کر غیر جانبداری کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو اس شخصیت میں کچھ متاثر کر دینے والی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مخالفت بھی قاری اور مذاہن کی تعداد کو بڑھانے کے لیے ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ چنانچہ جلیل القدر عالم اور عہد حاضر کے زبردست فقیہ مولانا سراج احمد (متوفی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء) جو ستر سال تک درس دینے اور نصف صدی تک فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ مولانا سراج احمد خود فرماتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں یہ بات ذہن نشین کر دی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے، اور ان کی تصانیف تحقیقی نہیں ہیں، یہاں تک کہ ان کے تجر علمی کو غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ آپ آگے فرماتے ہیں کہ اتفاق سے رسالہ میراث کی تالیف کے وقت ایک مسئلہ میں الجھن پیدا ہو گئی تھی، اس مسئلہ کے بارے میں علمائے دہلی، علمائے سہارنپور اور علمائے دیوبند سے فتویٰ طلب کیا گیا لیکن کہیں بھی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ بالآخر مولوی احمد رضا کو خط لکھا گیا۔ علامہ نے بڑا مدلل اور تسلی بخش جواب دیا۔ اس جواب سے مولانا سراج احمد صاحب پر جو اثر ہوا اس کا بیان خود ان کے الفاظ میں دیکھئے۔

”اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے بارے میں حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔“^۳

مولانا سراج احمد نے اپنے مکتوب (بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی) کا ایک واقعہ

۱ معمولات الابرار بمعانی الآثار، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء لکھنؤ، مؤلف، مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی ص ۳۰۲

۲ سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸۶ اور المفلوظ، حصہ دوم، ص ۳۸

۳ سوانح سراج الشہداء، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۳۳

بیان کرتے ہیں کہ ایک مسئلہ کے سلسلے میں جب میں نے فاضل بریلوی کا رسالہ "الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی" کے چند اوراق پڑھ کر سنائے تو آپ حیرت و تعجب میں پڑ گئے اور فرمایا۔

"یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! افسوس میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔"

پھر جب چند مسائل فقہ کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو فرمایا۔

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔"

مولوی نظام الدین احمد پوری (مسلاً وہابی) اپنے معاصرین علماء میں سے کسی کو ہم پلہ نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن انہوں نے فاضل بریلوی کے تجرعی کا اعتراف فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے فتاویٰ عالم اسلام کی توجہ کامرکز بنے۔ آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر آپ کی فقیہانہ شان کا اعتراف حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل بن خلیل نے ان الفاظ میں کیا:

"والله اقول والحق اقول انه لوزاها ابو حنفيه النعمان لاقرت عنيه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب"

ترجمہ: "قسم بخدا بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر ابو حنیفہ نعمان آپ کا فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔"

احمد رضا بریلوی نے عقلی علوم و فنون خصوصاً سائنس اور ریاضی کو علوم دینیہ بالخصوص فقہ کے لیے لازم و ملزوم سمجھا۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے۔ محدث بریلوی نے فقہی مسائل کی تشریح و توضیح میں لوگارٹم (Logarithms)، ایکسپوننشل سیریز (Exponential Series)، علم کیمیا (Chemistry)، الجبرا ٹرگنومیٹری (Trigonometry)، مثلث کروی (Spherical Trigonometry)، علم طبیعیات (Physics)، روشنی (Light) اور صوت (Sound) مشیز ارضیات (Geology)، علم الحيوانات (Zoology)، علم نباتات (Botany) اور میڈیکل سائنس (Medical Science)، وغیرہ کا استعمال کیا ہے۔

احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ سے آج بھی لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ نہ صرف پاک و ہند بلکہ عرب ممالک کے لوگ آج بھی فاضل بریلوی کے فتاویٰ کو دیکھ کر ان کو خراج تحسین پیش کرتے اور اس کو پڑھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ مولانا کے فتاویٰ سے متعلق ایک واقعہ ندوہ (لکھنؤ) کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔ بقول یسین اختر اعظم سی ۲۵ تا ۲۸ شوال ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی مہمان شریک ہوئے تھے۔

۱ سوانح سراج الفقہاء، محمد عبدالکحیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۳۴

۲ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۲، ص ۸۵۲ (مکتوب سید اسماعیل بن خلیل، بحرہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵، بنام امام احمد رضا)

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) میں کتابوں کی نمائش کا انتظام تھا۔ بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانہ روزگار شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ و ممتاز ترین تصنیفات فن و ارمندرج تھیں۔ فاضل بریلوی کی بھی کتاب عقائد و کلام کے نقشے میں ”خالص الاعتقاد“ اور فقہ کے طغریں میں ”الینوۃ الوضیۃ“ تھی۔ چنانچہ ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابو غندہ (پروفیسر کلیۃ الشرعیہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسویں کتابوں کے مصنف تھے، ان کی نگاہ جب احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب ”خالص الاعتقاد“ پر پڑی تو فوراً بول اٹھے ”این مجموعۃ فتاویٰ الشیخ احمد رضا البریلوی؟“ حاضرین نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی لیکن جب اس کی اطلاع لیسین اختر اعظمی کو ملی تو آپ ملاقات کی غرض سے ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل (لکھنؤ) ڈھائی بجے دن میں پہنچے۔ اس وقت پروفیسر عبدالفتاح ابو غندہ کو صدر جمہوریہ ہند جناب فخر الدین علی احمد مرحوم کے یہاں دعوت میں جانا تھا اس لیے آپ تیار یوں میں مصروف تھے، دوران گفتگو میں نے پوچھا ”سمعت انک تستاق الی مطالعۃ مجموعۃ فتاویٰ الشیخ الامام احمد رضا“ (میں نے سنا ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں) فتاویٰ رضویہ کا نام سنتے ہی شیخ کا چہرہ دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں کہا۔ ہاں! کیا آپ کے پاس موجود ہے؟ میں نے کہا اس وقت تو نہ مل سکے گی مگر انشاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کر دوں گا۔ میرا دوسرا سوال تھا ”کیف عرفت علمہ و فضلہ“ (آپ ان کے علم و فضل سے کیسے متعارف ہوئے) اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔ فرمایا عطر بہر حال عطر ہی ہے۔ کتنا بھی اسے بند شیشی میں رکھا جائے اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے۔ اس کے بعد شیخ نے جو ابا عرض کیا۔

”میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی۔ میں نے جلدی۔ جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔ عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔“

علمائے عرب کو مولانا کی عربی تصانیف پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ حافظ کتب حرم سید اسماعیل بن خلیل نے علامہ بریلوی کا ردالمحتار پر ان کا حاشیہ طلب فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ ”تحرراتکم التی علی حاشیۃ ابن عابدین لایخفی خبا بکم انی من المحتاجین الیہا جعلکم اللہ من المحسنین“ اور اسی طرح مولانا سید مامون البری مدنی۔ محدث بریلوی کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱ امام احمد رضا رباب علم و دانش کی نظر میں، بیس اختر مصباحی، مطبوعہ، مجموعۃ الاسلامی، مبارک پور ۱۹۷۷ء، ص ۱۵۲ تا ۱۵۳

۲ مکتوب سید اسماعیل بن خلیل، محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بنام احمد رضا

”نرجو ایضاً من حضر تکم ان ترسلوا الینا بعضاً من تالیفاتکم العربیہ“

”آپ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اپنی بعض تالیفات عربیہ ارسال فرمائیں گے“

مولانا کی شہرت و مقبولیت اور بے پناہ علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی انہیں ”مجدد“ کہتا ہے تو

کوئی ”اماموں کا امام“ جیسے حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن سید خلیل فرماتے ہیں:

”بل اقول لوقیل فی حقہ انہ مجدد هذا القرن لکان حقاً وصدقاً“

”بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک یہ بات سچی و صحیح ہے۔“

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیروی مدنی نے محدث بریلوی کے علم و فن کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: ”امام

الائمہ المجدد اھذا الامۃ“^۱ اماموں کے امام اور اس امت مسلمہ کے مجدد۔“

مولانا سید مامون البری مدنی نے محدث بریلوی کی شخصیت کو اس طرح دیکھا:

”فھو الحقیق بان یقال انہ فی عصرہ اوحداً کیف وفضلہ اشھر من نار علی علم۔“^۲

”وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل و کمال اس آگ سے زیادہ مشہور

ہے جو پہاڑ پر جلائی جاتی ہے۔“

علمائے خرمین شریفین میں احمد رضا خاں بریلوی کو جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ معظم

میں شیخ الخطباء مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد ضعیفی کی وجہ سے احمد رضا خاں کے پاس ملاقات کی غرض سے نہ آسکے تو انہوں نے

مولانا بریلوی کو بلایا اور انہیں کی زبانی ان کا تالیف کردہ رسالہ ”الدولۃ المکیہ“ جو علمائے خرمین شریفین میں محدث بریلوی کی

شہرت کا سبب بنا، سماعت فرمایا۔ جب مولانا بریلوی شیخ کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو شیخ میرداد کے زانوائے مبارک کو

ہاتھ لگایا تو آپ نے بے ساختہ ارشاد فرمایا:

”انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعلیکم۔“^۳

”ہم آپ کے پیروں کو بوسہ دیں، ہم آپ کی جوتیوں کو چومیں۔“

احمد رضا محدث بریلوی نے نہ صرف مشرقی دنیا میں بلکہ مغربی دنیا میں بھی اپنے علم و فضل کا لوہا منوا کر اپنی شہرت کا پرچم

۱ مکتوب سید مامون البری مدنی، محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا

۲ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۵۱

۳ الدولۃ المکیہ، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ کراچی، ص ۳۶۲

۴ مکتوب سید مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، جلد اول، ص ۱۳۶

۵ المملووظ، جلد اول، احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی

”ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی ایک قوت طبعی ہے جسے جاذبہ یا جاذبیت کہتے ہیں اس کا پتہ نیوٹن کو ۱۶۶۵ء میں اس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں میں گیا۔ باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اسے دیکھ کر سلسلہ خیالات چھوٹا جس سے قواعد کش کا بھھو کا پھوٹا۔“^۱

نیوٹن کے نظریات کا رد: احمد رضا فاضل بریلوی نیوٹن کے نظریات کا رد و تعاقب اس طرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اقول سیب گرنے اور جاذبیت کا آسب جاگنے میں علاقہ بھی ایسا ہی لزوم کا تھا کہ وہ گرا اور یہ اچھلا کیونکہ اس کے سوا کوئی سبب ہو سکتا ہی نہ تھا۔“^۲

آگے پھر لکھتے ہیں۔ ”اولاً۔ عقلائے عالم اثقال میں میل سفلی سامنے ہیں کیا وہ میل اس کے گرنے کو کافی نہ تھا یا میل نہ جانا، یوں نہ سمجھ سکتا تھا کہ ثقیل کے استقرار کو وہ محل چاہیے جو اس کا بوجھ سہارے۔ سیب وہی ٹوٹے گا جس کا علاقہ شاخ سے ضعیف ہو جائے، وہ کمزور تعلق اب اس کا بوجھ نہ سہار سکے ورنہ بھی نہ ایک ساتھ ٹوٹ جائیں۔ ادھر تو ضعیف علاقہ کے سبب شاخ سے چھوٹا ادھر اس سے نرم تر ملا ہوا کا ملاء اسے کیا سہارتی لہذا اس سے کسیف تر ملاء درکار ہوا کہ زمین ہو یا پانی کیا اتنی سمجھ نہ تھی یا بطلان میل پر کوئی قطعی دلیل قائم کر لی اور جب کچھ نہیں تو جاذبیت کا خیال محض ایک احتمال ہوا۔ محتمل مشکوک بے ثبوت بات پر علوم کی بنا رکھنا کار خرد منداں است۔

ثانیاً: لطف یہ کہ یہی بیانات جدیدہ والے جا بجا ثقیل میں میل ثقل مانتے، خیف میں میل علو لکھ جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ میل جاذبیت کا سارا میل کاٹ دے گا۔ جب ثقیل اپنے میل سے گرتا سیب کا ٹوٹنا جاذبیت پر کہاں دلالت کرتا ہے۔ یہ یقین و احتمال و طریق استدلال و منصب مدعی و سوال سے ان کی ناواقفی ہے۔ معلول کے لیے علت درکار ہے۔ جب ایک کافی و وانی علت موجود اور تمہیں بھی مسلم ہے تو اسے چھوڑ کر دوسری بے ثبوت کی طرف اسے منسوب کرنا کون سی عقل ہے۔ بالفرض اگر علت کافیہ معلوم نہ ہوتی تو بلادلیل کسی شی کو علت بنا دینا مردود ہوتا ہے۔ وہاں پہ کہنا تھا کہ علت ہمیں معلوم نہیں نہ یہ کافی علت موجود و مسلم ہوتے ہوئے اس سے فرار اور دوسری پر بے دلیل قرار۔ جاذبیت کے رد کو ایک یہی بس ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا جاذبیت پر ایمان بالغیب انہیں مجبورانہ میل طبعی کے انکار پر لانا ہے۔ اگرچہ وہ نادانی سے نہیں مقرر ہوں اگرچہ وہ بے دلیل منکر ہوں اور میل طبعی کا ثبوت بلکہ احتمال ہی جاذبیت کو باطل کرتا ہے کہ جب میل ہے جاذبیت کی کیا حاجت اور اس کے وجود پر کیا دلیل؟

رد سوم: اقول بمبر ۲۰۵ فرض کردم کہ سیب گرنے سے زمین پر جاذبیت کا آسب آیا مگر اس سے شمس میں جاذبیت کیسے سمجھی گئی جس کے سبب گردش کا طومار باندھ دیا۔ کیا اس پر بھی کوئی سیب گرتے دیکھا یا یہ ضرور ہے کہ جو کچھ زمین کے لیے ثابت ہو

۱ فوزمین در رد حرکت زمین، ص ۳۱

۲ فوزمین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۳۱

آفتاب میں بھی ہو۔“

اسی طرح فاضل بریلوی نے نیوٹن کا نظریہ نافریت (Repulsion) کا بھی رد فرمایا۔ نیوٹن نے جاذبیت (Gravity) کے لیے نافریت (Repulsion) کو ضروری قرار دیا۔ احمد رضا بریلوی نافریت کے رد میں لکھتے ہیں:

”جاذبیت تو سب کے گرنے سے پہچانی یہ کا ہے سے جانی شاید سب گرتے میں نیچے دیکھا تو زمین تھی اس کا جذب خیال میں آیا اور دیکھا تو سب شاخ سے بھاگتا پایا یوں نافرہ کا ذہن لڑایا حالانکہ نیچے لانے کو ان میں ایک کافی ہے دو کس لیے؟“

”حدائق النجوم“ میں کہا کہ برابر سطح پر گولی پھینکیں تو بالطبع خط مستقیم پر جاتی ہے یہ نافرہ ہے۔ پھینکیں میں اس کا جواب ہے آہستہ رکھ دیں کہ جنبش نہ ہو تو بال پھر نہ سر کے گی۔ جہاں سطح پوری لیول میں نہ ہو تو ڈھال کی طرف ڈھلکے گی۔ پھر کہا کنکریاں پتھر باندھ کر اڑائیں چھوٹ کر سیدھا زمین پر آنگاہ نافرہ ہے۔ اقول یہی بات آگئی جو ہم نے ان کی دانش پر گمان کی تھی کہ نیچے دیکھا تو جذب سمجھے اور نگاہ اٹھی تو اسے بھول گئے فرار پر فرار ہو۔“

نافریت کی رد کے بعد احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

”تم جاذبیت کے لیے نافریت لازم مانتے ہو کہ وہ ہو اور یہ نہ ہو تو کھینچ کر وصل ہو جائے اور ہم نافریت باطل کر چکے تو جاذبیت خود باطل ہو گئی کہ بطلان لازم بطلان ملزوم ہے۔“

احمد رضا بریلوی نے جاذبیت (Gravity) کے رد میں متعدد سلیس دی ہیں۔ ان دلائل میں منطق، ریاضی و بیت (Astronomy) کا بھی استعمال کیا ہے۔

آزک نیوٹن نے اپنے نظریہ جاذبہ باثقل اضافی (Force Gravity) کے سلسلے میں مدوجزر کا نظریہ (View point of tide) بھی بطور تائید پیش کیا ہے۔ احمد رضا نے کتاب ”فوز میں دررد حرکت زمین“ میں مدوجزر کے نظریہ کا رد کیا ہے۔ نیوٹن نے مدوجزر کا ہونا جذب و قمر کو قرار دیا ہے۔ فاضل بریلوی نے نیوٹن کے حوالے سے لکھا ہے:

”ہر شبانہ روز میں دو بار سمندر میں مدوجزر ہوتا ہے جسے جوار بھانا کہتے ہیں۔ یہ جذب قمر کا اثر ہے ولہذا جب قمر نصف النہار پر آتا ہے اس کے چند ساعت بعد حادث ہوتا ہے۔ آفتاب کو بھی اس میں دخل ہے ولہذا اجتماع و مقابلہ سیرین کے ڈیڑھ دن بعد سب سے بڑا آمد ہوتا ہے مگر اثر شمس بہت کم ہے۔“

تبصرہ: نیوٹن کے مطابق ۲۴ گھنٹے ۵۰ منٹ کے وقفہ کے دوران ہر شبانہ روز دو بار سمندر میں جوار بھانا آتا ہے کیونکہ ۲۴ گھنٹے ۵۰ منٹ میں زمین ایک بار چاند کے حوالے سے گھوم جاتی ہے دو متواثر مدوں (جوار کی بلندی میں عدم مساوات پائی

۱ فوز میں دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں، ص ۹۳-۹۵

۲ فوز میں دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲۳

۳ فوز میں دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۹۵

برس سے جاری ہے اور وہ کیا ہے کہ قمر ابھی تک زمین پر گر نہ پڑا۔ اگر جاذبیت صحیح ہوتی ضرور کب کا گر چکا ہوتا تو جاذبیت محض مہمل خیالی ہے۔“

”نیوٹن کے اس قول کے رد میں کہ ”اگر زمین کو اتنا دبا دیا جائے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو اس کی مساحت ایک انچ مکعب (One cubic foot) سے زیادہ نہ ہوتی۔“^۲

فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

”اہل انصاف دیکھیں سردار بینات جدیدہ نیوٹن نے کیسی صریح خارج از عقل بات کہی۔ کرۂ زمین اگر دب کر ایک انچ مکعب رہ جائے تو اولاً یہ سارا کرہ جو کہ ٹھریوں میں پھیلا ہوا ہے صرف ایک لاکھ دس ہزار پانچ سو بانوے (592, 10, 1) ذروں کا مجموعہ ہو۔ ہر ذرہ بال کی نوک کے برابر۔۔۔۔۔ پورے ساٹھ سمجھئے۔ بس یہ کائنات قطر زمین کی ہوتی اور اب ایک انچ طول کی خاک میں گن لیجئے اتنے ذرے فی الحال موجود ہیں تو باقی ۸ ہزار میل کا خط کہاں سے بنا۔“^۳

اسی طرح محدث بریلوی حساب لگا کر بتاتے ہیں۔

”جب قطر میں ساٹھ ہی ذرے ہوتے اور وہ ۱۲۰ درجے اور زمین کا درجہ قطر یہ ۶۶ میل کے قریب ہے یعنی ۶۵, ۹۴۲۳ میل کے نصف قطر معدل ۳۹۵۶, ۵۴۳ میل ہے تو سب اس سمٹنے کے بعد پھیل کر حالات موجودہ پر آئی، ہر ذرہ دوسرے سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر ہوتا تو زمین محسوس ہی نہ ہو سکتی۔“^۴

اس طرح فوز مبین میں نیوٹن کے نظریات کا رد کیا اور زبردست تعاقب کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی کے رد تعاقب کی خوبی یہ ہے کہ مخالف اپنے دعوے میں جس علم و فن کی کتب سے دلیل دیتا ہے وہ اسی علم و فن سے اس کا رد فرماتے ہیں۔ لہذا احمد رضا محدث بریلوی نے قرآن، تفسیر و حدیث کے علوم کی روشنی میں غیر اسلامی نظریات سائنس کا رد کیا اور سائنس دانوں کا تعاقب فرمایا۔

مولانا کی عبقری شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج دنیا بھر میں بہت سے ادارے آپ پر کام کر رہے ہیں جیسے۔

۱۔ رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۱ فوز مبین دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۰۳-۱۰۴

۲ فوز مبین دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۰

۳ فوز مبین دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۱

۴ فوز مبین دررد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۱

۵ افکار رضا، ممبئی، اپریل تا جون ۱۹۹۸ء، ص ۷۱ تا ۲۳۳

۳۔ رضا اکیڈمی، لاہور - سنی رضوی سوسائٹی، افریقہ

۵۔ رضا اکیڈمی، برطانیہ

رضا اکیڈمی، ممبئی: یہ اکیڈمی ۱۹۷۵ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی الحاج محمد سعید نوری ہیں۔ اس اکیڈمی نے اب تک تقریباً چار سو (۴۰۰) کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں ڈھائی سو سے زائد احمد رضا بریلوی کے کتب و رسائل ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی: یہ کراچی، پاکستان کا مشہور ادارہ ہے جس نے احمد رضا بریلوی پر کثیر تعداد میں عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں لٹریچر شائع کر کے دنیا بھر میں پھیلایا۔

رضا اکیڈمی، لاہور: اس اکیڈمی نے بھی ۱۹۹۴ء تک سو (۱۰۰) سے زیادہ کتابیں شائع کی ہیں جس میں اکثر کتابیں رضویات سے متعلق ہیں۔^۱

سنی رضوی سوسائٹی، افریقہ: یہ ادارہ ڈربن، افریقہ میں قائم ہوا۔ اس کے بانی علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی ہیں۔ علامہ نے فاضل بریلوی پر انگریزی لٹریچر شائع کر کے افریقہ، انگلستان، فرانس بلکہ تمام یورپ میں پھیلایا۔

رضا اکیڈمی، برطانیہ: اس ادارے کے بانی حاجی محمد الیاس ہیں۔ انہوں نے اپنے انگریزی رسالہ "اسلامک ٹائمز" کے ذریعہ پیغام رضا کو مغربی ممالک کے انگریزی داں طبقہ تک پہنچایا ہے۔ مسزید برآں اس اکیڈمی نے احمد رضا بریلوی اور دوسرے علماء کی تصانیف کے انگریزی تراجم بھی شائع کیے ہیں۔

احمد رضا فاضل بریلوی پر بہت سے مضامین اور تاثرات کا اظہار ہمیں اس وقت کے اخبار و رسائل "دبدبہ سکندری" رامپور اور "تحفہ حقیقہ" پٹنہ وغیرہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان اخبارات و رسائل میں کہیں آپ کے کلام پر تبصرہ ملتا ہے تو کہیں فتاویٰ پر کبھی خود آپ کی شخصیت سے متعلق مضامین دیکھنے کو ملتے ہیں۔ "دبدبہ سکندری" شمارہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۱۲ء بروز دو شنبہ جلد نمبر ۴۸ کے صفحہ نمبر ۳ پر شاہ محمد افضل حسن صابری نائب ایڈیٹر (دبدبہ سکندری) لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کا جو رتبہ ہے اسے تو آنکھوں والوں سے پوچھئے، نابینا ہرگز کسی بات کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہ بتا سکتا کہ کسی کے قصر فضل و کمال کا کون سا درجہ، کس صنعت و دستکاری سے بن سنور کر مرتب ہوا ہے۔ بلکہ وہ تو ساری دنیا کو اپنی ہی مثل جانتا اور سمجھتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چند چشمان عقل کے اندھے اس ملائک صفات بشر کے علوم مرتبت میں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کی اس میں معاذ اللہ کسی طرح کی مرتبت واقع نہیں ہوتی۔۔۔۔۔"

بیشتر علوم و فنون پر مہارت، ہزار ہا کتب و رسائل، ترجمہ قرآن پاک اور بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل "فتاویٰ رضویہ" علامہ بریلوی

^۱ افکار رضا، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۷ء، ممبئی، ص ۷۴

^۲ دبدبہ سکندری، رام پور یکم اپریل ۱۹۱۲ء، جلد ۴۸، ص ۳

کی شخصیت کو زندہ رکھنے کے لیے ایک مضبوط بنیاد ہے۔

کچھوچھ شریف کے صوفی، صحافی مولانا سید محمد جیلانی اشرف احمد رضا بریلوی کی شخصیت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 ”امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق و ایمان سے پھر پورترجمہ قرآن
 دیا۔ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ ”فتاویٰ رضویہ“ کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان علمی اور تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵
 رسالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر پانچ گھنٹے میں امام احمد رضا ہمیں ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک
 ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا، امام احمد رضا نے تنہا انجام دے کر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔“
 محدث بریلوی کے وہ تمام کارنامے جو دنیاے اسلام میں آپ کی شہرت و مقبولیت کا سبب بنے۔ اس کی ایک ہلکی سی
 جھلک پیش کی گئی ہے۔ جس سے آپ کی عبقری شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

- ۱- ۱۹۱۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، جامعہ ازہر (قاہرہ)، جامعہ عین الشمس (قاہرہ)، جامعہ بغداد، جامعہ حلوان وغیرہ میں درس دیتے رہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ، ترکی، ایران وغیرہ کے ۲۶ جامعات آپ کے علمی فیض سے مستفیض ہو چکی ہیں۔ آپ نے گیارہ زبانوں میں پڑھایا، تصانیف میں ۶۸ کتابیں ہیں اور اردو، عربی، فارسی میں ۶۶ اردو ادین بھی ہیں۔ آپ مختلف ممالک سے اعزازات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ (امام احمد رضا اور عالم اسلام، پروفیسر محمد سعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۰ء) ص ۲۸۔
- ۲- امام احمد رضا اور عالم اسلام ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۰ء، ص ۲۸
- ۳- معارف رضا، سالنامہ ۲۰۰۵
- ۴- تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۴۰۲۔
- ۵- المیزان (مبہنی) امام احمد رضا نمبر۔ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۵
- ۶- امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد سعود احمد، ناشر، ادارہ سعودیہ، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۵۲
- ۷- دی میج انٹرنیشنل، کراچی، شمارہ مئی ۱۹۸۱ء، ص ۴۳-۴۴
- ۸- امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد سعود احمد، ناشر، ادارہ سعودیہ، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۹۰
- ۹- ہفت روزانہ، کراچی، شمارہ ۶ فروری ۱۹۸۰ء، ص ۳۱
- ۱۰- تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، حرمین علی، لکھنؤ، ۱۹۱۳ء، ص ۱۵-۱۶
- ۱۱- رسائل رضویہ۔ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۴۰
- ۱۲- یہ متن اور حواشی لاہور اور استنبول سے شائع ہو چکے ہیں۔
- ۱۳- تفصیلات کے لیے دیکھئے حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء
- ۱۴- الاجازات الممتینہ، حامد رضا خاں، ص ۹-۱۰
- ۱۵- الاجازات الممتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۳-۱۴
- ۱۶- الاجازات الممتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۱
- ۱۷- کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم، مطبوعہ لاہور، ص ۱۶۶
- ۱۸- کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم، امام احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ص ۶۶
- ۱۹- ملفوظات، امام احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص ۱۳۷-۱۳۸
- ۲۰- ملفوظ، امام احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ کراچی، ص ۱۹
- ۲۱- سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸۲

- ۲۲۔ المفلوظ، احمد رضا خاں، صہ ۲۱ (ملخصاً)
- ۲۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، معمولات الابرار بمعانی الاثار، لکھنؤ، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء، صہ ۲۰۰، مؤلفہ۔
عبدالمصطفیٰ اعظمی
- ۲۴۔ ایضاً۔۔۔۔۔ صہ ۲۹۸
- ۲۵۔ معمولات الابرار بمعانی الاثار، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء لکھنؤ، مؤلف، مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی صہ ۳۰۲
- ۲۶۔ سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ لاہور، صہ ۲۸۶ اور المفلوظ، حصہ دوم، صہ ۳۸
- ۲۷۔ سوانح سراج الفقہاء، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، صہ ۳۳
- ۲۸۔ سوانح سراج الفقہاء، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، صہ ۳۴
- ۲۹۔ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۲، صہ ۲۵۸ (مکتوب سید اسماعیل بن خلیل، محررہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ، بنام امام احمد رضا)
- ۳۰۔ امام احمد رضا رباب علم و دانش کی نظر میں، یسین اختر مصباحی، مطبوعہ، مجموعہ الاسلامی، مبارک پور ۱۹۷۷ء، صہ ۱۵۲ تا ۱۵۴
- ۳۱۔ مکتوب سید اسماعیل بن خلیل، محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بنام احمد رضا
- ۳۲۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا
- ۳۳۔ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۵ھ، صہ ۵۱
- ۳۴۔ الدولۃ المکیہ، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ کراچی، صہ ۴۶۲
- ۳۵۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، جلد اول، صہ ۱۳۶
- ۳۶۔ المفلوظ، جلد اول، احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی
- ۳۷۔ الرضا (بریلی) شماره صفر ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء و ربیع الاول ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء
- ۳۸۔ نیویارک ٹائمز (نیویارک) شماره ۱۶ و ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء
- ۳۹۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، صہ ۳۱
- ۴۰۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۳۱
- ۴۱۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں، صہ ۹۲-۹۵
- ۴۲۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۳۲
- ۴۳۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۹۵
- ۴۴۔ افکار رضا، ممبئی (سہ ماہی) ۱۹۹۸ء، صہ ۲۱

۴۵- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۵۰

۴۶- فوزمبین در رد حرکت ملخصاً، صہ ۵۱

۴۷- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۵۱

۴۸- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۰۳

۴۹- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۰۳-۱۰۴

۵۰- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۷۰

۵۱- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۷۱

۵۲- فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۷۱

۵۳- افکار رضا، مجبئی، اپریل تا جون ۱۹۹۸ء، صہ ۷ تا ۲۳

۵۴- افکار رضا، جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء، مجبئی، صہ ۷۴

۵۵- دبدبہ سکندری، راجپوریکم اپریل ۱۹۱۲ء، جلد ۲۸، صہ ۳

۵۶- ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، صہ ۲۸

—۶—

آثار۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی تصنیف

آپ کے پاس کتابیں نہیں تھیں باوجود اس کے آپ کی نگارشات کا مطالعہ کر کے ایسا احساس بھی نہیں ہوتا کہ آپ سخت بیمار تھے اور آپ کے پاس مراجع کی کمی تھی۔ جب کہ تقریباً اس کے تین ماہ بعد صفر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ فاضل بریلوی نے اپنی نگارشات کو عقلی اور نقلی دلائل و شواہد سے ایسا مزین کیا ہے کہ اس بات کا اندازہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ یہ رسائل کتابوں کی عدم موجودگی اور بحالتِ علالت لکھے گئے ہیں۔

فاضل بریلوی مطالعہ کتب میں اس قدر منہمک ہو جاتے کہ ایک ایک مہینے تک مسلسل شبانہ روز مطالعہ فرماتے رہتے جس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہوئی۔ علامہ بریلوی ایک جگہ خود فرماتے ہیں:

”جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۳ء میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز عملی الاتصال ہوا، گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا۔“

مولانا کی زود نویسی کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

”یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات میں تھا کہ جس درجہ علم و فضل میں کمال تھا اس درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس، چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انھیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔“^۲

فاضل بریلوی کی زود نویسی اور ان کی تجرلی کا اعتراف کرتے ہوئے شاہ کرامت اللہ خاں دہلوی خلیفہ حاجی امجد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں کی وہ ہستی ہے کہ علماء ہر باب میں ان کے محتاج ہیں۔ علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں اور چار منشی لکھنے کو بیٹھ جائیں تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔“^۳

فاضل بریلوی کی تصانیف کے سلسلے میں اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ علامہ بریلوی ایک ہزار سے زائد تصانیف کے مصنف نہیں تھے بلکہ یہ بات غلط اور بے بنیاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ کے کثرت مطالعہ زود نویسی اور تحقیق و تدقیق کی طرف نظر جاتی ہے تو آپ کے بارے میں ایک ہزار سے زائد تصانیف کی بات قرین قیاس معلوم پڑتی ہے۔ ایک بات اور اہم ہے کہ آپ کی سبھی تصانیف ضخیم نہیں ہیں بلکہ اس میں بہت سے چھوٹے۔ چھوٹے رسالے، کتابچے اور حواشی وغیرہ بھی شامل ہیں جو ضخامت میں انتہائی کم ہے۔ اس لیے یہ تعداد ایک ہزار ہو سکتی ہے۔ اس طرح آپ کی تصانیف ۵۵ علوم و فنون میں چھوٹی بڑی ایک

۱ اہملفوظ۔ حصہ اول۔ محمد مصطفیٰ رضا۔ مطبوعہ، کراچی، ۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء ص ۲۰

۲ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بیاری۔ جلد اول، مطبوعہ، کراچی ۱۹۳۸ء۔ ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ

۳ ایضاً، ص ۱۳۲

ہزار سے زائد شمار کی گئی ہیں۔^۱

فاضل بریلوی کی تصانیف کے بارے میں مختلف زمانوں میں مختلف تعداد بتائی گئی ہے "الدولة المکیة بالمادة الغیبیة"

(۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے حاشیہ میں مولانا حامد رضا خاں لکھتے ہیں:

"بحمدہ تعالیٰ تصانیف چار سو سے زائد ہیں جن میں فتاویٰ مبارک بڑی تقطیع کی بارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔"

مولانا رحمن علی نے اپنی کتاب "تذکرہ علمائے ہند" (فارسی ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) میں علامہ بریلوی کی تعداد تصانیف کے

بارے میں لکھا ہے:

"تصانیف دسے تا اسی زماں ہفتاد و پنج مجلد رسیدہ اند"^۳

مولانا رحمن علی کے تذکرہ مسرتب کرنے کے وقت مولانا بریلوی کی عمر ۳۰ برس تھی۔ عمر کے اضافہ کے ساتھ ساتھ آپ کی

تصانیف میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں خود احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف کی تعداد ۲۰۰ سے زائد لکھی ہے

"صنف کتباً تزید علی مائتین" اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" کی سات جلدیں مکمل

ہو چکی ہیں۔^۴

احمد رضا خاں بریلوی کے عزیز شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے مختلف علوم و فنون پر موصوف کی ۳۵۰ تصانیف کی

فہرست ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کی ہے۔ اس کتابچہ میں ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ تک کی تصانیف کا ذکر ہے۔ اس کتابچہ کا

تاریخی نام "المجلد المعد لتالیفات المجدد" (۱۳۲۷ھ) رکھا۔ اس نام مکمل فہرست کے بعد مولانا ظفر الدین بہاری کو ۹۶ کتب و

رسائل اور دستیاب ہوئے اور صراحت فرمایا کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کے مؤلفات کی بھی نام مکمل فہرست ہے۔ فاضل بریلوی

۱۳۲۷ھ کے بعد ۱۳ سال حیات رہے۔^۵

آپ کی سرعت تحریر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک پورا سالہ ایک دن میں تحریر فرما دیتے تھے۔ جس کا

اعتراف خود مولانا عبدالحئی نے اپنی تصنیف "نزهة الخواطر" میں کیا ہے:

"وسافر الی الحرمین الشریفین عدة مرات، وذا کر علماء الحجاز فی بعض مسائل الفقہیہ

والکلامیہ والف بعض الرسائل اثناء اقامتہ بالحرمین واجاب عن بعض المسائل التي

عرضت علی علماء الحرمین، واعجبوا الغبزارة علیہ وسعة اطلاعه علی المتون الفقہیہ والبیائل

^۱ معارف اسلامیہ (پاکستان) جلد دہم، طبع اول، سرہند۔ ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۲

^۲ حاشیہ الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ۔ مولانا حامد رضا خاں۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء، ص ۱۶۹

^۳ تذکرہ علمائے ہند۔ رحمن علی۔ مطبوعہ، لکھنؤ ۱۳۲۲ھ / ص ۱۸

^۴ رسائل رضویہ۔ احمد رضا خاں۔ جلد دوم۔ مطبوعہ، لاہور ص ۲۷۲-۲۳۳

^۵ المجلد المعد لتالیفات المجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۳

الخلافتیہ وسرعة تحریرہ و ذکاۃ۔^۱

ترجمہ: ”کئی بار جرین شریفین کا سفر کیا اور علمائے حجاز سے بعض مسائل فقہیہ اور کلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا۔ جرین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حجاز نے بعض سوالات بھی کیے تو ان کے جوابات بھی تحریر کیے۔ متون فقہیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔

اس طرح دیکھا جائے تو صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی مولانا موصوف کی سرعت تحریر کا اعتراف کیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یقیناً مولانا کی حیات کے آخری ایام تک یہ تعداد تقریباً ایک ہزار ہو گئی ہوگی۔ مولانا ظفر الدین بہاری اپنے اس نامکمل فہرست کے آغاز میں لکھتے ہیں:

”یہ مجموعہ مع ذیل بعض تالیفات اصحاب و احباب مجرم ۱۳۲ھ تک ساڑھے تین سو تصانیف ہیں، میں نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں بلکہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقراء میں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید وثیق ہے کہ اگر تخلص نام اور تمام قدیم و جدید نسبتوں پر نظر کی جائے تو کم و بیش پچاس رسالے اور نکلیں۔“

اس طرح ۱۳۲ھ تک فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ۴۰۰ تک ہو جاتی ہے۔ ظفر الدین بہاری کا رسالہ

”المجمل المعداد لتالیفات المجدد“ جب دوبارہ لاہور سے شائع ہوا تو مولانا محمود احمد قادری (استاد مدرسہ احسن المدارس، قدیم کانپور) نے لاہور میں مجلس رضا کے صدر حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو لکھا:

”مجھے آپ نے پہلے باخبر نہیں فرمایا ورنہ میں ”المجمل المعداد“ کو ”المجمل المفصل“ کر دیتا۔ اعلیٰ حضرت

قبلہ کی تصانیف مطبوعہ کی پوری تعداد خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف (انڈیا) میں محفوظ ہے۔ مولانا مختار الدین آرزو (صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کے کتب خانے میں کچھ مخطوطات اور کچھ مطبوعات ضرور موجود ہیں۔“^۲

لیکن بعد کی تحقیق کے مطابق ”حیات اعلیٰ حضرت“ جلد دوم میں فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ظفر الدین بہاری نے

چھ سو سے زائد بتائی۔^۳ ماہنامہ ”المیزان“ (مبئی) کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا، جس میں پچاس سے زائد علوم پر فاضل بریلوی کی ۵۴۸ کتب کے اسماء درج ہیں۔^۴ پاکستان سے شائع ہونے والی کتاب ”انوار رضا“^۵ اور ”قاری“^۶ (دہلی) میں بھی انہیں تفصیلات کو پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں نے ”فقہ اسلام“ میں ۶۶۶ کتب و رسائل اور حواشی کی تفصیلی فہرست پیش کی

^۱ نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحی۔ جلد ششم۔ ص ۳۹

^۲ مکتوب مولانا محمود احمد قادری۔ بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری برہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵

^۳ حیات اعلیٰ حضرت ظفر الدین بہاری، جلد دوم، ص ۱۳

^۴ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر ص ۳۰۶-۳۲۴

^۵ انوار رضا، لاہور، ۱۹۷۷

^۶ قاری، مطبوعہ، ۱۹۹۸ء، دہلی

ہے۔ مفتی محمد اعجاز والی خاں مرحوم (تلمیذ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں) نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ۱۰۰۰ سے زیادہ لکھی ہے:

”صاحب التصانیف العالیہ والتالیفات الباہرۃ التي بلغت اعداها فوق الالف دارالعلوم اشرفیہ (مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ) میں فاضل بریلوی کی تصانیف کی ایک جامع فہرست تیار کی گئی ہے جو ”المجمع الاسلامی“ (مبارک پور) کے زیر اہتمام منظر عام پر آچکی ہے۔ مولانا محمد یسین اختر اعظمی لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی کی تصانیف کی فہرست پوری تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب نے مرتب فرمائی ہے۔“^۳

عبدالمبین نعمانی نے ”المصنفات الرضویہ“ میں ۸۵۰ کتابوں کے نام درج کیے ہیں۔^۴ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد چاہے جتنی بھی ہو لیکن ایک بات تو طے ہے کہ آپ کے چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہیں۔ شیخ الحدیث والتفسیر اور سابق چیف جسٹس عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان علامہ نصر اللہ خاں لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا جیسی عمق شخصیت کے چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں اور ان کے علم و حکمت سے مزین اشعار کے ایک۔ ایک شعر پر بیس۔ بیس ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔“^۵

پروفیسر محمد الدین الوائی بیس سال تک ازہر یونیورسٹی (قاہرہ) میں اپنی دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر اس کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں بھی یہی خدمات انجام دیتے رہے۔ پروفیسر الوائی نے اپنے ایک مقالے میں فاضل بریلوی کی تصانیف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا:

”مولانا احمد رضا کی تصانیف تقریباً پچاس علوم و فنون میں ہیں۔ جس فنون پر آپ کی تصانیف ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پہچانی جاتی ہے) وہ جبر و مقابلہ و علم طبقات الارض ہے۔“

اور آخر میں لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں آنے والی نسلوں کے لیے اپنی تصانیف کے قیمتی ذخائر علمی و فکری سرگرمیوں سے بھرے خزانے

۱ فقہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں، مطبوعہ ۱۹۸۱ء۔ الہ آباد

۲ ضمیمہ المعتقد۔ اعجاز ولی خاں، لاہور، ص ۲۶۶

۳ امام احمد رضا رباب علم و دانش کی نظر میں۔ محمد یسین اختر، مطبوعہ، الہ آباد ۱۳۹۷ھ، حاشیہ، ص ۴۲

۴ المصنفات الرضویہ۔ عبدالمبین

۵ معارف رضا۔ ۲۰۰۵ء، کراچی۔

چھوڑ کر ۱۳۴۰ھ میں دارفانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔^۱

فاضل بریلوی کی بیشتر کتابیں ان کی حیات میں ہی نورِ طبع سے مزین ہو چکی تھیں۔ موصوف کی اکثر و بیشتر کتب کے نام تاریخی ہیں اس لیے راقم الحروف نے کتابوں پر تبصرہ کرتے وقت کتاب کے سامنے تصنیف بھی درج کر دیا ہے۔ فاضل بریلوی کی بیشتر تصانیف عربی اور اردو میں ہیں صرف ۱۷۰ سے زائد کتب و رسائل اور حواشی فارسی میں ہیں:^۲

راقم نے صرف انہیں عربی کتب و رسائل اور حواشی پر تبصرہ کیا ہے جو ہے جو دستیاب ہو سکیں۔ اس میں کہیں کہیں قلمی نسخوں کے بھی نام درج ہیں۔ بہت سے کتب و رسائل ایسے درج ہیں جن پر تبصرہ نہیں کیا گیا ہے صرف نام لکھ دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ وہ قلمی نسخہ موجود نہیں ہے بلکہ وہ قلمی نسخہ موجود ہے لیکن دورانِ ریسرچ مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔

تفسیر

۱۔ الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی۔ ۱۳۰۰ھ

یہ کتاب بریلی سے ۱۳۰۰ھ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مولانا اختر رضا خاں ازہری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ خود مولانا اختر رضا خاں ازہری کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۔ انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئی۔ ۱۳۲۶ھ

یہ کتاب ۱۳۲۶ھ میں تالیف ہوئی اور بریلی میں مطبع اہلسنت سے زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ یہ تصنیف الفیوضات لمحہ الدول۔ المکیہ (حاشیہ الدولۃ المکیہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) میں شامل ہے یہ صرف ایک مرتبہ طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں اس بات کا واضح ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں تمام مسائل کا ذکر موجود ہے۔

سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) کی اطلاع کے مطابق یہ کتاب مع تعلیقات حاسم المفتی علی السیدی البری، رضا فاؤنڈیشن لاہور سے ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/ مئی ۲۰۰۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن

الاتقان فی علوم القرآن، علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی کتاب ہے اور یہ کتاب خود علامہ سیوطی کی تفسیر ”مجمع البحرین و مطلع البدرین“ کا مقدمہ ہے۔ لیکن ابتداءً علامہ سیوطی نے اس مقدمہ کو ”التحیر فی علوم التفسیر“ کے نام سے موسوم کیا

^۱ معارف رضا۔ ۲۰۰۵ء، کراچی

^۲ صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ جنوری، ۱۹۰۷ء۔ ص ۱۷-۸۱

تھا۔ لیکن پھر بعد میں علامہ سیوطی نے اس پر نظر ثانی کی اور تغیر و تبدل کے بعد اس مقدمہ کا نام ”والا تقان فی علوم القرآن“ رکھا۔ اس کا سال تصنیف ۸۷۲ھ ہے۔

اس جلیل القدر تصنیف پر احمد رضا فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا تھا۔ اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب میں محفوظ ہے۔ مولانا شمس بریلوی نے دو ضخیم جلدوں میں اس حاشیہ کا جائزہ لیا ہے اور پروفیسر مجید اللہ قادری نے اس کو مرتب کیا۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان سے شائع ہوا۔

۴۔ حاشیہ معالم التنزیل

معالم التنزیل شیخ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (م ۱۶۶ھ) کی تصنیف ہے۔ اس تصنیف میں شیخ بغوی نے مفسرین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال یکجا کیے ہیں۔ اس کتاب پر فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ اور علامہ بریلوی کے اس حاشیہ کو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں شائع کیا ہے۔

۵۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے تفسیر بیضاوی پر جلیل القدر حاشیہ لکھا۔ یہ حاشیہ مفتی محمد اعظم (صدر جامعہ مظہر اسلام، بریلی) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا عکس مولانا انور علی (مدرس منظر اسلام، بریلی) کے پاس بھی محفوظ ہے۔

۶۔ حاشیہ عنایۃ القاضی

’حاشیہ عنایۃ القاضی‘ ایک اہم حاشیہ ہے۔ ”ماہنامہ قاری“ امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۳۰۶ پر اس حاشیہ کا ذکر موجود ہے۔

۷۔ حاشیہ الدر المنثور

علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی ایک اہم تصنیف الدر المنثور ہے۔ علامہ سیوطی کی اس اہم تصنیف پر محدث بریلوی کا حاشیہ ہے۔ اس کا کوئی بھی مطبوعہ یا قلمی نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن فاضل بریلوی کے اس حاشیہ کا ذکر مولانا بدر الدین نے ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں کیا ہے۔

۸۔ حاشیہ تفسیر خازن

اس حاشیہ کا ذکر ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۶ پر موجود ہے۔ ریسرچ کے دوران مجھے اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔

حدیث

۱۔ حواشی المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشترکہ علی اللسنة للسخاوی
فن حدیث پر المقاصد الحسنۃ امام سخاوی (۹۴۴ھ) کی کتاب ہے جو شائع ہو چکی ہے۔ آپ کا تعلق شافعی

مسک سے تھا۔ آپ تاریخ و سیر اور علم حدیث و فقہ شافعی کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ امام سخاوی کی مشہور و معروف کتاب ”الضوء اللامع“ ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ”المقاصد الحسنہ“ پر فاضل بریلوی نے ۳۵ صفحات پر مشتمل حاشیہ لکھا ہے اور بخط مصنف اس مخطوطہ میں حرف ’الهمزة‘ سے حرف ’الیاء‘ تک حروف تہجی کے اعتبار سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ ”المقاصد الحسنہ“ کی ترتیب بھی الفبائی ہے۔ اسی ترتیب کا لحاظ فاضل بریلوی نے بھی لکھا ہے ”المقاصد الحسنہ“ کے صفحہ ۶ سے حواشی کی ابتدا ہوتی ہے اور ۲۲۲ صفحہ پر یہ حواشی ختم ہوتے ہیں۔ اس طرح فاضل بریلوی نے ”المقاصد الحسنہ“ کے ۳۲ مختلف مقامات پر حواشی لکھے ہیں۔ ان ۳۵ صفحات پر مشتمل حواشی میں فاضل بریلوی نے فن حدیث پر اپنے زبردست تجربی کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کے علاوہ مفید اور معلوماتی اضافے بھی کیے ہیں۔ سب سے خاص بات یہ ہے کہ یہ مخطوطہ بغیر فاتحہ الكتاب کے شروع ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ایک مختصر سا کتابچہ ہے جو اپنی افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے فن حدیث میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حواشی الترغیب و الترهیب۔

”الترغیب و الترهیب“ علم حدیث سے متعلق مشہور کتاب ہے۔ اس میں مختلف احادیث ترغیب و ترہیب سے متعلق یکجا کی گئی ہے۔ ابتداء کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے یہ کتاب اپنے اتاد مولانا عبد الرحمن سراج مکی (۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) کے ذریعہ ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کے مہینے میں پندرہ روپے میں خریدی تھی۔ مولانا بریلوی نے اس کتاب پر ۴۵ صفحات پر مشتمل حواشی لکھا۔ اس کتاب پر پہلا حاشیہ ”ان الشیطان قد یئس“ پر لکھا ہے۔ فاضل بریلوی اس کے بارے میں لکھتے ہیں ”هذا قطعة قد اخرجها مسلم والترمذی بزیادة و لكن فی التحریش بینہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔“

اس کتاب پر آخری حاشیہ ”رواہ البزار باسناد جید“ صفحہ ۲۵ پر ہے۔ مختلف صفحات پر حاشیہ کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ مکمل کتاب کی حواشی ہیں یا چند صفحات کے۔ ایک اہم خصوصیت اس حاشیہ کی یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے مختلف احادیث کے کسی ایک حصہ کو لے کر ہی حاشیہ شروع کیا ہے۔

اسانید حدیث:

- ۱۔ الاجازات الرضویہ لمجمل مکة البہیہ۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
- اس کتاب میں احمد رضا فاضل بریلوی نے علمائے حرین شریفین کے اجازات قلم بند کیے ہیں۔ فاضل بریلوی نے یہ سند خصوصاً حافظ صالح کمال مکی کے لیے تحریر فرمائی ہے۔ اس کے بارے میں مولانا حامد رضا لکھتے ہیں۔
- ”حافظ صالح کمال کی جلالت شان اور عظمت مکان کے پیش نظر ان کے لیے سند اجازت لکھنے کے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے یہاں تک کہ ان کی خاطر سند کا ایک بڑا نسخہ ارشاد فرمایا جس کا تاریخ

نام "الاجازہ الرضویہ لمسجل مکہ البھیہ ۱۳۲۳ھ" تجویز کیا۔

۲۔ الاجازات المتنیہ لعلماء بکہ و المدینہ ۱۳۲۲ھ۔

یہ مجموعہ ۲۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ادارہ تصنیفات رضا، بریلی سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا حامد رضا خاں (فرزند اکبر احمد رضا خاں) نے اس مجموعہ میں فاضل بریلوی کے ان سندات و اجازات کو جمع کر دیا ہے جو علمائے حجاز کو مرحمت فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ علمائے عرب کے ان مکتوبات کو یکجا کیا ہے جو فاضل بریلوی کو ارسال کیے گئے تھے اور دیگر تفضیلات کو بھی اس مجموعہ میں جمع کیا ہے۔ بہر حال اپنے موضوع کے پیش نظر یہ مجموعہ عربی ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اصول حدیث:

۱۔ شرح نخبۃ الفکر۔

اس کا قلمی نسخہ دورانِ ریسرچ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن عبدالمبین نعمانی نے اس کا ذکر "المصنفات الرضویہ" میں صفحہ ۸ پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ، پٹنہ، جلد ۶ شماره نمبر ۸ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

۲۔ حاشیہ فتح المغیث۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۸ پر اس کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

۳۔ الافادات الرضویہ۔

فاضل بریلوی نے اپنی اس شہرہ آفاق تصنیف میں حدیث کے اصول و ضوابط پر روشنی ڈالتے ہوئے اس پر شاندار بحث کی ہے۔ مولانا کی اس تصنیف کا ذکر ظفر الدین بہاری نے اپنی تصنیف صحیح البہاری، جلد دوم کے صفحہ ۱۲۰ پر کیا ہے۔ مطبع شمس الحدی، پٹنہ سے فاضل بریلوی کی یہ تصنیف زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۴۔ مدارج طبقات الحدیث۔ ۱۳۱۳ھ۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی اس شاہکار تصنیف میں کتب حدیث کے مختلف اقسام پر شاندار بحث کی ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ شاہکار مجموعہ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۶ھ" جلد دوم، (مطبوعہ میرٹھ) کے صفحہ ۳۲۵ تا ۵۹۴ پر طبع ہے۔

تخریج احادیث:

۱۔ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲۹۶ھ

اس کتاب میں مصنف نے احادیث کی تخریج میں دلائل و شواہد پیش کیے ہیں۔ اس کتاب کا ذکر مولوی رحمن علی نے "تذکرہ علمائے ہند" میں صفحہ ۱۰۰ پر کیا۔

۲۔ البعث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص
فاضل بریلوی نے اپنی اس جلیل القدر تصنیف میں حدیث خصائص کی تخریج اور طرق پر مدلل بحث کی ہے۔ مولانا کی اس
تصنیف کا ذکر عبدالمبین نعمانی نے "المصنفات الرضویہ" (صفحہ ۸) میں کیا ہے۔

۳۔ حاشیہ نصب الراية التخریج احادیث الهدایہ
اس حاشیہ کا ذکر بھی عبدالمبین نعمانی نے "المصنفات الرضویہ" (صفحہ ۸) میں کیا ہے۔

۴۔ الروض البهیج فی آداب التخریج
اس کا اصل نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہو سکا لیکن یہ ضرور معلوم ہو سکا کہ یہ مایہ ناز تصنیف مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود

ہے۔

مولانا رحمن علی "تذکرہ علمائے ہند" میں صفحہ ۱۰۰ پر اس تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہ لکھی گئی ہو تو پھر مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"

حاشیہ:

۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری
اس کتاب کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا لیکن مولانا بدرالدین نے اپنی کتاب "سوانح اعلیٰ حضرت" میں صفحہ ۳۲۴ پر اس
کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ حاشیہ التعقیات علی الموضوعات۔
یہ کتاب بھی دستیاب نہیں ہو سکی۔ لیکن اس کا ذکر مولانا بدرالدین کی "سوانح اعلیٰ حضرت" میں ملتا ہے۔

۳۔ حاشیہ الخصائص الکبریٰ للیسوطی
"الخصائص الکبریٰ" علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے۔ اس میں معجزات خیر الوریٰ بہت خوش اسلوبی کے
ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور اس پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے جو انتہائی کمال کے ساتھ لکھا گیا۔

۴۔ القول البدیع للامام السخاوی
یہ کتاب بھی مجھے دستیاب نہیں ہو سکی لیکن اس کا ذکر مولانا بدرالدین کی تصنیف "سوانح اعلیٰ حضرت" میں صفحہ ۳۲۴ پر ملتا

ہے۔

۵۔ حواشی شرح الصدور للامام السيوطي

یہ مخطوطہ ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے پانچ مقامات پر فاضل بریلوی نے حواشی لکھے ہیں۔ یہ حواشی اصل کتاب کے صفحہ ۲۱، ۳۹، ۴۰، ۱۱۲ اور ۱۲۹ صفحات کے بعض مقامات پر ہیں۔ پہلا حاشیہ ”اخرج ابو نعیم عن ابو ہریرہ“ پر ہے اور آخری حاشیہ ”هذا یوید ان القلب محل الروح“ پر ہے۔ اس آخری حصہ پر مولانا فرماتے ہیں ”قلت بل هذا یوید قول الامام حجة الاسلام ان القلب هو الروح“۔

۶۔ حاشیہ الموضوعات الكبير۔

”موضوعات الكبير“ ملا علی قاری کی تصنیف ہے۔ ملا علی گیارہویں صدی ہجری کے بلند پایہ عالم اور فقیہ تھے۔ ”الموضوعات الكبير“ پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۴ء ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، کے صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۶ پر موجود ہے۔

۷۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر

یہ حاشیہ ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حاشیہ مولانا منان رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

۸۔ حاشیہ۔ اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة

اس حاشیہ کا ذکر عبد الباقی نعمانی کی فہرست ”المصنفات الرضویة“ میں صفحہ ۳ پر آیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود ہے جس کا عکس مجھے دورانِ ریسرچ دستیاب نہ ہو سکا۔

۹۔ شرح معانی الآثار للطحاوی

یہ کتاب فقہ حنفیہ میں اپنا ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ (حصہ اول) ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۴ء کے صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۸ پر موجود ہے۔

۱۰۔ حاشیہ فیض القدير شرح جامع صغیر

یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ فیض القدير شرح جامع صغیر کے پارہ اول سے لے کر پارہ پنجم تک فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ اپنے معنی و افادیت کی بنا پر ایک اہم ترین حاشیہ ہے۔

۱۱۔ حاشیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری

یہ تصنیف علامہ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی المصری الشافعی (۸۵۲ھ) کی ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ حصہ اول صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۹ پر موجود ہے۔

۱۲۔ حاشیہ عمدۃ القاری شرح البخاری

فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ بدرالدین عینی کی مشہور و معروف کتاب شرح بخاری پر ہے۔ اس حاشیہ کا اصل نسخہ قاضی عبدالرحیم کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اور اس کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ حصہ اول، صفحہ ۱۴۹ تا ۱۶۸ پر ہے۔

۱۳۔ حاشیہ الصحيح البخاری

اس حاشیہ کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی (مرکزی دارالافتاء، محلہ سوداگران، بریلی) کے کتب خانہ میں موجود ہے جو دوران ریسرچ مجھے نہیں ہو سکا۔

۱۴۔ حاشیہ کنز العمال

احمد رضا فاضل بریلوی نے ”کنز العمال“ جیسی جلیل القدر اور بے نظیر کتاب پر حاشیہ لکھا اور یہ حاشیہ ”کنز العمال“ کے نام سے ہی موسوم ہے۔ صحاح ستہ اور مشہور اسانید کو علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے یکجا کر کے اس کا نام ”جمع الجوامع“ رکھا۔ ”کنز العمال“ اسی جمع الجوامع کی یہ ابواب فقہ ایک بے مثال تالیف ہے اور اس کتاب کے مؤلف علامہ محمد متقی علاء الدین علی ابن حسام الدین جو پوری ہندی (۹۷۵ھ) ہیں۔ اس کتاب پر علامہ بریلوی کا حاشیہ پروفیسر مجید اللہ قادری کی بہترین ترتیب اور شمس بریلوی کے جائزہ کے ساتھ ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ جلد اول میں شائع ہوا ہے اس کا عکس اس کتاب کے ۷۰ تا ۱۸۵ پر موجود ہے۔

۱۵۔ نور عینی فی الانتصار للامام العینی

امام عینی شارح بخاری پر اعتراضات کیے گئے تو فاضل بریلوی نے اس کتاب میں ان اعتراضات کا زبردست جواب دیا اور اعتراضات عائد کرنے والوں کی بہت سی نادانیوں اور جہالتوں کا انکشاف بھی کیا۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

۱۶۔ حاشیہ مسند امام اعظم

یہ امام اعظم کی مرویات احادیث ہیں۔ اس پر فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا۔ یہ حاشیہ بھی ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ (حصہ دوم ۱۹۸۶) کے صفحہ ۹۶ تا ۱۰۳ پر موجود ہے۔

۱۷۔ حاشیہ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

اس حاشیہ کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن اس کا ذکر مولانا عبدالدین نے ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کے صفحہ ۳۲۲ پر کیا ہے۔

۱۸۔ حاشیہ نیل الاوطار (جلد اول)

۱۹۔ حاشیہ نیل الاوطار (جلد دوم)

۲۰۔ حاشیہ نیل الاوطار (جلد سوم)
ان تینوں حواشی کا قلمی نسخہ مولانا توفیق رضا خاں فرزند ریحان رضا خاں کے پاس موجود ہے۔ لیکن مجھے ان جلدوں کو دیکھنے کا موقع نہ مل سکا۔

۲۱۔ حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل

۲۲۔ حاشیہ کتاب الحج

۲۳۔ حاشیہ کتاب الآثار

۲۴۔

۲۵۔ حاشیہ الصحيح المسلم

۲۶۔ حاشیہ جامع الترمذی

۲۷۔ حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشہائل

۲۸۔ حاشیہ سنن نسائی

۲۹۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ

۳۰۔ حاشیہ سنن دارمی

۳۱۔ حاشیہ ذیل اللالی

ان حواشی کے بارے میں کوئی بھی معلومات دستیاب نہیں ہو سکی۔ ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کے صفحہ ۳۲۳ اور ۳۲۴ پر اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

جرح و تعدیل

۱۔ حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال

اس حاشیہ کے بارے میں کوئی بھی معلومات حاصل نہ ہو سکی۔

۲۔ حاشیہ العلل المتناہیة

اس حاشیہ کے بارے میں بھی کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکی اور نہ ہی یہ حاشیہ دستیاب ہو سکا بلکہ اتنا ضرور معلوم ہو سکا کہ اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر اسلام، بریلی) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۔ حاشیہ مدخل

یہ رسالہ علامہ عبد اللہ محمد بن عبد اللہ کا ایک مختصر مگر شاہکار رسالہ ہے۔ علامہ عبد اللہ نے حدیث صحیح کو اس رسالہ کا موضوع بنایا

اور اس کی اقسام بھی درج کی ہیں اور ساتھ ہی جرح و تعدیل پر مفصل بحث بھی کی ہے اور دس طبقات جرح و تعدیل کے تحریر فرمائے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت وسیع اور نادر ہے۔ اس نادر رسالہ پر احمد رضا فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ علامہ عبداللہ کا یہ رسالہ مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔

اسماء الرجال

۱۔ حاشیہ الاصابة في معرفة الصحابة

یہ گرانقدر کتاب حافظ احمد بن علی عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) کی تالیف کردہ ہے۔ اس کتاب پر فاضل بریلوی نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ علامہ کا یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں کراچی سے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں مہتمم مدرسہ نوریہ رضویہ کے پاس موجود ہے۔

۲۔ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات

یہ حاشیہ دوران ریسرچ دستیاب نہیں ہو سکا لیکن اس حاشیہ کا نام مولانا بدرالدین احمد کی کتاب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں صفحہ ۳۲۴ پر درج ہے۔

۳۔ حاشیہ تقریب التهذیب

۴۔ حاشیہ التهذیب

۵۔ حاشیہ خلاصہ تهذیب الکیمال

۶۔ حاشیہ میزان الاعتدال

۷۔ حاشیہ تذکرۃ الحفاظ

۸۔ حاشیہ مجمع بحار الانوار للطاهر الفتنی

فقہ

۱۔ حاشیہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق ومنحة الخالق علی البحر

”بحر الرائق“ علامہ زین العابدین ابراہیم بن نجیم مصری کی تالیف ہے۔ احمد رضا بریلوی نے اس کتاب پر اپنا جلیل القدر حاشیہ لکھا ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ اس کتاب کے محاسن و معائب اور مصنف کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ”بحر الرائق“ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”کنز الدقائق“ کی ایک جامع شرح ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ حاشیہ الهدایہ

یہ شاہکار تصنیف علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن خلیل ابی بکر فرغانی مرعینانی (۵۹۳ھ) کی ہے۔ اس مشہور و معروف تصنیف نے حلقہ آرباب علم و فن میں اتنی مقبولیت حاصل کی کہ بالاتفاق رائے علماء نے اس شاہکار تصنیف کو جملہ کتب پر فوقیت دے دی۔ اس کتاب کے مختلف صفحات پر احمد رضا بریلوی نے حواشی لکھے ہیں جو علم فقہ کے طلباء کے لیے دعوت تدریس دیتے

ہیں۔ یہ اہم حاشیہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ اس کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ جلد دوم، ص ۱۰۸ تا ص ۱۳۰ پر موجود ہے۔

۳۔ حاشیہ الفتاویٰ البزازیہ

یہ گرانقدر تصنیف محمد بن شہاب الدین بن یوسف الکروری کی ہے۔ یہ مسلک حنفی کی بڑی مستند کتاب ہے جو ۸۰۶ھ میں مکمل ہوئی۔ ”الفتاویٰ البزازیہ“ پر فاضل بریلوی کا شاہکار حاشیہ ہے۔ علامہ بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۹۸۶ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

۴۔ حواشی الفتاویٰ الخانیہ

کئی جلدوں پر مشتمل ”فتاویٰ الخانیہ“ قاضی خان کی مطبوعہ تصنیف ہے۔ اس تصنیف پر فاضل بریلوی نے مختصر مگر جامع حواشی لکھے ہیں۔ یہ حواشی خود فاضل بریلوی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ۷۷ صفحات پر مشتمل ہیں۔ مولانا بریلوی نے یہ حواشی ”الفتاویٰ الخانیہ“ کے مختلف صفحات پر لکھے ہیں۔ صفحہ ۵ سے صفحہ ۲۹۶ تک کے مختلف مقامات پر حواشی موجود ہیں۔ فاضل بریلوی نے جہاں ضرورت سمجھی اسی صفحہ پر حاشیہ لکھا کہ ہر صفحہ پر غالباً فتاویٰ قاضی خان پر مولانا بریلوی کا یہ پہلا حاشیہ ہے۔ اس سے پہلے کسی دوسرے عالم نے اس کتاب پر حواشی نہیں لکھے تھے۔ فاضل بریلوی کے ان حواشی کو جو مخطوطہ کی شکل میں موجود ہیں، مجھے بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ فتاویٰ کی ابتداء میں خطبہ کتاب کی جگہ فتاویٰ قاضی خان کی عبارت ”خرج الماء“ کی تشریح ہے، فتاویٰ قاضی خان کی مختصر عبادت نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح کی گئی ہے۔ فاضل بریلوی کے یہ حواشی فقہ حنفی میں اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس حواشی میں بعض جگہ باریک فہمی نکتہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

۵۔ حاشیہ الہدایہ جلد اول

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”الہدایہ“ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن غلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (۵۹۳ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ مشہور و معروف کتاب ہندوستان کے مدارس میں درس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اس مشہور و معروف تصنیف کی فاضل بریلوی نے شرح لکھی ہے۔ اس شرح کے صرف ۲۰۰ صفحات بخط مصنف دستیاب ہوئے ہیں جو بوسیدہ حالت میں موجود ہیں۔ اس کا بیشتر حصہ کرم خوردہ ہے اور اس کی ترتیب بھی صحیح نہیں ہے۔ ابتدائی دو صفحات جس میں پہلا صفحہ کتاب کا سرورق معلوم ہوتا ہے۔ اس صفحہ پر بہت سی تحریریں جس میں بعض تحریریں فارسی کی بھی ہیں۔ دوسرے صفحہ کا بھی بیشتر حصہ کرم خوردہ ہے جس کی وجہ سے اس پر لکھی ہوئی تحریریں پڑھی نہیں جاسکیں صرف چند کلمات غیر مربوط پڑھے جاسکے۔ پہلی سطر میں ”وبہ نستعین رب یسر وتمم بالخیر“ ”الحمد“ پڑھا جاسکا۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے اس صفحہ کی باقی سطر میں تو نہیں پڑھی جاسکیں لیکن آخر سطر میں ”اتی سباطة قوم“ والی حدیث ایک سطر میں لکھی گئی ہے۔ تیسرے صفحہ سے آخری پانچ صفحہ تک مختلف حواشی موجود ہیں۔ اس کتاب کی افادیت کو

دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر یہ کتاب کرم خوردہ نہ ہوتی تو فاضل بریلوی کی ایک جلیل القدر تصنیف ہوتی۔

۶۔ حاشیہ الطحاوی علی الدرالمختار

یہ شاہکار تصنیف علامہ سید احمد بن اسماعیل دو قاطی طحاوی (۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء) کی ہے۔ اس شہرہ آفاق تصنیف پر فاضل بریلوی نے اپنا عدیم المثال حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۲۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مطبع حیات اسلام پریس، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ سے فاضل بریلوی کے علم و دانش، فن و تدبیر، وسعت نظر اور فقہی بصیرت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ علامہ طحاوی کی اس کتاب میں بعض مقامات ایسے تھے جہاں تحقیق و تدقیق کی ضرورت تھی، فاضل بریلوی نے اس پر اپنا میل رواں قلم اٹھا کر اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ ان تشنہ تحقیق مقامات کی طرف اصحاب علم و دانش کی توجہ مرکوز کرائی۔ درج ذیل کے اقتباس سے فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

سید احمد طحاوی نے بسم اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لفظ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو یہ اسم سے مشتق ہے یا وسم سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرا قول کو فیوں کا ہے۔

احمد رضا فاضل بریلوی اس پر اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل کوفہ کے نزدیک اسم کا وسم سے مشتق ہونا باب "القلب" سے ہے جیسے "در" اصل میں "ادور" تھا وادو کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور "انیق" دراصل "انیق" تھا۔ ایک جگہ امام طحاوی بسم اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے مثلاً کارحرام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات تو قائل کافر ہو جاتا ہے، اس پر خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ "اگر شراب پیتے، حرام کھاتے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جاؤگا، کیونکہ یہ قطعاً حرام کو حلال سمجھنا ہے، اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ کی رضا اور اذن ہو، (۳)

فاضل بریلوی نے علامہ طحاوی کے اس مسئلہ سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اسے خلاف معتد قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالے سے دلیل پیش کی اور یہ بھی بتایا کہ اس مسئلہ کو فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے ذباح کی بحث میں لکھا ہے۔ فتاویٰ شامی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وفیه نظر لان المعتد خلافہ بدلیل قولہم بصحة اضحیة بشاة الغضب واختلافہم بشاة الودیعة ولہذا قال السائحانی اقول ہذا اینافی ماتقدم فی الغضب وفی الاضحیة فلا یعول علیہ۔"

۷۔ الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التحیة ۱۳۳ھ/۱۹۱۸ء

یہ رسالہ ایک اہم سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس میں سجدہ تعظیمی کو حرام اور غیر اللہ کے لیے سجدہ عبادت کو کفر و شرک قرار دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳ھ/۱۹۱۸ء میں مکمل ہو کر حسنی پریس، بریلی سے شائع ہوا۔ اس اہم رسالہ کے بارے میں

”نزہۃ الخواطر“ کے مصنف عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں ”وہی رسالہ جامعۃ تدل علی غرارة وقوة استدلالہ“ (نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم)

۸۔ المقالة المسفرة عن احكام البدعة المكفرة ۱۳۰۱ھ

یہ رسالہ حتی المقدور کوشش کے باوجود مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس رسالہ میں بدعت و کفر کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے بدعت مکفرہ کے مرتکب کو مرتد قرار دیا۔

۹۔ الجواهر الثمیں فیما تنعقد بہ الیمن ۱۲۹۹ھ

اس رسالہ میں مولانا بریلوی نے شرعی قسم پر بحث کی ہے اور اس بات کی وضاحت کی کہ کس کس چیز کی قسم شرعی قسم ہے۔

۱۰۔ الرمز الراسف علی سوال مولانا آصف ۱۳۳۹ھ

یہ رسالہ سوال و جواب پر مبنی ہے۔ اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے مولانا آصف کے متعدد سوالات کے مفصل جواب دیے ہیں۔ یہ رسالہ رفاہ عام پریس، بریلی کے زیر اہتمام طبع ہو چکا ہے۔

۱۱۔ احسن الجلوۃ فی تحقیق المیل والزراع و الفرسخ والغلوۃ ۱۳۰۰ھ

یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں علامہ بریلوی نے میل، زراع، فرسخ پر مدلل بحث کی ہے۔

۱۲۔ الصافیہ البوحیہ لحکم جلد الاضحیہ ۱۳۰۷ھ

یہ اہم رسالہ فاضل بریلوی کے شاہکار فتاویٰ ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ میں شامل ہے۔ اس رسالہ میں علامہ بریلوی نے چرم قربانی کے مصارف پر تحقیق بحث کی ہے۔ متعدد مرتبہ شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔

۱۳۔ الحلاوة و التلاوة فی موجب سجود التلاوت ۱۳۰۶ھ

اس رسالہ میں سجدہ تلاوت پر بحث کی گئی ہے اس رسالہ میں اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ کتنا پڑھنے سے اور کب سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے۔

۱۴۔ الطراز المذہب فی التزوید بغیر الكفو و مخالف المذہب ۱۲۹۹ھ

احمد رضا فاضل بریلوی نے اس اہم رسالہ میں دوسرے مذاہب اور غیر کفو سے نکاح کرنے کے بارے میں مدلل احکام شرع بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہو کر سمنانی پریس، میرٹھ سے طبع ہو چکا ہے۔

۱۵۔ المنح الملیحة فیما نہی عن اجزاء الذبیحة ۱۳۰۷ھ

اس جلیل القدر رسالہ میں ذبیحہ کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے قرآن و حدیث اور ائمہ مجتہدین کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ ذبیحہ سے بائیس چیزیں کھانا منع ہے۔ مولانا بریلوی نے اس رسالہ کا ذکر ”جد الممتار علی رد المحتار“ میں بھی کیا ہے۔

۱۶۔ حاشیہ تبیین الحقائق۔

اس عدیم النظیر کتاب پر فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ یہ جلیل القدر کتاب علامہ عثمان بن علی بن محسن زیلیعی (م ۷۷۳ھ) کی تصنیف ہے۔ علامہ بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۴ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

۱۷۔ جمال الاجمال لتوقیت حکم الصلوٰۃ فی النعال ۱۳۰۳ھ۔

یہ کتاب مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس اہم کتاب میں مولانا بریلوی نے جو تا پہن کر مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے کے مسئلہ پر اپنی مدلل تحقیقی بحث پیش کی ہے۔

۱۸۔ حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ ۱۲۹۹ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کا ذکر دیگر کتابوں میں ضرور ملتا ہے۔ اس کتاب میں احمد رضا بریلوی نے جماعت اولیٰ اور مسجد کے وجوب پر محققانہ اور عالمانہ بحث کی ہے۔

۱۹۔ رفیع المدارک فی السوائب وما طرح المالک ۱۳۱۰ھ۔

احمد رضا بریلوی نے اس اہم رسالہ میں اس عمل کی سخت تردید کی ہے جو منت مانگنے کے لیے گہنا میں گھنا ڈالتے ہیں۔ اس رسالہ میں گہنا ڈالنے اور اسی کے مثل دوسری چیزوں سے بھی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ رسالہ مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۰۔ رامی زاغیاں معروف بہ دفع زلیغ زاغ ۱۳۲۰ھ۔

اس اہم رسالہ میں مولانا نے کوئے سے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں اور اس مسئلہ سے متعلق بہت سے علماء کے عقائد کی تردید بھی کی ہے۔ یہ رسالہ فاضل بریلوی کے تمام رسائل میں اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ حسنی پریس، بریلی سے طبع ہوا اور اس کے بعد برقی پریس، بریلی سے بھی شائع ہوا ہے۔

۲۱۔ حاشیہ غنیۃ المستملی۔

علامہ سدید الدین کاشغری کی مایہ ناز تصنیف منیۃ المصلیٰ ہے۔ اگرچہ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے لیکن اس میں بلند پایہ مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے جس کو احناف میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ اس مشہور و معروف کتاب پر بہت سی شرحیں لکھی گئیں جن میں کبیری اور صغیری کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور شرح ”غنیۃ المستملی“ ہے جو علامہ ابراہیم بن محمد حلبی کی تصنیف ہے۔ اہل علم و دانش میں اس شرح کو بہت پسند کیا گیا۔ علامہ حلبی نے قسطنطنیہ ہی میں ”منیۃ المصلیٰ“ کی شہرت سے متاثر ہو کر یکے بعد دیگرے دو شرحیں لکھیں ایک بنام کبیری یعنی ”غنیۃ المستملی“ پھر اس کو مختصر کر کے اس کا نام ”صغیری“ رکھا۔ لیکن شرح کبیری یعنی ”غنیۃ المستملی“ زیادہ مشہور ہوئی۔ احمد رضا فاضل بریلوی نے اسی مشہور شرح ”غنیۃ المستملی“ پر حاشیہ لکھا۔ مولانا

بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۲ء میں محمد علی پریس ناظم آباد کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

۲۲۔ الفوائد المتعلقة بكتب الفقه۔

فاضل بریلوی کی یہ کتاب ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستونی کے پاس موجود ہے جو مجھے

دستیاب نہ ہو سکا۔ فاضل بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں فقہ کی ۲۶ کتب کے فوائد بتائے ہیں۔

۲۳۔ منزع المرام في التداوی بالحرام ۱۳۰۳ھ۔

احمد رضا بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں حرام اشیاء سے علاج کرنے کے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں۔

۲۴۔ لبعة الشبعة في اشراط البصر للعبة ۱۳۰۰ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے جمعہ سے متعلق مسائل بیان کیے ہیں۔ اس میں جمعہ

شہر میں قائم کرنے کے بارے میں انتہائی مدلل ثبوت پیش کیا ہے۔

۲۵۔ صیقل الرین فی احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ

احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں مجاور حرمین شریفین پر مدلل بحث کی ہے۔

۲۶۔ نقد البیان لحرمته ابنته فی اللبان ۱۳۱۲ھ۔

فاضل بریلوی کے حاشیہ ”جد البیتار، باب الرضاع“ میں اس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۲۷۔ راد القحط والوباء بدعوة الجیران و مواساة الفقراء ۱۳۱۲ھ۔

علامہ بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں یہ بیان کیا ہے کہ غراباء اور فقراء کی مدد کرنے سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

۲۸۔ حاشیہ معین الحکام:

یہ رسالہ معین الحکام علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ غزنی بن خطیب بن محمد خطیب بن خلیل بن تمر تاشی کا ہے۔ آپ دسویں

اور گیارہویں صدی ہجری کے بے مثل فقیہ اور امام کبیر تھے۔ آپ کثیر التصانیف تھے۔ علامہ کی ایک عجیب و غریب کتاب

”منظومۃ فقہ“ ہے جس کا دوسرا نام ”تحفۃ الاقران“ ہے اس کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شمس الدین کو نظم پر بھی دسترس

حاصل تھی۔ فقہ حنفیہ سے متعلق آپ کے متعدد رسائل ہیں۔ علامہ شمس الدین کی تصنیف ”معین الحکام“ پر علامہ بریلوی کا اگر انقدر

حاشیہ ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء جلد دوم میں شامل ہے۔ اور مطبع محمد علی پریس

ناظم آباد کراچی سے شائع ہے چکا ہے۔

۳۰۔ حاشیہ المسایرہ

۲۹۔ حاشیہ المسامرة

مندرجہ بالا رسائل علامہ قوام الدین قاسم بن خلیل رومی کے ہیں۔ علامہ کا شمار نویں صدی ہجری کے مشہور علمائے احناف

میں ہوتا ہے۔ فقہ حنفیہ کی بیشتر مشہور و معروف کتب پر آپ کی تعلیقات ہیں۔ علامہ قوام الدین قاسم کو علوم عقلیہ سے انتہائی شغف

ہے۔ یہ رسالہ رضا اکیڈمی، ممبئی سے ۳۰ مئی ۲۰۰۰ء میں عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع چکا ہے۔ مقدمہ اور اردو ترجمہ مفتی عبدالمنان کے قلم سے ہے۔

۳۴۔ حاشیہ شرح معانی الآثار

”معانی الآثار“ علامہ ابو جعفر احمد بن سلامہ (بن سلمہ) ابن عبد الممالک الازدی المصری الحنفی کی گراں قدر تصنیف ہے۔ آپ کا شمار تیسری صدی کے مشاہیر فقہائے احناف میں ہوتا ہے۔ علامہ ابو جعفر کی اسی گراں مایہ کتاب کی شرح نویں صدی ہجری کے فقیہ علامہ بدر الدین عینی نے تحریر فرمائی۔ علامہ عینی نے بہت سی کتابیں اور شرحیں لکھی ہیں۔ ۲۰ سے زائد کتابیں اور شرحیں آپ سے منسوب ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف میں عمدۃ القلیدی شرح بخاری المعروف بہ ”عینی“ شرح ہدایہ، شرح معانی الآثار، شرح در البحار، تاریخ کبیر اور طبقات الحنفیہ ہے۔ آپ کو ”قاضی القضاة“ کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔ علامہ بدر الدین عینی کی عدیم المثال ”شرح معانی الآثار“ پر احمد فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ علامہ بریلوی کا یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ ۱۳۳ تا ۱۴۷ صفحہ پر موجود ہے۔

۳۵۔ حاشیہ درر الحکام شرح غرر الاحکام۔

”درر الحکام“ محمد بن فراموز الشہیر بہ مولیٰ خسرو (۸۸۵ھ) کی جلیل القدر تصنیف ہے۔ اپنی اس کتاب کی شرح خود مصنف نے ”غرر الاحکام“ کے نام سے لکھی ہے۔ ”غرر الاحکام“ علم فقہ کی ایک بلند پایہ کتاب ہے جو فقہ حنفیہ میں مشہور اور مستند ہے۔ علامہ مولیٰ خسرو کو علوم معقول اور منقول میں غیر معمولی تبحر حاصل تھا۔ آپ کا شمار نویں صدی ہجری کے مشاہیر فقہائے حنفیہ میں ہوتا ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی نے علامہ مولیٰ خسرو کی معرکہ الآرا تصنیف ”غرر الاحکام“ پر شاہکار حاشیہ لکھا ہے۔ فاضل بریلوی کے اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ جلد اول کے صفحہ ۸۱ تا ۸۴ پر موجود ہے۔ اور یہ حاشیہ ۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۶۔ حواشی الفتاویٰ زینیہ

”فتاویٰ زینیہ“ کے مصنف شیخ ابوطالب حسین بن محمد بن علی بن حسن زینی المقلب بہ نور الہدیٰ ہیں۔ آپ فقہ حنفی کے مفتی اور عالم متبحر تھے۔ آپ نے پچاس سال تک مشہد ابی حنیفہ میں درس دیا۔ ۹۲ سال کی عمر میں صفر ۱۲۵۲ھ میں بغداد میں وفات پائی اور امام ابو حنیفہ کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ ”فتاویٰ زینیہ“ ہے جس کا شمار قدیم ترین کتب فتاویٰ میں ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا فقہ حنفیہ کی کتب فتاویٰ میں اس کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی کا حاشیہ اسی مشہور و معروف کتاب ”فتاویٰ زینیہ“ پر ہے۔ جو ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۴ء میں مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۷۔ حاشیہ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔

فقہ حنفی کی مشہور و معروف شاہکار تصنیف ”بدائع صنائع“ علامہ فقیہ ابو بکر بن مسعود بن احمد کاشانی (م ۵۸۷ھ) کی تصنیف

ہے۔ آپ علامہ علاؤ الدین محمد سمرقندی کے تلامذہ میں سے تھے۔ علامہ ابو بکر کاشانی نے اپنے استاد علامہ سمرقندی کی معسرکتہ الآرا تصنیف ”تحفۃ الفقہاء“ کی عدیم المثال شرح بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع“ کے نام سے لکھی۔ علامہ ابو بکر نے ”تحفۃ الفقہاء“ کی شرح ”بدائع الصنائع“ کو اپنے استاد محترم علامہ علاؤ الدین محمد سمرقندی کی خدمت میں پیش کیا تو آپ اس شرح سے بے حد متاثر ہوئے اور اپنی فاضلہ بیٹی ”فاطمہ“ کا عقد علامہ ابو بکر کے ساتھ کر دیا۔ آپ کی بیٹی ”فاطمہ“ کا علمی مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ فتویٰ پر والد محترم کے دستخط کے ساتھ بیٹی ”فاطمہ“ کے بھی دستخط ہوتے تھے۔

”بدائع الصنائع“ کے ذریعہ علامہ ابو بکر نے ”تحفۃ الفقہاء“ کے بہت سے مشکل مقامات کو عام فہم بنایا۔ احمد رضا خاں بریلوی کا حاشیہ اسی شرح ”تحفۃ الفقہاء“ پر ہے۔ احمد رضا خاں بریلوی کا یہ حاشیہ ”ادارۃ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ جلد اول میں صفحہ ۲۰۷ تا ۲۱۶ پر موجود ہے۔

۳۸۔ جمل مجلیۃ ان المکر وہ تنزیہا لیس بمعصیۃ ۳۰۲ھ۔

فاضل بریلوی نے اپنی تصنیف میں مکر وہ تزیہی پر شاندار مدلل بحث کی ہے۔ اس رسالہ کا ذکر خود علامہ بریلوی نے شاہکار فتاویٰ ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ جلد دوم کے صفحہ ۱۵۵ پر ہے۔

۳۹۔ حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار جلد اول۔

محمد بن عبد اللہ احمد خطیب بن محمد خطیب ابن ابراہیم خطیب (۹۳۹ھ / ۱۵۳۲ء) کی تصنیف ”تویر الابصار“ کی شرح ہے ”رد المحتار“ پر علامہ سید محمد امین عمر عابدین شامی نے ”رد المحتار“ کے نام سے حاشیہ لکھا جو شامی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی ”رد المحتار“ پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ”جد الممتار علی رد المحتار“ کے نام سے موسوم ہے اور حاشیہ شامی کے نام سے معروف ہے۔ علامہ بریلوی کے جلیل القدر حاشیہ کو دیکھ کر آپ کے علمی و فقہی بصیرت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حاشیہ شامی میں بہت سے مسائل تشبیہ تحقیق تھے جنہیں علامہ بریلوی نے اپنی بے پناہ فقہی صلاحیتوں کی بنا پر حل کر دیا جو اہل علم کے لیے مشعل راہ ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ مجمع الاسلامی محمد آباد، اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۸۔ حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلد دوم

۳۹۔ حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلد سوم

۴۰۔ حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلد چہارم

۴۱۔ حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار، جلد پنجم

۴۲۔ عبقری حسان فی اجابۃ الاذان ۱۲۹۹ھ۔

احمد رضا خاں بریلوی کا یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ مولانا عبدالحی نے اپنی کتاب ”الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند“

کے صفحہ ۱۱۷ پر اس رسالہ کا ذکر کیا ہے۔

فوائد المختار، جلد دوم
فوائد المختار، جلد چہارم

فوائد المختار، جلد اول
فوائد المختار، جلد سوم
فوائد المختار، جلد پنجم

احمد رضا خاں بریلوی نے فقہ کی متعدد کتب کے فوائد مقتیانِ عظام کی آسانی کے لیے تحریر فرمائی ہیں۔ فاضل بریلوی کا یہ سرمایہ علمی دنیا میں اپنا ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ پانچوں جلدیں مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور اس کا عکس مدرسہ منظر الاسلام (بریلی) کے مدرسہ مولانا نور علی کے پاس موجود ہے۔

کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۶ء۔

اس اہم رسالہ میں احمد رضا بریلوی نے کرنسی نوٹ سے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ مکہ مکرمہ میں تصنیف فرمایا گیا ہے۔ یہ اہم رسالہ علامہ بریلوی کی ڈیڑھ دن کی محنت کا ثمرہ ہے۔ علامہ بریلوی نے قیام مکہ کے دوران جب علماء کی فرمائش پر ساڑھے آٹھ گھنٹوں میں "الدولة البکیہ بالمادة الغیبیہ" تحریر فرمایا۔ اس رسالہ کے تحریر کرنے کے بعد مولانا بریلوی علمائے حرین میں کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے۔ علمائے حجاز نے آپ کے علم و فضل کا نہ صرف بخوبی اعتراف کیا بلکہ بعض مشکل اور ادق مسائل کے لیے علامہ بریلوی سے رجوع بھی کیا۔ یہاں تک کہ کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت پر ۱۲ سوالات علمائے حرین نے احمد رضا بریلوی سے کیے۔ علامہ بریلوی اس رسالہ کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھتے ہیں "مکہ مکرمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبد اللہ احمد میرداد، امام مسجد الحرام، اور ان کے استاد مولانا حامد احمد نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل و خاب عزوجل ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ "کفل الفقیہ" وہیں لکھ دیا۔"

کرنسی نوٹ سے متعلق سوالات علامہ بریلوی سے قبل مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر حنفی مرحوم سے کیا گیا لیکن انہوں نے اپنی معذوری کا اظہار کیا۔ لیکن جب یہی سوالات علامہ بریلوی سے کیے گئے تو انہوں نے ان سوالات کے جوابات انتہائی تشفی بخش دیے۔ مفتی حنفیہ شیخ عبد اللہ صدیق نے فاضل بریلوی کے ان جوابات کو ملاحظہ کیا تو انہوں نے صمیم قلب سے احمد رضا خاں بریلوی کی محققانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔ علمائے حرین جیسے شیخ الائمہ مولانا احمد ابوالخیر میرداد، قاضی مکہ شیخ عبد اللہ صدیق وغیرہ نے علامہ بریلوی کے اس مقالے کی نقول حاصل کیں۔

مولوی عبد الحئی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "نزهة الخواطر" جلد ہشتم کے صفحہ ۴۱ پر "کفل الفقیہ" کی اہمیت و افادیت اور مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھنے ہیں۔

عربی ترجمہ: "فقہ حنفی اور اس کی جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی جس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ اور "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم" شاہد ہے۔"

فاضل بریلوی کے اس رسالہ پر لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے ایک پرمغز مقالہ لکھا جو کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانا بریلوی کی یہ مایہ ناز تصنیف ۲۳ رجب ۱۳۰۹ھ ۱۹۸۹ء میں لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۴۔ کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدر اہم ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء۔

قیام مکہ کے دوران علامہ بریلوی نے نوٹ سے متعلق سوالات پر مشتمل ایک تحقیقی رسالہ ”کفل الفقہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم ۱۳۲۴ھ“ تحریر فرمایا جس کو علمائے حجاز میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فاضل بریلوی نے ہندوستان واپسی کے بعد اس اصل رسالہ میں ایک ضمیمہ کا اضافہ کر کے اس کا نام ”کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدر اہم (۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء)“ رکھا۔

۴۵۔ ہادی الاضحیہ بالشاہ الہندیہ۔ ۱۳۱۴ھ

۵۱۔ نور الجوہر تہة السہرة والسوکر ۱۳۲۰ھ

۵۲۔ حاشیہ مجمع الانہر

۵۳۔ حاشیہ مراقی الفلاح

۵۴۔ فتاویٰ سراجیہ

۵۵۔ فتح الملک کتاب الانوار

۵۶۔ فتح الملک فی حکم التملیک ۱۳۰۸ھ

۵۷۔ فتح الملک کشف الغبہ

۵۸۔ فتح الملک کتاب الخراج

۵۹۔ حاشیہ فتح القدیر لابن الہمام

۶۰۔ حاشیہ فوائد کتب عدیدہ

۶۱۔ حاشیہ فتاویٰ انقرویہ

۶۲۔ حاشیہ فتاویٰ عالمگیری

اس کا قلمی نسخہ فاضل بریلوی (نومحلہ مسجد، بریلی) کے پاس موجود ہے جو دستیاب نہ ہو سکی۔

۶۳۔ حاشیہ فتاویٰ خیریہ

۶۴۔ حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ

۶۵۔ حاشیہ فتاویٰ زربینیہ

۶۶۔ حاشیہ فتح البعین

- ٦٤- حاشية طلبة الطلبة
- ٦٨- حاشية عنايه على (شرح الهدايه)
- ٦٩- حاشية شفاء الصغار
- ٤٠- حاشية شرح مسلك متقسط
- ٤١- شوارق النساء في حد المصرو الفناء ٥١٣٠٠
- ٤٢- حاشية خادمي
- ٤٣- حاشية حليه المبجلي
- ٤٢- حاشية حسن عجمي
- ٤٥- جد المبتار تكبله رد المبتار
- ٤٦- حاشية جامع الفصولين
- ٤٤- حاشية جامع الرموز
- ٤٨- حاشية جاميه الضار
- ٤٩- جواهر اخلاطي
- ٨٠- افاضات افاضات
- ٨١- الفقه اتسجيلي في عجين النار جيلي ١٣١٨
- ٨٢- الطرة في تستر العورة تستي العوي ١٣٠٤
- ٨٣- الكاس الدهاق باضافة الطلاق ١٣١٣
- ٨٢- ازين كافل حكم القعدة في المكتوبه و النوافل ١٣٠٥
- ٨٥- ابجل ابداع في حد الرضاع ١٣١٨
- ٨٦- حاشية الجوهرة النيرة
- ٨٤- حاشية العقود الدرية في تنقيح فتاوى الحامدية
- ٨٨- حاشية الاسعاف في احكام الاوقاف
- ٨٩- حاشية اتحاف الابصار
- ٩٠- حاشية الاعلام بقواطع الاسلام
- ٩١- حاشية الاصلاح شرح الايضاح

۹۲۔ حاشیہ منحة الجلیل

۹۳۔ حواشی حلیہ شرح منیہ المصلیٰ۔ ”منیۃ المصلیٰ“ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ لیکن ان شرحوں میں ”حلیۃ المحلی“ کو ارباب علم و فن میں جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے مؤلف ”منیۃ المصلیٰ“ کے شارح علامہ محمد المعروف بہ امیر الحاج علی متوفی ۸۷۶ھ ہیں۔ اسی شرح کے بیشتر صفحات پر فاضل بریلوی نے اپنے مختصر حواشی تحریر فرمائے۔ یہ ”ادارۃ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ کے جلد اول کے صفحہ ۵۶ تا ۷۹ پر موجود ہے۔

اصول فقہ

۱۔ حاشیہ مسلم البثوث

فاضل بریلوی کے اس حاشیہ کا ذکر ”تحفہ حنفیہ“ جلد ششم، شمارہ ہشتم میں موجود ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ شاہکار حاشیہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ میں شامل نصاب ہے۔ یہ جلیل القدر حاشیہ مطبع اہل سنت، بریلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ حاشیہ شرح الاشباہ والنظائر۔

”بحر الرائق“ کے مصنف علامہ زین الدین بن نجیم مصری کی آخری تصنیف ”الاشباہ والنظائر“ ہے جو ۹۶۹ھ میں تالیف کی گئی۔ ”الاشباہ والنظائر“ فقہ حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کتاب کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ ”الاشباہ والنظائر“ پر جتنے بھی حواشی لکھے گئے ان میں سب سے بہترین حاشیہ علامہ سید احمد حموی کا حاشیہ ہے۔ علامہ حموی مصری ایک نامور مدرس اور فقیہ تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں حاشیہ ”الاشباہ والنظائر“ اور ”شرح کنز الدقائق“ بہت مشہور ہیں۔ احمد رضا فاضل بریلوی نے اسی ”حاشیہ حموی“ پر اپنا حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ حاشیہ کراچی پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری“ صفحہ ۱۸۴ تا ۶۴۶ پر موجود ہے۔

۳۔ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف

احمد رضا بریلوی کی اس کتاب کا ذکر انہیں کے شاہکار فتاویٰ ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ کی جلد پنجم صفحہ ۷۱ (مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور) پر ملتا ہے۔ اس کتاب میں علامہ بریلوی نے ان احکام کو قلمبند کیا ہے جن کا دار ومدار عرف ہے۔

۴۔ حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن اتنا ضرور معلوم ہو سکا کہ قاضی عبدالرحیم بستوی، مرکزی دارالعلوم کے ذاتی کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۵۔ التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل ۱۳۰۲ھ۔

رسم المفتی

۱۔ حاشیہ رسائل شاہی ۲۔ فصل القضاء فی رسم الافتاء۔

اس اہم رسالہ کا ذکر علامہ بریلوی کے فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد چہارم صفحہ ۷۵ پر ملتا ہے۔ اس رسالہ میں احمد رضا بریلوی نے "رسم المفتی" پر محققانہ بحث کی ہے۔

۳۔ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام ۱۳۲۲ھ۔

یہ اہم رسالہ ۱۳۲۲ھ میں مکمل ہوا۔ اس رسالہ میں احمد رضا خاں بریلوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ فتوے صرف امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد اول کے صفحہ ۳۸۱ پر بھی موجود ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ اشیق استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

تجوید

۱۔ حاشیہ المنح الفکریہ۔ ۲۔ یسر الزاد لمن ام الضاحیہ ۱۳۱۰ھ۔

عقائد و کلام

۱۔ الکلم العلیہ لمفتی الشافعیہ ۱۳۲۲ھ۔

یہ کتاب رضوی کتب خانہ بریلی سے طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں مولانا بریلوی نے "حام الحرمین" پر عمائے شافعیہ کی تصدیقات کو یکجا کیا ہے۔

۲۔ المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ۔

"المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) مولانا فضل رسول بدایونی کی گر انقدر تصنیف ہے۔ اسی تصنیف پر علامہ بریلوی نے تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ" رکھا۔ ان تعلیقات میں علامہ بریلوی نے اپنے بعض معاصرین کی قابل اعتراضات و نگارشات کا تعاقب کیا۔ اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ اسی زمانے میں تصدیقات کے لیے ان تعلیقات کا خلاصہ علمائے حجاز کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ۷۳ علمائے حرمین شریفین نے مولانا بریلوی کے اس تعلیقات پر تقاریظ و تصدیقات ثبت کیں۔ السید احمد بن السید اسماعیل الحسنی البرزنجی، (مفتی شافعیہ، مدینہ منورہ) علامہ بریلوی کے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں:

"انی قد وقفت الہیاء العلمیۃ النحریر، والعالم الشہیر، ذوالتحقیق والتحریر، والتدقیق

والتجیر، عالم اهل السنة و الجماعة، جناب الشیخ احمد رضا خاں بریلوی ادامہ اللہ توفیقہ و ارتفاعہ علی خلاصۃ من کتابک المسنی بالمعتمد المستند، فوجدتها علی اکمل الدرجات من حیث الاتقان والنقد۔^۱

ترجمہ: اے علامہ کامل، شہیر و مشہور، صاحب تحقیق و تنفیح، صاحب تدقیق و تزئین، عالم اہل سنت و جماعت شیخ احمد رضا خاں بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کی نیک تمناؤں کو پورا کرے اور اس کی بلند یوں کو باقی اور دائم رکھے) میں نے آپ کی کتاب موسومہ المعتمد المستند کے خلاصے کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کو قوت و نقد کی انتہائی بلندیوں پر پایا۔
شیخ حامد احمد محمد جد اوی (مکہ معظمہ) لکھتے ہیں:

”قد طالعت هذه النبذة التي هي انموذج المعتمد المستند فوجدتها شذرة من عسجد وجوهرة من عقود درّ و یاقوت و زبرجد، قد تطهها بیدالاجادة، فی سلك اصابة الصواب فی الافادة العمدة القدوة العالم العامل الحبر البحر الرجب العذب المحيط الكامل المحبوب المقبول المرتضى محمود الاقوال و الافعال مولانا الشیخ احمد رضا متعنا الله و المسلمین بحیاته۔“^۲

ترجمہ: میں نے یہ مختصر رسالہ جو المعتمد المستند کا خلاصہ ہے، مطالعہ کیا، رسالہ کیا ہے یہ تو خالص سونے کی ڈلی یا قوت و زبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے جس کو پیشوائے معتمد عالم باعمل، فاضل متبحر، دریائے نیکراں، محیط کامل، محبوب و مقبول و مرغوب، ستودہ اقوال و افعال مولانا شیخ احمد رضا کے قابل قدر ہاتھوں نے صراط مستقیم کی لڑی میں پرودیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے نفع عطا فرمائے۔
شیخ عمر بن حمدان محروسی مالکی اشعری۔ مدینہ منورہ لکھتے ہیں:

”فانی قد اطلعت علی ما حرره العالم العلامة، الدراکة الفهامة ذوالتحقیق الباهر، جناب شیخ احمد رضا خاں فی الخلاصة الماخوذة من کتابه المسنی بالمعتمد المستند فوجدته فی غاية التحریز فله در مؤلفه۔“^۳

ترجمہ: جناب شیخ احمد رضا نے جو اپنے خلاصے میں تحریر فرمایا ہے میں نے اس کو مطالعہ کیا۔ یہ خلاصہ ان کی کتاب موسومہ المعتمد المستند سے ماخوذ ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لیے ہے

^۱ حام الحرمین علی منخر الکفر والین۔ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۶ء۔ احمد رضا خاں۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۵ء ص ۲۳۰

^۲ حام الحرمین علی منخر الکفر والین۔ ص ۱۹۶

^۳ حام الحرمین علی منخر الکفر والین۔ ص ۸۱۲

وہ مصنف جو خوب ہی جاننے والا خوب ہی سمجھنے والا، اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا جس سے تمام پہلو منور ہو جائیں۔ یہ حاشیہ کئی مرتبہ زیور طبع سے مزین ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۵ء میں مکتبہ اشیق، استنبول، ترکی سے بھی طبع ہو چکا ہے۔

۳۔ العلم المکیہ و الاستجیلات المکیہ ۱۳۲۲ھ۔

اپنی اس تصنیف میں احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ہی تصنیف ”حسام الحرمین علی منخر الکفر والمین“ پر علمائے حجاز نے جو تصدیقات تحریر کیے تھے۔ الٰہی تصدیقات کو اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے۔ علامہ کا یہ مجموعہ صرف ایک مرتبہ مطبع رضوی کتب خانہ، بریلی سے شائع ہوا ہے۔

۴۔ الفواکہ الہنیۃ و التسجیلات المدینۃ ۱۳۲۲ھ۔

یہ مجموعہ رضوی کتب خانہ بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ”حسام الحرمین“ پر علماء مدینہ کی تصدیقات کو یکجا کیا ہے۔

۵۔ الفیوضات الملکیہ لمحہب الدولة المکیہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء۔

یہ نامکمل حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔ اور سن ۲۰۰۱ء میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے ”الدولۃ المکیہ“ کے ساتھ بھی یہ حاشیہ شائع ہو چکا ہے۔ یہ علامہ بریلوی کی تصنیف ”الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ“ ۱۳۲۲ھ کا مبسوط حاشیہ ہے۔ ان تصدیقات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے عرب فاضل بریلوی کی ہمہ جہت شخصیت سے کس قدر متاثر تھے۔

۶۔ البراء المجنون من انتہا کہ علم المکنون ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء۔

احمد رضا بریلوی کے اس کتاب کا ذکر پروفیسر محمد مسعود احمد نے اپنی تصنیف ”فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں“ کیا ہے جو ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء میں مطبوعہ الجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

۷۔ ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد والہدایۃ ۱۲۸۵ھ۔

احمد رضا فاضل بریلوی کی یہ پہلی تصنیف ہے جو سترہ برس کی عمر میں لکھی گئی تھی۔ اس سے قبل مولانا بریلوی نے دس سال کی عمر میں ”ہدایۃ النحو“ کی شرح لکھی تھی۔ ”ضوء النہایۃ“ کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس کتاب کا ذکر ”المجمل البعید لتالیفات المجدد“ کے صفحہ ۶ پر موجود ہے جو ۱۳۲۲ھ / ۱۹۱۹ء میں پٹنہ سے طبع ہو چکا ہے۔

۸۔ فتاویٰ الحرمین بر جف الندوۃ المدین ۱۳۱۶ھ۔

احمد رضا بریلوی کا ”فتاویٰ الحرمین“ ندوۃ العلماء کے بارے میں لکھا ہوا ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ بقول

احمد رضا بریلویؒ جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا۔ یعنی ۱۶ اشوال کو بعد نماز صبح سے لیکر ۱۷ اشوال طلوع فجر سے پہلے مسودہ اور مبیضہ مکمل کر لیا گیا۔ علامہ بریلوی عربی اشعار کے ذریعہ اس کی تفصیل فرماتے ہیں:

”فما هو الا شغل عشرين ساعة

وعنها الى السجدة والاكل يفرد

فما كان ذا الا بتوفيق ربنا

له الحمد حمداد ائماً يتأبدا

مولانا بریلوی کا یہ فتویٰ تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ علمائے حرمین شریفین نے اس فتویٰ کی تصدیق و توثیق فرمائی جن میں مکہ مکرمہ کے ۱۶ اور مدینہ منورہ کے سات علماء نے اس پر تصدیقات و تقریفات ثبت کیں۔ ان تصدیقات میں حافظ کتب الحرام شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر مدلل بحث اور جوابات کی تصدیق کی گئی ہے۔ علامہ بریلوی کو بلند القاب و آداب سے نوازنے کے ساتھ ہی ان کی علمی صلاحیتوں کی بنا پر خراج تحسین بھی پیش کیا۔

۹۔ مال الحبیب بعلم الغیب ۱۳۱۸ھ۔

مولانا عبدالرحیم بستوی (نومحلہ مسجد بریلی) کے پاس اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۱۰۔ الجلاء الكامل لتبعین قضاة الباطل ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء۔

اس کا ذکر پروفیسر محمد مسعود نے اپنی تصنیف ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ کے صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

۱۱۔ اللہ الملکیہ و التسجیلات الملکیہ ۱۳۲۲ھ۔

یہ رسالہ مطبع اہلسنت رضوی کتب خانہ، بریلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ جو مجھے دستیاب نہ ہو سکا۔

۱۲۔ حاشیہ التفرقة بین الاسلام و الزندقہ۔

یہ بھی کتاب مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۳۔ حاسم المفتری علی السید البری ۱۳۲۸ھ۔

علامہ بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں علم غیب کے مسئلہ پر جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ یہ کتاب مطبع اہلسنت بریلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ الدول الملکی۔ بالمادة الغیبیة ۱۳۲۲ھ

”الدولة الملکیة بالمادة الغیبیة“ مولانا بریلوی کی ایک بلند پایہ تصنیف ہے جس کو عالم اسلام کے علمی حلقوں میں

۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول۔ ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ: نرس آفسیٹ پریس دہلی، ۱۳۲۴ھ / ۲۰۰۳ء ص ۲۲۳

۲ رسائل رضویہ۔ عبدالکلیم شاہ جہاں پوری، جلد اول۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۴۰

بہت شہرت حاصل ہوئی۔ یہ علم غیب کے مسئلہ پر ایک ایسی بے مثال کتاب ہے جسکی بے مثال اور منفرد ہونے کی تصدیق خود علمائے عرب نے کی ہے۔

محدث بریلوی ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں جب دوسری مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے تو وہاں علمائے حجاز نے آپ سے علم غیب پر سوال کیا۔ مولانا بریلوی نے اس استفتاء کے جواب میں مسئلہ علم غیب پر ایک تحقیق مقالہ ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمایا جس کا تاریخی نام ”الدولۃ المکیہ“ ہے۔ یہ کتاب بحالت بخار بغیر کسی ماخذ و مراجع کے مطالعہ کے لکھی گئی ہے اس میں ۱۷ آیات قرآنی اور ۱۳ احادیث کریمہ ہیں۔ جب یہ مقالہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کو مکمل ہوا تو مفتی مکہ شیخ صالح کمال نے شریف مکہ کے دربار میں علماء کے مجمع عام میں ”الدولۃ المکیہ“ کو پڑھ کر سنایا۔ شریف مکہ اور علمائے حرمین مقالہ کے مباحث علمیہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کی تقریباً ۵۰ علمائے حرمین اور ۱۵ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء نے اس پر تصدیقات تقریظات قلم بند کیے۔^۱

”الدولۃ المکیہ“ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں علم غیب پر محققانہ بحث ہے۔ اس میں بعض مباحث ایسے ہیں جن کا تعلق علم ریاضی اور علم منطق و فلسفہ سے ہے جو عام لوگوں کے فہم سے بالا تر ہے۔ دوسرے حصہ میں چار سوالوں کے جوابات درج ہیں جن کا تعلق مولانا سلامت اللہ رامپوری (متوفی ۱۳۳۸ھ) کی تصنیف ”اعلام الاذکیاء“ کے آخر میں واقع ایک عبارت سے ہے۔ اور ایک سوال کا تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خطبہ مدارج النبوة سے ہے۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے ”الدولۃ المکیہ“ میں علم غیب کے مسئلہ پر قرآن کریم کی ان آیات کی تطبیق یوں فرمائی ہے کہ جو علم غیب اپنی ذات سے حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اس علم کو غیر خدا میں ثابت کرنا کفر و شرک ہے۔ اور وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں وہ حضور ﷺ کے لیے ثابت ہے۔ اس علم کو خدا کے لیے ثابت کرنا کفر و شرک ہے۔

”الدولۃ المکیہ“ پر علمائے حرمین شریفین نے جو تصدیقات و تقریظات قلم بند کیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں جن کو پڑھ کر اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

۱۔ شیخ محمد صالح بن شیخ محمد بافضل، امام شافعیہ فی المسجد الحرام، مکہ مکرمہ۔ فبا اللہ ہی من جنة علم

قطوفها دانية، لا تسمع فیها لا غیہ^۲

ترجمہ: خدا کی قسم رسالہ کیا ہے علم کی بہشت ہے جس کے خوشے نزدیک ہیں تو اس میں کوئی لغویات نہ سنے گا۔

^۱ تفصیلات کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ کیجیے:

الدولۃ المکیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ مطبوعہ کراچی

فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء

حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول۔ ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ، دہلی ۱۳۲۳ھ / ۲۰۰۳ء

^۲ الفیوضات المکیہ لمحج الدولۃ المکیہ۔ ص ۳۹

”فلعبر ان هذا الهوا لتأليف الذي يفتخر به العالمون“^۱

ترجمہ: مجھے اپنی جان کی قسم بیشک یہی وہ تصنیف ہے جس پر علماء فخر کریں۔

۲۔ مفتی شافعیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد بافتیہ حسینی علوی۔ مدینہ منورہ ”وانہا الجبيرة بان تكتب بالبترا، بدل

المداد والحبر“^۲

ترجمہ: اور وہ بیشک اس لائق ہے کہ سیاہی اور روشنائی کے بدلے سونے سے لکھی جائے۔

۳۔ شیخ عثمان قادری۔ مدینہ منورہ

”وما رأيت مثله في مسألة علم الغيب نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم محكما من

النصوص القرآنية والاحاديث الصحيحة واقوال العباء المجتهدين المتقدمين. كيف

لاومصنغه فريد الدهر وحيد العصر الفاضل الكامل، العالم العامل، قانع البدعة.

ناصر السنة، المحقق المدقق الامام الهمام لهذا الزمان المولانا الحاج سيدي محمد احمد رضا

خان القادري البريلوي“^۳

ترجمہ: مسئلہ علم غیب نبی ﷺ کے متعلق میں نے کبھی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو آیات قرآنی، احادیث صحیحہ، مجتہدین و

متقدمین کے اقوال سے ایسی محکم ہو کیوں نہ ہو، اس کا مصنف یکتائے زمانہ، یگانہ روزگار، فاضل و کامل، عالم و عامل، قانع بدعت،

ناصر سنت، محقق و مدقق، سردار وقت، پیشوائے زمانہ مولانا الحاج سید محمد احمد رضا خان قادری بریلوی ہیں۔

۴۔ شیخ محمد امین سوید مشقی وارد مدینہ منورہ۔

”فقد سرحت نظري في هذه الرسالة الموسومة بالدولة المكية بالمادة الغيبية مؤلفها

العلامة الكبير والفهامة الشهير الألبعي المحقق المدقق الشيخ احمد رضا خان فوجدتها

دوحة جمعت خلاصة مذهب اهل الاسلام“

ترجمہ: میں نے اس رسالہ موسومہ الدولة المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر نظر ڈالی جو علامہ کبیر، فہامہ شہیر، محقق مدقق

شیخ احمد رضا خان کی تالیف ہے، میں نے اسے ایسا عظیم الشان درخت پایا جو مذہب اہل اسلام کے نچوڑ پر مشتمل ہے۔

۵۔ شیخ عبدالرحیم حنفی۔ مدرس جامعہ ازہر مصر۔

۱ الفیوضات المکیہ لمحج الدولة المکیہ۔ ص ۴۴

۲ الفیوضات المکیہ لمحج الدولة المکیہ۔ ص ۹۲

۳ الفیوضات المکیہ لمحج الدولة المکیہ، ص ۵۲۲

۴ الفیوضات المکیہ لمحج الدولة المکیہ، ص ۵۳۲

”ولعمری لقد جمع فیہا من الادلة ما بہ الکفایہ ولا ینفع الحسود تطویل العبارة۔“
ترجمہ: مجھے اپنی عمر کی قسم مؤلف نے رسالے میں کافی دلائل ذکر فرمائے ہیں اور حاسد کے لیے تو طویل عبارتیں بھی کافی
نہیں۔

علامہ بریلوی کی یہ تصنیف متعدد مرتبہ پاک و ہند سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں مکتبہ اشیق، استنبول، ترکی سے بھی
شائع ہو چکی ہے۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ۲۰۰۱ء میں ’الفیوضات الملکیۃ‘ کے حاشیہ کے ساتھ بھی اسے شائع کیا ہے۔
اس کتاب کو مغربی ممالک میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے اس کتاب کو
پیش نظر رکھ کر ایک کتاب مرتب کی۔ جس کا عنوان ہے:

”Islamic concept of knowledge“ پروفیسر فاطمی کی یہ کتاب مانچسٹر (انگلستان) سے شائع ہو چکی

ہے۔

۶۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والہین۔

مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۹۸ھ / ۱۸۷۲ء) کی شہرہ آفاق تصنیف ”المعتقد المنتقد“ (۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء)
پر علامہ بریلوی نے حاشیہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام ”المعتبد المستند بناء نجاۃ الابد“ رکھا اور پھر ان حواشی کا
خلاصہ تصدیقات کے لیے علمائے عرب کی خدمت میں پیش کیا۔ علمائے عرب نے مولانا بریلوی کی اس تصنیف پر تقاریظ و تصدیقات
تحریر فرمائیں۔ ان تقاریظ و تصدیقات کو محدث بریلوی نے ”حسام الحرمین علی منحر الکفر والہین“ کے نام
سے مرتب کیا۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ مختلف مطابع سے طبع ہو چکی ہے۔

۷۔ ہدایہ المعلمین الی ما ینبج فی الدین ۱۳۳۰ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کا ذکر ”معجم المطبوعات“ جلد اول کے صفحہ ۹۳۹ پر ملتا ہے۔

۸۔ حاشیہ مقاصد الکلام۔

”مقاصد الکلام“ سعد الدین بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) کی شاہکار تصنیف ہے۔ آپ جامع العلوم شخصیت
کے حامل تھے۔ آپ کو علوم معقولہ یا علم معقول سے زیادہ شغف تھا۔ صرف و نحو معانی و بیان میں تبحر حاصل تھا۔ اور اصول
مذہب، منطق و کلام پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان علوم کے استاد علی الاطلاق مشہور ہوئے۔ علامہ تفتازانی کثیر
التصانیف تھے۔ مختلف علوم و فنون پر آپ کی متعدد تصانیف موجود ہیں۔ علامہ تفتازانی کی تصنیف ”مقاصد الکلام“ کے مختلف صفحات
پر احمد رضا بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ”امام احمد
رضائی حاشیہ نگاری“ جلد دوم کے صفحہ ۱۲۳ تا ۱۷۲ پر موجود ہے۔

- ۹۔ حاشیہ مفتاح السعادة
 ۱۰۔ حاشیہ عمزیہ
 ۱۱۔ حاشیہ شرح مواقف
 ۱۲۔ حاشیہ فقہ اکبر
 ۱۳۔ حاشیہ خیالی علی شرح العقائد
 ۱۴۔ حاشیہ تحفة الاخوان
 ۱۵۔ حاشیہ حدیقتہ ندیہ شرح طریق محمدیہ ۱۳۱۸ھ
 ۱۶۔ حاشیہ عقائد ہندیہ
 ۱۷۔ حاشیہ الصواعق المحرقة
 ۱۸۔ بشری العاجلة من تحف آجلتہ ۱۳۰۰ھ
 ۱۹۔ السعی المشکور فی ابداء الحق طریقہ المہجور ۱۲۹۵ھ
 ۲۰۔ المقال الباهران منکر الفقہ کافر ۱۳۱۹ھ
 ۲۱۔ تصدیقات الحرام ۱۳۱۷ھ
 ۲۲۔ حل خطاء المخط
 ۲۳۔ فتویٰ مکتہ نعت الندوة المندک
 ۲۴۔ فتویٰ المدینة المنورة بدک ندوة مزورة۔ ۱۳۱۷ھ

مناظرہ

- ۱۔ اطائب الصیب علی ارض الطیب ۱۳۱۹ھ۔
 احمد رضا فاضل بریلوی نے مدرسہ عالیہ (راپور) پرنسپل محمد طیب مٹھی سے مسئلہ تقلید پر مراسلت کی تھی۔ ان خطوط کو یکجا کر کے اس کا تاریخی نام "اطائب الصیب علی ارض الطیب" رکھا۔ یہ مجموعہ مطبع اہلسنت، بریلی اور مکتبہ قادریہ، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

مناقب

- ۱۔ النجاء البری عن وسواس البفتری ۱۳۱۲ھ۔
 محدث بریلوی نے اپنی اس کتاب میں شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کیے ہیں۔

فضائل

- ۱۔ حاشیہ شرح شفا (ملا علی قاری)
 ۲۔ حاشیہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ

اذکار

- ۱۔ ازہار الانوار من صبا صلوة الاسرار ۱۳۰۵ھ۔
 اس رسالہ میں مولانا بریلوی نے نماز غوثیہ پر مدلل محققانہ بحث کی ہے۔ اس کا تذکرہ "فتاویٰ رضویہ" جلد سوم، مطبوعہ سنی دار

الاشاعت، مبارکپور کے صفحہ ۵۲۸ پر ملتا ہے۔

۲۔ الوظيفة الكريمة ۱۳۳۸ھ۔

یہ رسالہ اوراد و وظائف کا خوبصورت مجموعہ ہے۔ مطبع اہل سنت و رضوی کتب خانہ، بریلی سے کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

۳۔ المنة الممتازة في دعوات الجنائز ۱۳۱۸ھ۔

احمد رضا خاں بریلوی کا یہ رسالہ جنازہ کی چودہ دعاؤں پر مشتمل ہے۔ دعاؤں کا یہ مجموعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ”فتاویٰ رضویہ“ جلد چہارم، صفحہ ۸۸ پر بھی موجود ہے۔

تصوف

۱۔ حاشیة الزواجر۔

اس کا قلمی نسخہ مصطفیٰ رضا خاں کے نواسہ مولانا خالد علی خاں کے پاس موجود ہے۔

۲۔ حاشیة مدخل لابن امیر الحاج (جلد اول)

۳۔ حاشیة مدخل لابن امیر الحاج (جلد دوم)

۴۔ حاشیة مدخل لابن امیر الحاج (جلد سوم)

۵۔ حاشیة میزان الشريعة الكبرى

۶۔ بوارق تلوح من حقيقة الروح ۱۳۱۱ھ

۷۔ حاشیة احياء العلوم الدين

۸۔ حاشیة اليواقيت و الجواهر

۹۔ حاشیة الابريز

نوٹ: درج بالا کتب دستیاب نہیں ہو سکیں اس لیے ان کتب کے صرف نام لکھ دینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

خطبات

۱۔ الخطبات الرضوية في المواعظ و العيدين و الجمعة۔

محدث بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں عیدین، جمعہ اور محفل و عظ میں پڑھے جانے والے خطبات مع بعض احکام تحریر

فرمائے ہیں۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ رضوی کتب خانہ بریلی اور بریلی، الیکٹریک پریس سے شائع ہو چکی ہے۔

تعبیر

۱۔ حاشیہ تعطیر الانام

لغت

۱۔ حاشیہ تاج العروس۔

یہ حاشیہ مولانا اختر رضا خاں ازہری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

نحو

۱۔ شرح ہدایۃ النحو۔ ۱۲۸۲ھ۔

احمد رضا فضل بریلوی نے دس سال کی عمر میں ”شرح ہدایۃ النحو“ تصنیف فرمائی۔ اس کا ذکر مولانا محمود احمد کانپوری نے ”تذکرہ علماء اہلسنت“ کے صفحہ ۲۶ پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا ظفر الدین بہاری نے ”المجمل المعداد لتالیفات المجدد“ کے صفحہ ۶ پر مولانا بریلوی کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق رسالۃ المصدر والافعال۔ ۱۳۲۸ھ

جفر

۱۔ الاجوبۃ الرضویہ علی المسائل الجفریہ۔ ۱۳۲۱ھ۔

اس رسالہ کا میں علامہ بریلوی نے علم جفر سے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ علامہ کے کتب و رسائل کے زیادہ تر نام تاریخی ہوتے ہیں لیکن اس رسالہ کا نام غیر تاریخی ہے۔ یعنی ۱۳۲۱ھ غیر تاریخی نام ہے۔

۲۔ مجتلی العروس و مراد النفوس۔ ۱۳۳۲ھ۔

یہ جلیل القدر تصنیف ۲۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں علامہ بریلوی نے کثیر ضابطے استخراج فرمائے ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں بریلوی کے پاس موجود ہے۔

۳۔ الوسائل الرضویہ للسائل الجفریۃ۔ ۱۳۲۲ھ۔

یہ ۳۰ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے اس رسالہ میں مولانا موصوف نے اپنی طبع زاد جداول اور علم جفر سے متعلق معلومات تحریر فرمائی ہیں اور اسی خط میں اس کی اشاعت بھی ہوئی ہے۔ یہ رسالہ مرکزی مجلس رضا، لاہور (پاکستان) سے ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

۴۔ رسالہ فی علم الجفر۔ ۱۳۲۸ھ۔

محدث بریلوی کا یہ رسالہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے متعدد جداول بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ قاری کے لیے اس میں علم جفر سے متعلق مفید معلومات بھی موجود ہے۔

۵۔ الجداول الرضویہ للمسائل الرضویہ - ۱۳۲۲ھ۔

۴۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ علامہ بریلوی نے خط نستعلیق میں لکھا ہے۔ اور ہر صفحہ پر ۱۸ سطریں تحریر ہیں۔ اس رسالہ کی ابتداء نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے متعدد جداول اور علم جفر سے متعلق قواعد تحریر فرمائے ہیں۔ مولانا بریلوی کے خط میں لکھا ہوا یہ نسخہ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۴ء میں شائع کیا ہے۔

۶۔ الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدرئیہ - ۱۳۲۱ھ۔

احمد رضا خاں کی اس کتاب میں کواکب دریہ پر عالمانہ بحث کی ہے۔

۷۔ حاشیہ الدر المکنون۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کا ذکر "معارف رضا" ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر ملتا ہے۔

۸۔ الجفر الجامع - ۱۳۳۲ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن یہ ضرور معلوم ہو سکا کہ اس کا قلمی نسخہ "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی میں موجود

ہے۔ اس کا ذکر "معارف رضا" ۱۹۹۸ء کے صفحہ ۸۳ پر ملتا ہے۔

۹۔ الرسائل الرضویہ للمسائل الرضویة - ۱۲۲۸ھ

۱۰۔ اسهل الكتب في جميع المنازل

۱۱۔ حاشیہ مربعات جوالہ مزکورہ

علم تکسیر

۱۔ اطائب الاکسیر فی علم التکسیر - ۱۲۹۶ھ۔

یہ رسالہ علم اوفاق اور علم تکسیر کے فن پر ہے۔ محدث بریلوی نے یہ جلیل القدر رسالہ سید حسین مدنی کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ اس میں مولانا موصوف کی ناقابل فراموش ایجادات موجود ہیں۔ اس رسالہ کا سبب تالیف یہ ہے کہ مولانا سید حسین مدنی ابن سید عبد القادر شامی مدنی نے علم جفر میں مولانا بریلوی سے تلمذ کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا سید حسین مدنی بریلی آئے اور چودہ ماہ قیام کیا اور مولانا بریلوی سے علم جفر، علم اوفاق اور علم تکسیر حاصل کیے۔ علامہ بریلوی نے سید حسین مدنی کے لیے ہی "اطائب الاکسیر فی عام التکسیر" کی تصنیف کی یہ گراں قدر سرمایہ "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی میں محفوظ ہے۔ اس اہم رسالہ کا ذکر فاضل بریلوی کے فرزند مصطفیٰ رضا خاں نے "المفروض" جلد دوم کے صفحہ ۷۷، (مطبوعہ مکتبہ الجیلانی، سنہ ۱۳۵۱ھ) پر کیا ہے۔

نظم

۱۔ قصیدتاں رائعتان ۱۳۰ھ۔

یہ شاہکار قصیدہ اصحاب بدر کی مناسبت سے ۱۳۱۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ احمد رضا بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی کی تعریف و توصیف میں لکھا ہے۔ یہ قصیدہ انتہائی فصیح و بلیغ ہے۔ اس قصیدہ کی فصاحت و بلاغت، شعری حسن اور زبان و بیان پر قدرت کو دیکھ کر علمائے مصر نے برحمتہ کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا تحریر کردہ ہے۔

”قصیدتاں رائعتان“ دو عربی قصیدوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک ”قصیدہ نونیہ“ ہے جس کا تاریخی نام ”مدائح فضل رسول“ ہے۔ اس قصیدوں میں ۱۲۴ اشعار ہیں۔ اور دوسرا ”قصیدہ دالیہ“ ہے جس کا تاریخی نام ”حمائد فضل رسول“ ہے۔ اور یہ قصیدہ ستر اشعار پر مشتمل ہے اور دونوں قصیدوں کی مجموعی تعداد اصحاب بدر کی مناسبت سے ۳۱۳ ہے۔ اس قصیدہ کی تشبیب میں چونتیس (۳۴) اشعار ہیں۔ اس کے بعد چار شعر گریز کے ہیں۔ چالیسویں (۴۰) شعر نے علامہ فضل رسول بدایونی کی مدح شروع ہوتی ہے اور درمیان میں ۱۳۱ سے لیکر ۱۴۴ تک کل چودہ (۱۴) اشعار تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی کی تعریف و توصیف میں ہیں۔

یہ دونوں قصیدے علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے پوتے حضرت مولانا شاہ عبدالحمید سالم قادری (سجادہ نشین خانقاہ قادریہ بدایوں) کے پاس بخط احمد رضا خاں بریلوی موجود ہیں۔

۲۔ امال الابرار و آلام الاشرار ۱۳۱۸ھ۔

یہ قصیدہ ۱۱۷۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کا المیہ ہے کہ یہ قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ لیکن بہت تحقیق کے بعد معلوم ہو سکا کہ یہ قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی کا نہیں ہے بلکہ علامہ بریلوی کا ہے۔ حدائق بخش جلد سوم، (مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں) کے صفحہ ۸ پر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ قصیدہ مولانا بریلوی کا ہے۔ ڈاکٹر محمود حسین (صدر شعبہ عربی بریلی کالج، بریلی) نے مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے اس قصیدہ کے بارے میں دریافت کیا تو موصوف نے فرمایا کہ یہ اہم قصیدہ احمد رضا خاں بریلوی کے ہاتھ کا تحریر کردہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کا پہلا حصہ نذر حوادث ہو چکا ہے۔^۱

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے سابق ریڈر ڈاکٹر حامد علی خاں اس قصیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں ”یہ طویل قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع ہوا مگر یہ درست نہیں ہے۔“
مولانا بریلوی کے اس قصیدہ کو دیکھ کر مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر محمدی الدین الوائی نے کہا کہ ”محدث بریلوی ایک عظیم فلسفی اور سائنس داں ہوتے ہوئے بھی عظیم شاعر تھے، انہوں نے احتمالاً ضدین کو ممکن بنایا۔“^۲

^۱ مولانا احمد رضا خاں کی عربی ادب میں خدمات۔ ڈاکٹر محمود حسین۔ مطبوعہ، کراچی ۲۰۰۶ء، ص ۲۷۲

^۲ محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء، ص ۸۱ (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

اجتماع

- ۱۔ حاشیہ جامع الافکار۔
اس حاشیہ کا ذکر عبدالمبین نعمانی نے اپنی فہرست "المصنفات الرضویہ" میں کیا ہے۔ محدث بریلوی کی تصنیفات کہ یہ فہرست 'رضا کیڈمی' ممبئی اور رضا کیڈمی، لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔
- ۲۔ الجواهر و الیواقیت فی علم التوقیت۔
اس رسالہ کا ذکر مولانا بریلوی کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی تصنیف "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول کے صفحہ ۱۹۹ پر کیا ہے۔ رسالہ "معارف رضا" ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۳ پر بھی اس رسالہ کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ پہلی بار مطبع نعیمی پریس مراد آباد سے شائع ہوا ہے۔

۳۔ جدول ضرب ۴۔ حاشیہ خزانه العلم ۵۔ حاشیہ زبدۃ المنتخب

ہندسہ

- ۱۔ اشکال اقلیدس لنکس اشکال الاقلیدس ۱۳۰۶ھ۔
علامہ بریلوی کی یہ تصنیف لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ مولانا بریلوی کی یہ تصنیف فن ریاضی پر ہے۔ اس کتاب میں مولانا بریلوی نے اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراضات لکھے ہیں۔
- ۲۔ حاشیہ اصول الهندسہ
- ۳۔ حاشیہ تحریر الاقلیدس۔
- ۴۔ المعنی المجلی للمغنی والظلی۔
پروفیسر مجید اللہ قادری نے ان رسائل کا ذکر "معارف رضا" ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر کیا ہے۔

ریاضی

- ۱۔ جداول الریاضی ۱۳۱۹ھ
- ۲۔ الکیسر العسری
- ۳۔ القوائد الجلیلة فی العلم الجبریہ
"معارف رضا" ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر ان تینوں رسائل کا تذکرہ موجود ہے۔
- ۴۔ الکلام الفہیم فی سلاسل الجمع والتقسیم ۱۳۱۹ھ

زیجات سیارگان حرکان سیارگان

- ۱۔ التعليقات على زيج الاحداد۔
اس رسالہ کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتح پوری (سابق استاد مدرسہ منظر اسلام) کے پاس موجود ہے۔ الجمع الاسلامی مبارکپور (اعظم گڑھ) میں اس کا عکس موجود ہے۔
- ۲۔ حاشیہ زلالات البرجندي۔
عبدالمبین نعمانی نے اپنی فہرست "المصنفات الرضویہ" کے صفحہ ۳۸ پر یہ تحریر کیا ہے کہ اس کا عکس "الجمع الاسلامی" مبارکپور میں محفوظ ہے۔ "معارف رضا" (۱۹۸۹ء) میں پروفیسر مجید اللہ قادری نے صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی میں موجود ہے۔
- ۳۔ تعليقات على الزيج الايلخاني
اس کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتح پوری (سابق استاد مدرسہ منظر اسلام) کے پاس موجود ہے۔ اور اس کا عکس "المصنفات الرضویہ" کے صفحہ ۳۸ کے مطابق "الجمع الاسلامی" میں محفوظ ہے۔
- ۴۔ حاشیہ برجندي۔

ہئیات جدیدہ

- ۱۔ رفع الخلاف في دقائق الاختلاف۔
- ۲۔ رسالہ صبح۔
- ۳۔ اس کتاب کا تذکرہ احمد رضا بریلوی کی تصنیف "فوزمیں دررد حرکت زمین" (مطبوعہ رضائے مصطفیٰ مجبئی) کے صفحہ ۵۳ پر موجود ہے۔
- ۴۔ حاشیہ شرح چغینی۔
اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) اور الجمع الاسلامی مبارکپور میں موجود ہے۔
- ۵۔ حاشیہ تصریح
اس کا عکس "الجمع الاسلامی" مبارکپور میں موجود ہے۔
- ۶۔ اثمار الانشراح لحقیقہ الا صباح ۱۳۱۹ھ
- ۷۔ جادة الطلوع و الحبر لسيارة و النجوم و القبر ۱۳۲۵ھ
- ۸۔ حاشیہ شربارہ
- ۹۔ حاشیہ شرح تذکرہ

- ۱۰۔ حاشیہ علم الہیئات ۱۱۔ حاشیہ کتاب الصور
۱۲۔ مبحث المعادله فات درجۃ الثانیہ

خیبر و مقابلہ

- ۱۔ حاشیہ القوائد الجلیہ فی الاعمال الجبریہ۔
اس کا عکس ”المجمع الاسلامی“ مبارکپور میں موجود ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

نجوم فلکیات

- ۱۔ حاشیہ حدائق النجوم ۲۔ رسالہ البعاد قمر ۳۔ جدول ضرب۔

طبیعیات

- ۱۔ حاشیہ اصول طبعی۔
”معارف رضا“ ۱۳۱۰ھ ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۷۹ پر اس حاشیہ کا ذکر ہے۔

تاریخ و عمرانیات

- ۱۔ حاشیہ مقدمہ ابن خلدون

ارثماطیقی

- ۱۔ الموهبات فی المربعات۔
”ادارہ تحقیقات امام احمد رضا“ (کراچی) میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔
۲۔ کتاب الارثماطیقی۔
اس کتاب کا ذکر ”معارف رضا“ (کراچی) ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۱ پر ملتا ہے۔

علم مثلث

- ۱۔ اعالی العظایا فی الاضلاع والزوریا۔
یہ رسالہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ لیکن مجھے دستیاب نہ ہو سکا۔
۲۔ رسالہ در علم مثلث الکروی القائمة الضویہ۔

منطق

۱۔ حاشیہ شمس بازغہ۔

اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں (نگراں جامعہ نوریہ، بریلی) کے پاس موجود ہے۔

۲۔ حاشیہ ملا جلال۔

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۔ رسالہ منطق۔

اس رسالہ کا ذکر ”ماہنامہ تحفہ حنفیہ شعبان ۱۳۲۰ھ شماره ہشتم میں موجود ہے۔ یہ رسالہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ یہ

رسالہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ کے درسی نصاب میں شامل تھا۔

۴۔ حاشیہ میرزا اہد۔

علم سیاست

۱۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۵ء۔

مولانا بریلوی کا یہ رسالہ لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا بریلوی نے یہ رسالہ اس وقت تحریر فرمایا جب ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء

میں علماء نے ہندوستان کو ”دارالحرب“ قرار دیکر سود کو جائز ٹھہرایا اور مسلمانوں کو ہجرت کرنے کے لئے کہا۔ لیکن علامہ بریلوی نے

اس کے برعکس ہندوستان کو ”دارالاسلام“ قرار دیکر سود کا لینا دینا حرام قرار دیا۔

علم صوتیات

۱۔ البیان شافیا لفو نو غرافیا ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔

یہ مایہ ناز رسالہ کانپور سے شائع ہو چکا ہے اور دو بارہ ۱۹۹۹ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے بھی شائع ہو چکا

ہے۔ یہ رسالہ علم صوتیات پر مشتمل ہے اس میں ساری آوازوں کا مدلل بیان موجود ہے۔ اس رسالہ کا موضوع فقہی ہے۔

موسوعات

۱۔ استدراک علی کشف الظنون للحاج خلیفہ۔

حاجی خلیفہ کی مشہور و معروف کتاب ”کشف الظنون فی اسلاھی الکتب والفنون“ ہے۔ اس میں مصنف

نے دنیا میں مختلف علوم و فنون پر پائے جانے والے مخطوطات و مطبوعات کو درج کیا ہے اور ان مخطوطات و مطبوعات میں سے بعض

کا مطالعہ کر کے اس کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ مولانا بریلوی نے حاجی خلیفہ کی اس مشہور کتاب پر ایک استدراک

لکھا ہے۔ انہوں نے ”کشف الظنون“ جلد اول کی بعض کتابوں اور مصنفین کے بارے میں اضافے کیے ہیں۔ مولانا کی یہ کتاب ۱۵۰ اوراق پر مشتمل مسودہ کی شکل میں دستیاب ہوئی۔ کتاب کی ابتداء نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب کشف کے صفحہ ۳۶ پر ”الابانۃ“ کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں ”الابانۃ عن اصول الدیانۃ للامام ابی الحسن الاشعری وشرحها للامام القاضی الباقلائی“۔ ”کشف الظنون“ صفحہ ۷۳ کے بارے میں لکھتے ہیں ”للحافظ ابی عمرو بن یوسف بن عبداللہ سماہ خالد و عنہ ذکر الکافی فی فروع المالکیۃ“ آخری کتاب جس پر مولانا بریلوی نے استدراک لکھا ہے وہ ”الوسیط فی فروع الحنفیۃ“ ہے۔ یہ مخطوطہ نستعلیق میں انتہائی صاف خوشخط میں فاضل بریلوی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اور ہر صفحہ میں ۱۷-۱۸ سطریں ہیں۔

فلسفہ

۱۔ مقامع الحدید علی خدا المنطق الجدید۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ عبدالمبین نعمانی نے ”المصنفات الرضویۃ“ کے صفحہ ۴۲ پر اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان) کے مطابق یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ۲۰۰۲ء میں مطبع دارالبیان، للطبع والنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر سے شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد جلال رضا خاں الا زہری اور مولانا محمد بٹ الا زہری اس کے مترجمین ہیں۔

- ۱- رسائل رضویہ۔ احمد رضا خاں۔ جلد۔ اول، مطبوعہ۔ ۱۳۹۴ء لاہور
- ”جمادی الا ولیٰ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں بعض مہم تصانیف کے سبب ایک
- ۱- ۲۶ اور ۲۷ زی الحجہ ۱۳۲۳ھ
- ۲- ۲۱، ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ
- ۳- مکتوب مولانا احمد رضا خاں بنام قاضی علامہ حسین، محررہ ۲۶ ذیقعد ۱۳۳۹ھ
- ۴- المفلوظ۔ حصہ اول۔ محمد مصطفیٰ رضا۔ مطبوعہ، کراچی، ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء ص ۲۰
- ۵- حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ جلد اول، مطبوعہ، کراچی ۱۹۳۸ء۔ ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ص ۹۴
- ۶- ایضاً۔۔۔۔۔ ص ۱۳۲
- ۷- معارف اسلامیہ (پاکستان) جلد دہم، طبع اول، سرہند۔ ۱۹۷۳ء ص ۲۸۲
- ۸- حاشیہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ مولانا حامد رضا خاں۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء، ص ۱۶۹
- ۹- تذکرہ علمائے ہند۔ رحمن علی۔ مطبوعہ۔ لکھنؤ ۱۳۲۲ھ ص ۱۸
- ۱۰- رسائل رضویہ۔ احمد رضا خاں۔ جلد دوم۔ مطبوعہ۔ لاہور ص ۲۷۲۔ ۳۳۴
- ۱۱- الجمل المعد لتالیفات المجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۳
- ۱۲- نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحی۔ جلد ہشتم۔ ص ۳۹۔
- ۱۳- مکتوب مولانا محمود احمد قادری۔ بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری برہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵ء
- ۱۴- حیات اعلیٰ حضرت ظفر الدین بہاری، جلد دوم، ص ۱۳
- ۱۵- المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر ص ۳۰۶۔ ۳۲۴
- ۱۶- انوار رضا، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ۱۷- قاری، مطبوعہ ۱۹۹۸ء، دہلی
- ۱۸- فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں، مطبوعہ ۱۹۸۱ء۔ الہ آباد۔
- ۱۹- ضمیمہ المعتقد۔ اعجاز ولی خاں، لاہور۔ ص ۲۶۶
- ۲۰- امام احمد رضا رباب علم و دانش کی نظر میں۔ محمد حسین اختر۔ مطبوعہ، الہ آباد ۱۳۹۷ھ، حاشیہ، ص ۴۲
- ۲۳- صوت الشرق (قاہرہ) شماره جنوری، ۱۹۷۰ء ص ۱۷۔ ۸۱
- ۲۴- مرآۃ التصانیف۔ جلد اول۔ محمد عبدالستار۔ مطبوعہ۔ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۰۰ھ / ۱۹۸۰ء
- ۲۵- امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ۱۳۰۶ھ / ۱۹۸۶ء جلد دوم، ص ۴۷

- ۲۶۔ محدث بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی جون، جولائی ۱۹۹۵ء
- ۲۷۔ حمام الحرمین علی منخر الکفر والمین۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء۔ احمد رضا خاں۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۵ء ص ۲۳۰
- ۲۸۔ حمام الحرمین علی منخر الکفر والمین۔ ص ۱۹۶
- ۲۹۔ حمام الحرمین علی منخر الکفر والمین۔ ص ۲۱۸
- ۳۰۔ الجمل المعدد لتالیفات الجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۶۔ مطبوعہ، پٹنہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۱۹ء
- ۳۱۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول۔ ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ۔ نفیس آفسیٹ پریس دہلی، ۱۳۲۴ھ/۲۰۰۳ء ص ۴۲۳
- ۳۲۔ رسائل رضویہ۔ عبدالحکیم شاہجہاں پوری جلد اول۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۴ء ص ۴۰
- ۳۳۔ تفصیلات کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ کیجئے۔
- الدولۃ المکیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ مطبوعہ کراچی۔
- فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء
- حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول۔ ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ۔ دہلی ۱۳۲۴ھ/۲۰۰۳ء
- ۳۴۔ فیوضات المملکیہ لمحج الدولتہ المکیہ۔ ص ۳۹
- ۳۵۔ فیوضات المملکیہ لمحج الدولتہ المکیہ۔ ص ۴۴
- ۳۶۔ فیوضات المملکیہ لمحج الدولتہ المکیہ۔ ص ۹۲
- ۳۷۔ فیوضات المملکیہ لمحج الدولتہ المکیہ۔ ص ۵۲۲
- ۳۸۔ فیوضات المملکیہ لمحج الدولتہ المکیہ۔ ص ۵۳۲
- ۳۹۔ فیوضات المملکیہ لمحج الدولتہ المکیہ۔ ص ۵۴۱
- ۴۰۔ مولانا احمد رضا خان کی عربی ادب میں خدمات۔ ڈاکٹر محمود حسین۔ مطبوعہ، کراچی ۲۰۰۶ء ص ۲۷۲
- ۴۱۔ محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء، ص ۸۱ (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہونگے بٹھا دیے ہیں

احمد رضا خاں بریلوی کا یہ مقطع شاعرانہ تعلی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ نہ صرف علم و فن کے تاجدار تھے بلکہ شعر و سخن میں بھی آپ کا رخس قلم میل رواں کے مانند دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ دینی خدمات انجام دینے کی وجہ سے آپ نے شاعری کی طرف کم توجہ دی۔ آپ کی زندگی کا مقصد صرف شعر گوئی نہیں تھا اور نہ آپ کے کلام کا مجموعہ نہایت ضخیم ہوتا۔ اردو، ہندی، ملیالم، عربی اور انگریزی زبانوں پر دسترس رکھنے والے اہل حدیث فاضل ڈاکٹر محی الدین الوائی (استاد جامعہ ازہر، مصر) اپنے ایک عربی مقالہ میں احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”قدیماً قیل انّ التحقیق العلمی الاصل والخیال الذہنی الحضیب لایجتہعان فی شخص واحد، ولکن مولانا احمد رضا کان قد برهن علی عکس ہزہ النظیریۃ التقلیدیۃ، فکان شاعرّاً اذا خیال خصیب وتشہد لہ بذالک دو اوینہ الشعریہ باللغات الفارسی۔ والاردوی۔ والعربیۃ“
ترجمہ: ”یعنی بڑا مشہور مقولہ ہے کہ علمی تحقیق اور نازک خیال دونوں بیک وقت شخص واحد میں یک جا نہیں ہوتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا اس روایتی نظریہ کے خلاف دلیل ہیں، آپ ایک محقق عالم ہونے کے ساتھ ایک بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے، جس پر آپ کے فارسی، اردو اور عربی شعری دیوان گواہ ہیں۔“

مولانا بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں نہایت پر مغز اور شاندار اشعار کہے ہیں۔ آپ کی شاعری واردات قلبی کی ترجمان ہے۔ اور زبان پر آپ کو اس قدر عبور حاصل ہے کہ جس طرح چاہتے ہیں اس طرح اپنے مافی الضمیر کو اشعار کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔ عربی زبان سے آپ کو فطری لگاؤ تھا۔ نہ صرف عربی نثر میں آپ کو ملکہ حاصل تھا بلکہ آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ یہ بات محض برائے بات نہیں ہے بلکہ ان کے عربی شعر و ادب کا بغور مطالعہ کر کے عربی شعر و ادب پر آپ کی مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر حازم محمد محفوظ (استاد جامعہ ازہر، مصر) نے علامہ بریلوی کا مترجم دیوان ”بساتین الغفران“ کے مطالعہ کے بعد کچھ اس طرح اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انّ ہذا الدیوان قد جعل الامام فی طلیعة شعراء العربیۃ الأعلام فی شبہ القارۃ بل لانکون مبالغین اذا قلنا: انّ ہذا الامام یعدّ فی جملة اکابر شعر العربیۃ فی العصر الحدیث و بمطالعة ہذا الدیوان العربی بساتین الغفران، نتیقن من اسلوبہ واللغة العذبة، ان ناظمہ لا بدّ ان یكون عربی اللسان و البیان، بید أنّا عندما نطالع اغراضہ و موضوعاتہ التي تصور المجتمع الہندی فی عصرہ نقول: ان ناظمہ من تلك البینة، ونسأل این و کیف ومتی تعلم و

^۱ ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، دہلی، شمارہ ۱۲، جلد ۵، ص ۷۶

آجاد و اطلع علی اللغة العربیہ۔^۱

ترجمہ: ”اس دیوان نے امام احمد رضا کو برصیغہ کے بلند پایہ شعراء میں سرفہرست کر دیا ہے بلکہ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ امام احمد رضا، دورِ جدید میں عربی زبان کے اکابر شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں اور اس عربی دیوان ’بساتین الغفران‘ کے مطالعہ کے بعد اس کے اسلوب اور زبان کی حلاوت سے ہمیں اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو نظم کرنے والا زبان و بیان کے اعتبار سے ضرور عربی ہی ہے۔ لیکن جب ہم اس کے (شعری) اغراض و مقاصد اور ان موضوعات کو دیکھتے ہیں جو ان کے عہد کے ہندوستانی معاشرہ کی تصویر پیش کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسے نظم کرنے والا اسی ماحول سے تعلق رکھتا ہے اور ہم سوال کرتے ہیں کہ اس نے کہاں، کیسے اور کب عربی سیکھی اور اس میں عمدگی اور بہتری پیدا کی۔“

قاہرہ کے ایک جید عالم اور بزرگ علامہ عبد المنعم خفاجی جن کو علمائے قاہرہ نے سیوطی وقت اور جاحظ عصر کہا ہے، انہوں نے قصیدہ ’سلامیہ‘ ”من عقائد المدح الغوی المنظومۃ الاسلامیہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ترجمہ: ”اشعار صرف مدح رسول میں ہی نہیں ہیں بلکہ شاہنامہ اسلام ہے۔“^۲

فاضل بریلوی کی عربی نظم اور نثر کے مطالعہ کے بعد اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ انہیں عربی نثر ادب نہیں یا ہندی نثر ادب۔ ان کی عربی تخلیقات میں ذرا بھی عجمیت کا احساس نہیں ہوتا۔ آپ کے کلام کو پڑھ کر خود اہل عرب بھی مسحور ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ فاضل بریلوی کے خلیفہ ضیاء الدین احمد مدنی نے علمائے مصر کے سامنے علامہ بریلوی کی منظوم عربی حمد سنائی تو علمائے مصر نے برحسہ کہا کہ یہ اشعار کسی فصیح اللسان عربی شاعر کے معلوم ہوتے ہیں^۳۔ لیکن جب علمائے مصر کو یہ معلوم ہوا کہ یہ اشعار کسی عربی کے نہیں بلکہ احمد رضا ہندی کے ہیں تو وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اس حمد کے چند اشعار یہ ہیں:

الحمد للمتوحد
بجالہ المتفرد
وصلوئہ دائماً علی
خیر الانام محمد
والأل واصحاب ہم
مأوی عند شائد

^۱ معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان، ص ۱۱۹-۱۲۰

^۲ مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین، مطبوعہ، کراچی ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء

^۳ انوار رضا، مطبوعہ شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہر ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۸

وہمن اتی بکلامہ

وہمن ہدیٰ وہمن ہدیٰ^۱

احمد رضا بریلوی کو بھی اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ عربی زبان ان کے رگ و ریشے میں پیوست ہے۔ شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جو گیارہ سال سے زیادہ مدت تک مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا بریلوی کے دارالافتاء میں خدمت افاء سرانجام دیتے رہے، ان کا بیان ہے کہ علامہ بریلوی فرماتے تھے کہ:

”قلب فقیر میں علمی مضامین کی آمد اولاً عربی زبان میں ہوتی ہے، مجھے دوسری زبان میں بیان کرنے کے لیے نقل و ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہے“^۲

مولانا جس بجزجستگی، شگفتگی اور روانی کے ساتھ فارسی اور اردو کے اشعار کہتے تھے اسی بجزجستگی اور روانی کے ساتھ عربی اشعار بھی کہتے تھے۔ آپ کے اشعار کو پڑھ کر برحمتہ یہ احساس ہو جاتا ہے کہ آپ کے یہاں آسہ ہے آورد نہیں، کیونکہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ یاد مصطفیٰ کا شہ آہم مجھے تڑپانے لگتی ہے تو میں عشق رسول میں غوطہ زن ہو جاتا ہوں اور خود بخود میری زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے ہیں۔ اس طرح میں نعتیہ اشعار سے اپنے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اشعار میں درد، تڑپ اور سوز و گداز نظر آتا ہے۔ مولانا بریلوی کو نعتیہ شاعری میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ انھوں نے حسان بن ثابتؓ کو نعت گوئی میں اپنا رہبر بنایا۔ ماہر رضویات پروفیسر محمد سعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابتؓ کو رہبر بنایا اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے:

”رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے“

ان کی کفش برداری اور در کی در بانی اور جا رب کشی کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے لیے سعادت سمجھا ہے:

”کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

کہ رضائے عجیبی ہو، سگ حسان عسرب“^۳

عام طور پر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے استاد شاعروں نے شاعری میں کسی نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے لیکن فاضل بریلوی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے انہوں نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا بلکہ صنف شاعری کے خود ہی استاد اور خود ہی شاگرد تھے جسے شاعری کی اصطلاح میں تلمیذ الرحمن کہا جاتا ہے۔ آپ انفرادی شخصیت کے مالک تھے یہی وجہ ہے کہ شاعری میں آپ کا اپنا ایک مخصوص رنگ اور لب و لہجہ ہے جس میں سوز و گداز بھی ہے، فصاحت و بلاغت بھی اور جذب و کشش

۱ حدائق بخشش (حصہ سوم) احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲

۲ معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء، مطبوعہ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان، ص ۱۱۹

۳ انتخاب حدائق بخشش، پروفیسر سعود احمد، مرہند پبلی کیشنز، کراچی، ص ۲۹۳

بھی لیکن شاعرانہ تخیلات کی بے راہ روی اور ماورائی فضا سے کوسوں دور بالکل اسلامی رنگ میں رچی بسی شاعری کیونکہ خود فرماتے ہیں:

”کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی زالا ہے سکتے میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں ہے“

علامہ کا نعتیہ اردو کلام:

علامہ کا اردو کلام حدائق بخشش اور الاستداد کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ ”حدائق بخشش“ میں کچھ فارسی کا بھی کلام موجود ہے۔ باقی عربی، فارسی کلام منتشر صورت میں موجود ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نے ہندوستان میں عربی شاعری کے موضوع پر علمی و تحقیقی مقالہ لکھ کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”میں نے ریسرچ کے دوران مختلف ماخذ سے حضرت رضا کے عربی اشعار کو اکٹھا کیا جن کی مجموعی تعداد ۳۹۰ ہے جبکہ مولانا محمود احمد کانپوری نے علامہ بریلوی کی متعدد کتب کے حوالے سے ۱۱۲۵ اشعار یکجا کیے ہیں۔ ڈاکٹر محمود حسین بریلوی (ریڈر شعبہ عربی، بریلی کالج، بریلی) نے بھی احمد رضا بریلوی کی جملہ تصانیف سے ۱۱۲۰ اشعار جمع کیے ہیں۔^۳

یہ جملہ اشعار جو مندرجہ بالا اشخاص کی تلاش و جستجو کا ثمرہ ہیں، مطبوعہ شکل میں یکجا دستیاب نہیں ہیں۔ رضا بریلوی کے اشعار کی تعداد یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ مزید تلاش و جستجو سے اور بھی اشعار کا حصول ممکن ہے۔ جامعہ ازہر مصر کے استاد ڈاکٹر حازم محمد احمد عبدالرحیم محفوظ نے علامہ محمد عبدالکحیم شرف قادری (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، لاہور) کے تعاون سے ۷۹۵ عربی اشعار اور ۹۹ مادہ ہائے تاریخ جمع کر کے شعری مجموعہ ”بساتین الغفران“ کے نام سے مرتب کر کے رضویات میں ایک اہم اضافہ کیا ہے۔ یہ عربی شعری مجموعہ پہلی بار ۱۹۹۷ء میں رضا اکیڈمی برطانیہ، رضادار الاشاعت لاہور اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (پاکستان) کے زیر اہتمام طباعت و اشاعت کے مرحلے سے گزرا۔^۴ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احمد رضا بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں ہے جو ”بساتین الغفران“ میں جمع کئے گئے ہیں بلکہ یہ ان اشعار کی مجموعی تعداد ہے جو اس کی جمع و تدوین کے وقت مرتب کو حاصل ہوئے تھے۔ مولانا بریلوی کا یہ عربی شعری مجموعہ اس بات پر دال ہے کہ مولانا موصوف کو کس قدر عربی زبان و ادب پر دسترس حاصل تھی۔ ”الطاری الداری لہفوات عبدالباری“ اور ”حدائق بخشش“ حصہ

۱ ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۳۳

۲ حیات امام اہل سنت، پروفیسر محمد سعید احمد، مطبوعہ، کراچی، ص ۳۴

معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۷۶

۳ مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، مطبوعہ کراچی، ۱۳۲۷س / ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۲

۴ معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۰

۵ الطاری الداری لہفوات عبدالباری، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء احمد رضا خاں۔ بریلوی، ص ۸۰-۹۳-۹۵-۹۶-۹۷

۶ حدائق بخشش، ۱۳۲۵ھ

اول، دوم، سوم کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو کس قدر عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے جس خوبصورتی سے فارسی اور اردو کلام کے ضمن میں عربی اشعار، عربی مصرعوں، اور عربی جملوں کا بر محل استعمال کیا ہے۔ اس سے علامہ بریلوی کی عربی زبان پر قادر الکلامی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی عربی اردو سے کہیں زیادہ فائق نظر آتی ہے۔

فاضل بریلوی نے شاعری کی تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کے یہاں حمد بھی ہے نعت بھی ہے پاکیزہ غزل بھی مدح اور ہجو بھی ہے لیکن آپ کا میلان نعت کی طرف زیادہ تھا۔ خلاف واقع تشبیہات و استعارات اور جھوٹے مبالغے سے جسے شاعری میں لازم و ملزوم کی حیثیت حاصل ہے، اجتناب کیا۔ علامہ کے نعتیہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے مظفر عالم جاوید صدیقی لکھتے ہیں:

”اگر فنی محاسن و صفات کے نقطہ نظر سے مولانا کی نعت گوئی کا تجزیہ کیا جائے تو ان کے تجرعی، شعری صلاحیت، تخلیقی استعداد،

صنعت گری اور زور بیان کے متعدد نمونے ملتے ہیں۔“

مولانا بریلوی نے چار زبانوں پر مشتمل بارگاہ رسالت میں بے مثال نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے جس کی مثال کسی دوسرے شاعر کے یہاں ملنا مشکل ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے نذرانہ عقیدت چار زبان پر مشتمل ہونے کے باوجود فنی اعتبار سے بھی درست ہے۔ بحر کی ترنم ریزی، قافیہ اور ردیف کا پرکشش استعمال اور ہندی زبان کی بر محل آمیزش، لہذا معنوی اور صوتی اعتبار سے یہ نہایت دلکش نظم ہے۔ اس نعت کے ہر مصرعہ کے دو ٹکڑے ہیں اور ہر شعر کے چار ٹکڑے، اور چاروں ٹکڑے چار زبانوں پر مشتمل ہیں:

”لم یاتِ نظیرک فی نظیرِ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
البحر علا والموج طغیٰ من بیکس و طوفاں ہر شر با
منجد ہا میں ہوں بگڑی ہے ہو اموری نیا پار لگا جانا
یا شمس نظیرک الی لیلیٰ چو بطیبہ سی عرضے بکنی“
نوری جوت کی جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ مہ زلف ابراجل

۱ ایضاً حصہ اول، ص ۱۵، ۱۸، ۲۰، ۱۳۸، ۱۶۲

۲ ایضاً حصہ دوم، ص ۳، ۲۱، ۲۵، ۶۶، ۸۶، ۹۲، ۱۱۳، ۱۳۲

۳ ایضاً حصہ سوم، ص ۸۳-۸۴

۴ رسالہ معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۰

تورے چندن پروکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
 انافی عطش و سخاک انم گیسوئے پاک اے ابر کرم
 برن یارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا
 یا قافلتی زیدی اجلك رحمة بر حسرت تشنه لبك
 موراجیرا ربه درك درك طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
 واہا لسو یعات ذہبت آن عہد حضور بارگہت
 جب یاد آوت موہے کرنہ پرت درد اوہ مدینہ کا جانا
 القلب شیخ والہم شجوں دل زار چناں زیر چنوں
 پت اپنی بہت میں کاسے کہوں موراکون ہے ترے سوا جانا
 الروح فداك فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
 موراتن من دهن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
 بس خامۂ خام نوائے رضاً نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا
 ارشاد احبانا طق تھانا چار اس راہ پڑا جانا“

مقطع کے شعر میں ارشاد اور ناطق یہ وہ دو نام ہیں جنکی فرمائش پر علامہ موصوف نے مذکورہ بالا نعت کہی اور ان دونوں حضرات کے نام کو مقطع کے شعر میں اس انداز سے پیوست کر دیا جیسے انگوٹھی میں نگینہ جو دیا جائے۔ ارشاد اور ناطق کی بندش نہایت ہی لطیف انداز میں کی ہے۔

مولانا بریلوی نے کتاب 'العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب المصطفیٰ' (مطبوعہ پٹنہ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء) پر ۱۱۶ اشعار کا قطعہ تاریخ طباعت لکھا۔ الوالحین احمد نوری کی تصنیف 'سراج العوارف فی الوصایا والمعارف' (مطبوعہ بدایوں) پر گیارہ اشعار کا ایک قطعہ لکھا۔ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں ایک طویل عربی قصیدہ 'آمال الابرار' لکھا۔ (مطبوعہ پٹنہ) جو ۱۱۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں مشہور محقق قاضی عبدالودود کے والد قاضی عبدالوحید کا قطعہ تاریخ لکھا۔ ۱۹۱۲ء میں عبدالغنی امرتسری کے انتقال پر ۱۱۰ اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وفات لکھا۔ ۱۹۱۳ء میں مولانا محمد عمر حیدر آباد کے انتقال پر قطعہ تاریخ لکھا۔ ۳ فتاویٰ رضویہ

۱ حدائق بخشش، حصہ اول، احمد رضا بریلوی، ۱۳۲۵ھ، ناشر۔ رضا اکیڈمی، ممبئی

۲ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ۱۳۲۶ھ، ص ۳۱

۳ تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ کان پور، ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

۴ الرضا بریلی، شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء، ص ۳

میں بھی بہت سے اشعار نظر آتے ہیں۔ مولانا بریلوی کے پاس اشعار سے متعلق علمی اور فقہی سوالات بھی آتے تھے۔^۱ علامہ بریلوی نے دوسروں کے کلام کی اصلاح بھی کی ہے۔ چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے مولانا احمد بخش نے اپنا ۱۱۴ اشعار پر مشتمل قصیدہ علامہ بریلوی کے پاس برائے اصلاح بھیجا جس کی اصلاح مولانا موصوف نے کی۔ اس کا عکس پروفیسر مسعود احمد (پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، کراچی، پاکستان) کے پاس موجود ہے۔ اس کے علاوہ رضا بریلوی نے قصیدہ غوثیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا اور اس عربی قصیدہ پر ایک تحقیقی رسالہ بھی سپرد قلم کیا۔^۲ آپ کی تصنیف 'الاجازة الرضویہ لمبجل مكة البہیہ' (۱۳۲۴ھ) میں بھی بہت سے عربی اشعار جا بجا نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ مفوضات میں بھی کئی مقامات پر عربی اشعار ملتے ہیں۔ احمد رضا خاں بریلوی کی بہت سی کتابیں پاک و ہند کے علاوہ حجاز مقدس میں بھی محفوظ ہیں جس سے بھی بہت سے اشعار دستیاب کیے جاسکتے ہیں۔ بہر حال دستیاب شدہ اشعار میں سے منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

حمد

رضا بریلوی نے رب دو جہاں کی تعریف و توصیف اور اس کی قدرت کا ملکہ کو نہایت دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ درج ذیل حمد کو چھوٹی سی بحر میں کہہ کر اس فن میں اپنی مہارت اور قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ سلاست اور روانی اپنے نقطہ عروج پر نظر آتی ہے۔ اس حمد کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

- | | |
|----------------------|------------------|
| ۱۔ الحمد للمتوحد | بجلالہ المتفرد |
| ۲۔ وصلوت مولانا علی | خیر الانام محمد |
| ۳۔ والال امطار الندی | والصحب سحب عوائد |
| ۴۔ لاهم قد هجم العدی | من کل شاؤ ابعد |
| ۵۔ فی خیلهم ورجالهم | مع کل عاد معتد |
| ۶۔ هاوین زلہ مشیت | باغین ذلہ مہتد |
| ۷۔ لکن عبدك آمن | اذمن دعاک یوید |
| ۸۔ لا اخستی من باسهم | یدناصری اقوی ید |

۱ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۹۳-۲۱۱

۲ قصیدہ غوثیہ مع منظوم ترجمہ۔ احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء

۳ الزمر۔ القمریہ فی الذب عن النخریہ، احمد رضا خاں مطبوعہ، لاہور، ۱۳۰۶ھ / ۸۸۸۱ء

۴ رسائل رضویہ، جلد ۲، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری مظہری)، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۶ھ، ص ۲۸۲، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲

- ۹۔ یارب یارب یا
 ۱۰۔ بك التجربك أَدْفَع
 ۱۱۔ انت القوی فقوونی
 ۱۲۔ فالی العظیم توسلی
 ۱۳۔ و بمن اتی کلامہ
 ۱۴۔ وبطیبة و بمن حوت
 ۱۵۔ وبكل من وجد الرضی
 کنز الفقیر الفاقہ
 فی نحر کل مہدج
 انت القدیر فاید
 بکتاہ وبأحمد
 و بمن ہدی و بمن ہدی
 و بمنبر و بمنسجد
 من عند رب و احد

ترجمہ:

- ۱۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنے منفرد جاہ و جلال کے ساتھ یکتا اور یگانہ ہے۔
 ۲۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل محمد ﷺ پر ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔
 ۳۔ اور آپ کی آل پر جو بارش جو دو عطا ہیں، اور آپ کے اصحاب پر جو فوائد منافع کے بادل ہیں۔
 ۴۔ ۵۔ اے رب العالمین! دشمنوں نے دو دراز مقام سے اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ ہر حد سے تجباز کرنے والے ظالم کے ہمراہ مجھ پر یورش کر دی۔
 ۶۔ وہ ثابت قدم انسان کی لغزش کے خواہاں اور ہدایت یافتہ شخص کی ذلت کے طلب گار ہیں۔
 ۷۔ لیکن ترابندہ بے خوف ہے، کیونکہ جو تجھے پکارتا ہے وہ تائید پاتا ہے۔
 ۸۔ میں ان کی طاقت و قوت سے خوف زدہ نہیں، کیونکہ میرے مددگار کا دست قدرت سب سے طاقت ور اور باقوت ہے۔
 ۹۔ اے میرے پروردگار! پالن ہار! اور اے سر و سامان بامایہ کے خزانہ!
 ۱۰۔ میں تیری پناہ لیتا ہوں اور ہر دم کی دینے والے کے سینے میں تیری مدد سے دھکا مارتا ہوں۔
 ۱۱۔ تو قوت والا ہے تو ہمیں قوت دے، اور تو قدرت والا ہے تو ہمیں طاقت بہم پہنچا۔
 ۱۲۔ ۱۵۔ تو خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ، اس کے کلام کو لانے والے (حضرت جبریل علیہ السلام) نبی ہادی اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب، مدینہ طیبہ اور اس کی آغوش میں آرام فرمانے والے نفوس قدیسہ، منبر رسول اور مسجد نبوی اور ہر اس ذات کو وسیلہ بناتا ہوں جس نے خدائے بے نیاز کی طرف سے رضاد

۱۔ ساتین النهران، احمد رضا خاں، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، ص ۸۶-۶۰، مطبوعہ۔ رضا کیڈمی، برطانیہ، ۱۹۹۷ء

خوشنودی کی دولت پالی۔^۱

علامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست اور پناہ چاہتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ عَدَى الْعَادُونَ وَجَارُو

۲۔ وَ كَفَى بِاللّٰهِ وَلِيًّا

و كَفَى بِاللّٰهِ نَصِيرًا

ترجمہ: مخالفین نے ظلم و تشدد سے کام لیا اور خوب جوڑو ستم کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے لو لگا رکھی ہے کیونکہ وہ حقیقی پناہ دینے والا

ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ مالک و ولی ہونے کے لحاظ سے کافی ہے اور اللہ ہی معین و مددگار ہونے کی حیثیت سے کافی ہے۔

نعت

احمد رضا بریلوی ایک ایسے عاشق صادق تھے جن کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن تھا۔ چونکہ فاضل بریلوی کو علوم شریعت پر غیر معمولی دسترس حاصل تھی اس لیے وہ جوشِ عشق و عقیدت کے باوجود نعت گوئی میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
بیجا سے ہے المنة اللہ محفوظ
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

”مولانا حسرت موبانی مرحوم بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے۔ مولانا حسرت موبانی اور مولانا بریلوی میں ایک چیز قدر مشترک تھی اور وہ غوث الاعظم کی ذات و صفات ہے، جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔^۲ حمد اور نعت میں حمد جتنی آسان ہے اتنا ہی مشکل نعت کہنا ہے۔ کیونکہ حمد میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی اس کی تعریف اور اس کی شان میں جتنا کچھ بھی کہا جائے وہ کم ہے، اس کی حمد کرنے کے لیے کوئی بھی حد نہیں ہے۔ صرف اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اس رب دو جہاں کی شان میں کوئی ایسی بات یا لفظ منہ سے نہ نکل جائے جس کی وجہ سے شان الوہیت میں توہین و تنقیص ہونے کا گمان ہو۔ جب کہ نعت میں ایک حد مقرر ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اس قدر غلو نہ ہو جائے کہ آپ بشریت سے خارج ہو کر الوہیت سے ملحق ہو جائیں۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اتنا نہ بڑھنا چاہیے کہ شرک عائد ہو جائے اور نہ ہی اتنا گھٹنا چاہیے کہ کفر کا جرم عائد ہو۔ اس طرح دیکھا جائے تو یہ ایک دشوار منزل ہے۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

^۱ معارف رضا، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۶ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص ۱۲۷

^۲ معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۹

”حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل فن ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“^۱

آپ کی نعتیہ شاعری عشق رسول کی مظہر ہے۔ یاد مصطفیٰ جب آپ کو بے چین کر دیتی ہے تو اس بے چین دل کی تسکین کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عشق میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور لفظ اشعار کے قالب میں ڈھل کر زبان پر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ خود رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”جب سرور عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔“^۲

یہ حقیقت ہے کہ مولانا بریلوی نے نعتیہ شاعری میں صرف وہی لکھا ہے جو انہوں نے خود محسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں صداقت و خلوص کا دریا موجزن نظر آتا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری رسمی اور روایتی نہیں ہے بلکہ حقیقت کی مصداق ہے۔ علامہ کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عشق رسول (ﷺ) آپ کے رگ و پیشے میں خون بن کر دوڑ رہا ہے:

وکل خیر من عطاء المصطفیٰ	صلی علیہ اللہ مع من یتصفیٰ
اللہ یعطی والمحبیب القاسم	صلی علیہ القادة الاکارم
مانال خیر من سورۃ نامل	کلا! ولا یرجی بعیر نائل
منہ الرجاء منہ العطاء منہ المدد	فی الدین والدینا والاخری للآدب ^۳

ترجمہ:

- ۱۔ ہر قسم کی خیر اور نعمت حضور ﷺ کی جانب سے ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ پر دیگر منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت نازل فرمائے۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور رحمت للعالمین بانٹنے والے ہیں۔ اسی لیے قاسم کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اقوام کے بزرگ سردار آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

^۱ المفلوظ، حصہ دوم، مرتب، مصطفیٰ رضا خاں

^۲ سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین احمد، ص ۲۸۳، طباعت، ۱۹۷۳ء، مطبوعہ بستی۔

^۳ حدائق بخشش، احمد رضا خاں (حصہ سوم) ص ۸۱-۸۲، مطبوعہ، نظامی پریس، لاہور

۳۔ کسی بھی پانے والے نے آپ کے علاوہ کسی سے بھی معمولی نعمت نہیں حاصل کی۔ یہ بات یقینی ہے کہ سرور کائنات ﷺ کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

۴۔ انہیں سے آمد ہے، انہیں کی طرف سے سخاوت ہے اور انہیں کی جانب سے دین و دنیا میں اخروی زندگی میں مدد و اعانت ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کو حضور پر نور محمد ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر کامل بھروسہ ہے۔ نبی ﷺ کے دامن عاطفت میں پناہ گزین ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

رسول الله انت المستجار

فلا اخشى الا عادی كيف جارو

بفضلك ارتجى ان عن قريب

ثمزق كيدهم والقوم بأروا

ترجمہ: ۱۔ یا رسول اللہ آپ پناہ گاہ ہیں، اس لیے میں دشمنوں سے ذرا بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم و ستم کریں۔

۲۔ مجھے آپ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ جلد ہی دشمنوں کا گروہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

فاضل بریلوی دربار رسالت میں اعانت کی توقع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول الله انت بُعثت فينا

كريماً رحمةً حصناً حصيناً

تُخَوِّفني العدى كيداً متيناً

اچرنی یا امان الخائفینا

ترجمہ: ۱۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم میں کریم و رحیم، حصن و حصین بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ اے خوفزدہ اشخاص کے مجسم امن و امان! دشمن اپنے زبردست مکرو فریب سے مجھے خائف بنا رہے ہیں۔ اس لیے

آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمائیے۔

رسول الله انت من الرجاء

وفضلك واسع و جداك جود

حبیب الله من تقربه حفظاً

فكل كرهة عند بعيداً

ترجمہ: ۱۔ یا رسول اللہ! آپ ہماری امیدوں کے مرکز ہیں، اور آپ کا فضل و کرم وسیع ہے اور آپ کی سخاوت حقیقی سخاوت ہے۔

۲۔ جس شخص کی حفاظت کے لیے اللہ کے حبیب اس سے قریب ہوں تو اس سے ہر مصیبت دور ہے اور وہ عافیت میں

رہے گا۔

مولانا بریلوی کی نعت گوئی کا طرز امتیاز تو سل اور استغاثہ ہے۔ چنانچہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱ سبائین الغفران، احمد رضا خاں، مرتب، محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، ص ۱۶۲، مطبوعہ۔ ۱۹۹۷ء رضا اکیڈمی، برطانیہ۔

۲ ایضاً، ص ۱۶۲

۳ آمال الابرار، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲۱، مطبوعہ تحفہ حنفیہ، عظیم آباد

ماوی عند شدائد

والآل والاصحاب ہم

بکتابہ و باحمد

فالی العظیم توسلی

ترجمہ: اور ان کے آل و اصحاب پر جو مصائب و آلام کے وقت ہمارا ٹھکانہ ہیں۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں، ایک اس کی کتاب دوسرے آخر الزماں نبی کریم ﷺ جن کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

{ قصیدہ }

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا رخس قلم اس وادی فن میں بھی دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ محدث بریلوی نے دو بلند پایہ قصائد ”قصیدتان رائعتان“ اور ”آمال الابرار والامہ الاشرار“ لکھ کر اس مشکل فن میں بھی اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے اس لیے آپ کی شاعری کا محور بھی رسول خدا ﷺ تھے۔ علاوہ ازیں ان شخصیات کو بھی اپنے قصائد کا موضوع بنایا جو عاشق رسول ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کو راست گوئی اور دین حنیف کی دعوت دیتے رہے۔ مولانا بریلوی نے دیگر قصیدہ گو شعراء کی طرح کبھی بھی روساء، امراء اور بادشاہوں کی شان میں قصائد نہیں کہے۔ آپ کا مدحیہ کلام صرف اس آستانہ کے لیے تھا جو آستانہ پوری کائنات کا مرکز ہے۔ ایک مرتبہ راجا نان پارہ نے مولانا بریلوی سے اپنے لیے چند مدحیہ قصائد کہنے کی فرمائش کی اور اس کے عوض میں بے شمار مال و متاع دینے کی خواہش ظاہر کی۔ راجا نے یہ سمجھا ہوگا کہ دوسرے شعراء کی طرح یہ بھی دربار اور سلاطین سے منسلک ہونگے اور انعام و اکرام کی لالچ میں تعریف و توصیف میں قصیدے کہتے ہوں گے۔ بحر حال راجا کے اصرار پر علامہ بریلوی نے اپنے لب کو جنبش دی اور خاتم الانبیاء کی شان میں سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے:

”وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں“

اور آخر میں مقطع کے شعر میں تو آپ نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو ایک سچا عاشق رسول ہی کہہ سکتا ہے۔ مولانا موصوف نے

نواب نانپارہ کے نام کو الٹ کر بہت ہی دلچسپ اور خوبصورت بات کہہ دی:

”کروں مدح اہل دول رضا! پڑے اس بلا میں مسری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مسرا دین پارہ نان نہیں“

علامہ بریلوی کے عربی قصائد کے مطالعہ سے زمانہ جاہلیت کی شاعری کی شان و شوکت، طرز واد اور وہی فصاحت و

بلاغت دیکھنے کو ملتی ہے۔ رضا بریلوی نے زمانہ جاہلیت کے شعراء کے طرز پر طبع آزمائی ضرور کی لیکن ان کے رجحانات اور

اغراض و مقاصد سے ہمیشہ گریز کیا جیسے امرء القیس کے قصیدہ کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا عشق بے حیائی اور آوارگی کی حد تک بڑھا ہوا ہے جب کہ فاضل بریلوی کا عشق پاکیزہ عشق ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا قصیدہ ”قصیدتان رالعتان“ جو دو عربی قصیدوں کا مجموعہ ہے اور یہ مجموعہ اصحاب بدر کے عدد کی مناسبت سے ۳۱۳ اشعار پر مشتمل ہے اور یہ قصیدہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کی مدح میں کیا گیا ہے۔ اس قصیدہ میں ہمیں زمانہ جاہلیت کے شاعری کی تمام خصوصیات جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ اس قصیدہ میں سراپا منظر کشی، شعروں کی شاندار بندش، شان و شوکت، شجاعت، دلیری، مشکل الفاظ کی کثرت، کھنڈروں اور ہسرینوں سے تشبیہ اور حقانیت اور تغزل کا احساس ہوتا ہے۔ اس قصیدہ میں قصیدہ کے چاروں جزو موجود ہے۔ یہ قصیدہ عربی ادب کا بیش بہا خزانہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں ہر جزو سے متعلق چند اشعار درج کئے جا رہے ہیں جس سے اس صنف میں آپ کی بالغ النظری، بالادستی اور تبحر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

{ تشبیب }

رَنِّ الْحَمَامِ عَلَى السَّجُونِ الْبَانَ	يَا مَا أَمِيلِحْ ذَكَرَ بِيضِ الْبَانَ
تَبْكِي دَمًا وَتَقُولُ فِي اسْبَحَاءِ عَهَا	اللَّهُ يُضْحِكُ سَنَنْ مِنَ ابْكَانِي
وَلَقَدْ دَرِي مِنْ ذَاقِ زَوْقِ صَبَابَةِ	ان اللّٰحونَ مسيرَةٌ الا كنانِ

ترجمہ: ۱۔ بان کے درخت کی شاخوں پر کبوتر فریاد کے انداز میں کہہ رہا تھا کہ کس قدر ممکن ہے مقام بان کی حسیناؤں کا ذکر۔
 ۲۔ وہ خون کے آنسو رو رہا تھا اور اپنے نغموں میں کہہ رہا تھا، اللہ تعالیٰ اسے خوش رکھے جو مجھے مدعو کر رہا ہے۔
 ۳۔ یقیناً اس نے سمجھ لیا جو ذوق عشق سے دو چار ہے کہ اچھی آوازیں دل کے چھپے ہوئے جذبات کو ابھارتی ہیں۔

مَهْ يَا رِضَا ابْنَ الْكِرَامِ الْاِتْقِيَا	يَا غُرْسَ دُوحِ الْعِلْمِ وَالْاِتْقَانِ
دَع عَنْكَ هَذَا لَسْتَ اَهْلَ بَطَالَةٍ	وَ اِنْ هَضَّ اِلَى مَا كُنْتَ فِيهِ تَضَانِي
يَللّٰهُ دَرِّكَ يَا نَصِيحَ نَدِيمِي	اَيَقْظَتْنِي مِنْ غَفْلَةِ الْوَسْتَانِ

ترجمہ: ۱۔ باز آئے رضا! اے علم تقویٰ کے فرزند! اے درخشاں علم و اتقان کے نونہال
 ۲۔ چھوڑا سے کہ تو بیہودہ گو میں سے نہیں ہے اور کھڑا ہو جا اس کے لیے جسے تم برداشت کر سکو۔
 ۳۔ تری بھلائی اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ہے، اے ناصح دوست تو نے مجھے بیدار کر دیا غفلت سے۔

۱۔ ساتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، سنہ طباعت ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، ص ۷۲

۲۔ ایضاً، ص ۷۳، ۷۴

{ گرز }

مَالِي وَلِلغَزْلِ الْمَهِيَجِ فَلَا أَكُنْ

مَا كَانَ هَذَا دِيدَنِي لَكِنَّهُ

اِذْ مَا دَرُومَتِّي وَلَا اَنَا مِنْ دَرٍ

غَزْلًا وَلَمْ أَرْمَرْعِ الْغَزَالَانَ

تَسْبِيحِ شَعْرِ لَادَدِ الشَّبَانَ

اِذْ جِئْتُ اِمْدَحَ رُخْلَةَ لَأَوَانِي

ترجمہ: ۱۔ مجھے کیا نسبت بھرتی غزلوں سے، نہ ہی میں عشق باز مرد ہوں اور نہ میں نے غزلوں کی چراگاہوں کو دیکھا۔

۲۔ نہیں ہے یہ میری شان لیکن یہ شعر کی تمہید ہے کہ جوانوں کا کھیل۔

۳۔ جبکہ نہیں ہے کھیل مجھ سے اور نہ ہی میں کھیل سے ہوں۔ میں تو اس کی تعریف و توصیف میں آیا ہوں جو مرجع خلائق

ہے۔

{ مدح }

رَضِعَ الْمَكَارِمَ فِي صَبَاةٍ وَحَقًّا اِذْ

حَتَّى تَرَبُّيَ زَاكِيًا مَتَزَكِّيًّا

عَبْدَ الْمَجِيدِ فَجَاءَهُ فَضْلُ الرَّسُولِ

خَضَعَتْ لَهُ الْاِعْنَاقُ مِنْ اِعْنَاقِهِمْ

رَبَّتَهُ ظُورَ الْمَجْدِ فِي الْاِخْضَانِ

يَرْبُو عَلَى الْاِمْتَالِ وَالْاِقْرَانِ

لِ مُهَنْئِيًّا بِالْفَضْلِ وَالرَّجْحَانِ

خَدَعَتْ لَهُ الْاِعْيَانُ مِنْ اِعْيَانِ

ترجمہ: ۱۔ انہوں نے عہد طفلی میں اخلاق کریمانہ کا دودھ پیا اور حقیقت ہے شرافت و بزرگی کی ہر نیوں نے اپنی گود میں ان کی پرورش کی۔

۲۔ یہاں تک کہ انہوں نے پرورش پائی نیک اور خوش عیش ہو کر اور جملہ امثال و اقران پر فائق ہو گئے۔

۳۔ عبدالمجید ان کے نزدیک فضل رسول تشریف لائے فضل اور بزرگی کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے۔

۴۔ جھک گئیں ان کے لیے اچھے لوگوں کی گردنیں اور تمام شرفاء ان کے آگے فروتن ہو گئے۔

{ خاتمہ }

وَأَدِمُّ شَابِيْبَ الرِّضَا وَنَدَى الْعَطَا

شَرَّفَتْنَا تَكُونُ حِمَاةَ دِينِ قِيَمِ

لِجَمِيعِ اَهْلِ الدِّينِ وَالْاِدْغَانِ

بَدْعِ الْعَنُودِ وَنَزْفَةِ الْمَجَانِ

۱۔ ساتین الفخران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، ص ۷۴

۲۔ ایضاً، ص ۵۷

حَتَّىٰ نَكُونَ حِمَاةَ دِينٍ قِيَمٍ وَحُمَاةَ شَرِّ الزِّيغِ وَالْبَطْلَانِ ۱

- ترجمہ: ۱۔ تمام برادران دینی و یقینی کو اپنے رضا و خوشنودی کے چھینٹوں اور جو د و عطا کی بارش سے ہمیشہ بہرور کر۔
۲۔ تو نے مجھے حق سے مشرف کیا تو ان معاندین کے افکار نو اور ان گتاخوں کے فتنہ و فاد پر ہمیں فتح و کامرانی عطا فرما۔
۳۔ تاکہ ہم دین حق کے محافظ اور گمراہی و باطل پرستی کے مٹانے والے بنیں۔

مَا غَرَّدَ الْقُمْرِيُّ فِي الْإِفْنَانِ

صَلَّىٰ عَلَيْكَ اللَّهُ يَا مَلِكَ الْوَزِيِّ

مَا اطَّرَبَ الْوَرَقَاءُ بِالْأَلْحَانِ

صَلَّىٰ عَلَيْكَ اللَّهُ يَا فَرْدَ الْعَلِيِّ

رَنَّ الْحَمَامُ عَلَى شُجُونِ الْبَانِ ۲

صَلَّىٰ عَلَيْكَ اللَّهُ يَا مَوْلَايَ مَا

- ترجمہ: ۱۔ اے ساری مخلوق کے بادشاہ! اللہ آپ پر اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے جب تک قمری شاخوں پر نغمہ بجی کرتی رہے۔

- ۲۔ اے بے مثال بلندی والے! اللہ تعالیٰ آپ پر اس وقت تک رحمتیں نازل کرتا رہے جب تک فاختہ اپنی خوش آوازی سے لوگوں کو مست و بے خود کرتا رہے۔

- ۳۔ اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ پر رحمت برمائے جب تک کبوتر بان کی شاخوں پر فریاد کرتا رہے۔

ان قصائد کے علاوہ علامہ بریلوی نے ایک اور طویل قصیدہ ”آمال الابرار و آلام الاشرار“ کے نام سے ۱۳۱۸ھ میں تحریر فرمایا۔ یہ دلیہ قصیدہ ۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں مختلف موضوعات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ تشبیہات و استعارات اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار نمونہ ہے۔

اس قصیدہ کے چند ابتدائی اور آخری اشعار درج ذیل ہیں:

فَأَفْ لِمَنْ يُرِيدُ وَمَنْ يَرُودُ

هِيَ الدُّنْيَا تَبِيدُ وَلَا تَفِيدُ

فَمُلْتَسِسٌ ۚ وَآخِرِ مُسْتَزِيدِ

نُفُوسِ الْجَهْلِ تَائِفَةٌ إِلَيْهَا

وَلَا كِبْشًا لِمَنْ بَجِهَ أَقْوَدُ

وَلَمْ أَرْ مِثْلَ طَالِبِهَا غَيْبًا

تَفَلَّتْ وَهُوَ عَنِ كُلِّ شَرُّودُ

يَبَارِئِي جُهْدَهُ وَإِنْ اسْتَطَاعَ

بَارِ جُلِّهِ وَيَحْقِدُ مَنْ يُحِيدُ ۳

وَذَا الْمَسْكِينِ يَعْدُ وَنَحْوِ مَوْتِهِ

- ترجمہ: ۱۔ یہ دنیا ہلاک کرتی ہے اور فائدہ نہیں پہنچاتی۔ پس اس شخص پر افسوس جو دنیا کا ارادہ کرے اور اس کو تلاش کرے۔

۱ سبائین النهران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، ص ۷۸

۲ ایضاً، ص ۸۸

۳ آمال الابرار و آلام الاشرار، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۳۱۸ھ، حنفیہ عظیم آباد، ص ۲

۲- نادان لوگ دنیا کے شائق اور آرزو مند ہوا کرتے ہیں۔ ایک اس کو ڈھونڈ رہا ہے اور دوسرا زیادتی کے فسر میں ہے۔

۳- میں نے نہیں دیکھا طالب دنیا کی طرح کوئی بے وقوف، یہاں تک کہ بے عقل مینڈھا بھی نہیں کہ جسے میں مذبح کی طرف کھینچوں۔

۴- وہ بھی امکان بھر چلتے ہیں ضد کریگا اور اسے موقع ملے تو ایسا بھاگے کہ میں اسے گھاس دکھاتا ہوں اور وہ پاس نہ آئے۔

۵- اور یہ بے وقوف خود اپنے پیروں سے اپنی موت کی طرف دوڑ رہا ہے اور جو شخص اسے خیر خواہی کی نیت سے روکے وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَن مَّوْتَفَكَاتِ قَوْمِ
صَلَاةَ لَا تَحْدُوا وَلَا تُعَدُّ
سَلَامَ لَا يُمْنِ وَلَا يُمَانِي
رَسُولِ اللَّهِ! أَنْتَ لَنَا الرَّجَاءُ
حَبِيبِ اللَّهِ مِنْ تَقَرُّبِهِ حَفْظًا
هَوْتِ لِهَوِيٍّ فَأُهَوَا هَا ثَمُودُ
لَا تَغْفِي وَإِنْ فَيَنْتَ أَبُودُ
وَلَا يَبْلِي مَثِي بَلِيَّتِ عَهُودُ
وَفَضْلِكَ وَاسِعٌ وَجَمَاكَ خُودُ
فَكُلْ كَرِيهَةً عِنْدَهُ بَعِيدًا

ترجمہ: ۱- کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک قوم (لوط علیہ السلام) کی بستیاں الٹ دی گئیں کیونکہ قوم باطل خواہش کی طرف مائل ہوئی اور ان کے لہو و لعب نے ان کو تباہ کر دیا۔

۲- آپ پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو جو بے حد و حساب ہو جو احاطہ عدد سے خارج ہو اور جو منقطع نہ ہو اگرچہ طویل زمانے فنا ہو جائیں گے۔

۳- آپ پر ختم نہ ہونے والا اور منوخر نہ ہونے والا خدا کا سلام ہو اور جب زمانے پرانے ہوں تو اس میں کہنہ پن نہ پایا جائے۔

۴- اللہ کے رسول اللہ ﷺ آپ ہماری امیدوں کے مرکز ہیں۔ آپ کی بخشش و کرم وسیع ہے۔

۵- جس شخص کی حفاظت کے لیے اللہ کے حبیب اس سے نزدیک ہوں تو اس سے ہر مصیبت دور ہے اور عافیت میں ہے۔

{ مرثیہ }

احمد رضا بریلوی کا رخس قلم اس فن میں بھی دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے مرثیہ کے اشعار کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ نے صرف مرثیہ پر ہی طبع آزمائی کی ہے۔ مولانا موصوف متوفی کے اوصاف و کمالات کو انتہائی خوبصورت پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ فن شاعری پر مہارت رکھنے والے شخص کو عالم دین ہونے کی وجہ سے گمنام شاعروں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔ فاضل بریلوی نے مولانا محمد اسماعیل قادری کی وفات پر مرثیہ لکھا جن کے اشعار کو پڑھ کر مرثیہ نگاری میں مولانا بریلوی کے بلند درجہ کا تعین کیا جاسکتا ہے:

بلی لیلیٰ ذی ہمّ طویل و سیباً
ہبوم علیٰ مہائے جلت
الاکل رزء فی دناک مننتہ
وکل محاق مسفر عن اہلہ
شمال عبید اللہ جلت جلیلہ
وشملیل اسماعیل بالتلوصلت
قضى نخبہ قوم نحب و ننتظر
ترجی و تخسی من شرور اضلت

ترجمہ: ۱۔ اگر میرے خیر خواہ رفیق کے انتقال کی وجہ سے مجھ پر غم کی رات طویل ہوگئی ہے تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ سخت رنج و غم میں مبتلا شخص کی رات طویل ہوا کرتی ہے اور خاص طور سے ویرانوں اور بیابانوں کے رہنے والوں کے مصائب عظیم تر ہوا کرتے ہیں۔

۲۔ اے ممدوح! آپ کی ذات ایسی تھی کہ آپ سے نزدیک ہونے پر تکلیف ختم ہو جایا کرتی تھی۔ اللہ کا یہ مقررہ قانون ہے کہ مہینے کی آخری تین راتوں میں چاند دکھائی نہیں دیتا مگر وہ پہلی تاریخ کو ہلال بن کر جلوہ گر ہوتا ہے اور ماہ تاباں بنتا ہے۔ اسی طرح آپ کے پاس کوئی مغموم پہنچتا تھا تو وہ خوشی۔ خوشی واپس لوٹتا تھا۔

۳۔ عبد اللہ کا بایاں ہاتھ عظیم الشان تھا، دائیں ہاتھ کی عظمت کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں یعنی وہ خیر و بھلائی، ہدایت و ارشاد اور علم و عمل میں بلند پایہ تھے۔ مرحوم اسماعیل کا بایاں ہاتھ عبد اللہ کے پیچھے دوسرے نمبر پر تھا، یعنی اسماعیل اپنی عظمت و رفعت، عادات، خصائل اور اعمال وغیرہ میں عبد اللہ سے انتہائی قریب تھے۔

۴۔ دنیا سے وہ قوم رخت سفر باندھ چکی تھی کہ جس سے ہمیں محبت تھی راہ حق پر گامزن ہونے کی وجہ سے ہم مصلح جماعت کے منتظر رہتے ان سے اپنی امیدیں وابستہ کرتے اور سایہ فگن ہو جانے والے مصائب سے ہم خائف رہا کرتے۔

واذ خیر مانز رجوہ ان کان ودنا
قضى الله في خيانة جمع شملنا
لخالص دين الله من دون الله
وبؤأنافی روضة مخصلة

حبا لله اسماعيل فضلاً ورحمةً

واكرم مثواه بمنزل خلة

الهي اليك بالحبيب توّسلي

به فاغفر اللهم ذنبي ولّتي

ترجمہ: ۱۔ تمام مواقع امور میں سب سے بہتر یہی ہے کہ ہماری باہمی الفت و مودت اللہ جل جلالہ کے دین کے لیے ہو اور اس میں کسی بھی خرابی کا ثابہ نہ پایا جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ ہم اہل حق کے گروہ کو اپنی جنتوں میں جمع اور سرسبز باغات میں ہماری قیام گاہ بنائے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اسماعیل کو فضل و رحمت سے اور ان کی فرد گاہ کو دوستی کے اعلیٰ مرتبہ سے نوازے یعنی جو رحمت میں اپنے قرب سے نوازے۔

۴۔ اے رب العالمین! تری بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ کو اپنا وسیلہ اور شفیع بناتے ہوئے استدعا ہے کہ میرے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت فرمادے۔

حکیم اجمل خاں کے والد حکیم محمود خاں کے انتقال پر حضرت رضا بریلوی کا کہا ہوا درج ذیل مرثیہ آج بھی اس پتھر پر کندہ ہے جو حکیم صاحب کے قبر کے سرہانے لگا ہوا ہے:

البکت شریفاً صادقاً محموداً

بکت العیونِ اماً تُریدُ محموداً

فأست وھلّ باساً تُحسُّ فقیداً

أسفت لفقید لظب عصر قوامہ

قبر الذی فی الظب مات حمیداً

أملت علی مثواہ یوم معادہ

ترجمہ: ۱۔ آنکھوں نے آنسو بہائے، کیا آنکھوں نے اشک رواں سے ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں۔

حکیم شریف خان، حکیم صادق خاں، حکیم محمود خاں کا بالترتیب ذکر اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں کیا گیا ہے۔ حکیم شریف خاں اور حکیم صادق خاں محمود خاں کے جدا مجد اور والد مکرم ہیں۔

۲۔ آنکھیں غمگین ہیں کیونکہ طب نے اپنے مایہ صحت کا سہارا کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہے کیا ہسم سے رحلت اختیار کر کے گم ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرے کا احساس ہے۔

۳۔ حکیم صاحب کی رحلت کے وقت آنکھوں نے ان کی قبر پر برحمتہ تحریر کرایا۔ یہ اس شخص کی قبر ہے جس نے فن طب میں اعلیٰ زندگی بسر کی اور بعد مردن تعریف و توصیف کا حق دار بنا ہے۔

{ تقاریط }

مولانا احمد رضا بریلوی نے اپنے معاصر علماء کی علمی کتابوں پر منظوم تقاریط بھی ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تقاریط لکھیں۔ یہ تقریظیں نثر کے علاوہ نظم میں بھی موجود ہیں۔ مولانا موصوف نے ابوالحسین احمد نوری (میاں صاحب قادری) کی شہرہ آفاق تصنیف ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ پر گیارہ اشعار پر مشتمل تقریظ لکھی۔ اس کے علاوہ ”انوار ساطعہ“ پر بھی شعر کے پیرائے میں تقریظ لکھی۔ اس کے علاوہ کتاب ”العسل المصنئی فی عقائد ارباب سنتہ المصطفیٰ (مطبوعہ میرٹھ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) پر ۱۱۶ اشعار کا قطعہ تاریخ طباعت تحریر کیا ہے۔

ایا سیدی با بن عز غطارف
کلامک نور بہاء السلاسل
وتحقیق وترویج و کشف القلوب
ولأغر وان جاء منک سراج
ارانا سراجک باللیل شمساً
فهل مثله فی تلید و طارف
ویا احمد النور نور الاعارف
وشهد مصغی عن الذیغ صارف
دلیل الیقین سراج العوارف
فانک نور سی ناد المعارف
وشمس بلیل عجیب و طارف
واین فآین تراہ الطوارف

ترجمہ: ۱۔ اے میرے سردار! اے معزز سرداروں کے بیٹے اور اے احمد جو خود بھی نور ہے اور مشہور و معروف اکابر کا نور ہے۔ یعنی نور کو وراثت میں بھی پایا ہے۔

۲۔ آپ کا کلام کتاب کی سطروں کی آب و تاب کا نور ہے۔ خالص و صاف شہد ہے اور کج روی سے حق کی طرف پھیر دینے والا ہے۔

۳۔ آپ کی تصنیف افسردہ قلوب کے رنج و غم کے سکون و آرام کا تحقیقی سرمایہ، یقین کی دلیل اور علوم کی مشعل راہ ہے۔

۴۔ اگر آپ نے ”سراج العوارف“ نامی کتاب تصنیف کر کے شمع روشن کر دی ہے تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ آپ علوم کی مجلس میں نور پھیلانے والے ہیں۔

۵۔ آپ کی تصنیف ”سراج العوارف“ نے ہمیں رات میں آفتاب دکھایا اور رات میں آفتاب کا وجود عجیب و غریب امر ہے۔

۶۔ کیا قدیم و جدید زمانے میں ”سراج العوارف“ جیسی کوئی تصنیف ہے اور ایسی تصنیف کہاں ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے تو اس جیسی کتاب آنکھیں کہاں دیکھ سکتی ہیں۔

۱ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ابوالحسین احمد نوری (میاں صاحب قادری)، مطبوعہ، ۱۳۱۳ء و کٹوریہ پریس، بدایوں، ص ۱۲۳-۱۲۴

کتاب "انوار ساطعہ" کی تقریظ کے چند اشعار:

ولا أدري وسوف أخال أدري

فمن في كفه منهم خضاب

فما فيهم رشيد الصدق إلا

فما معني تجاورهم ولكن

اقوم حدال نخدام تساء؟

لمن في كفه منهم لواء

وان تمعن فرشدهم هياء

عسى الجنان يهدى من يساء

ترجمہ: ۱۔ سردست مجھے علم نہیں ہے البتہ امید ہے کہ کچھ دیر بعد مجھے حقیقت حال معلوم ہو جائیگی کہ میرے مخالفین نجدیوں کی اولاد ہیں یا عورتیں۔

۲۔ لوگوں میں سے جس کے ہاتھ میں مہندی لگی ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں جنگ کا جھنڈا ہو۔

۳۔ میرے اعدا میں سے کوئی بھی حق و صداقت میں کامیاب نہیں ہوا بلکہ اگر تم غور سے دیکھو تو ان کی ہدایت اس خس و خاشاک کی مانند ہے جس کے ذرات صرف آفتاب کی کرنوں میں دکھائی دیتے ہیں۔

۴۔ آپ نے راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں سے تمام مطالب پر گفتگو کر لی ہے لیکن ہدایت خدا کی مشیت میں ہے وہ بڑا مہربان ہے اور اپنی عنایت سے جسے چاہتا ہے راہ راست پر گامزن کر دیتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی محرم الحرام ۱۳۲۲ھ میں مکہ معظمہ میں طبیعت ناساز ہوئی تو آپ کی عیادت کے لیے روزانہ حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل بن خلیل آتے تھے لیکن دو روز مسلسل خلاف معمول آپ نہیں آئے تو احمد رضا بریلوی نے ایک پرچہ پر یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

هذا ان يومان ما فزنا بطلعتكم

قالو لقاء خليل للعليل شفاء

عود تمونا طلوع السمس كاضحي

ولو قدرتا جعلنا رأسنا قدما

الاتحبون ان تبروا لنا سقمنا

وهل سمعتم كريمًا يقطع الكراما

ترجمہ: ۱۔ یہ دو دن ایسے گزرے کہ دیدار نصیب نہ ہوا، اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے۔

۲۔ لوگ کہتے ہیں کہ وصل یا بیماری کے لیے شفا ہے، کیا آپ ہماری بیماری کے لیے شفا نہیں چاہتے؟

۳۔ آپ نے ہمیں عادی بنا دیا ہے کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے اور آپ نے کہیں سنا ہے کہ کریم نے کرم کرنا چھوڑ دیا ہے۔

احمد رضا بریلوی کو شعر و سخن میں اس قدر عبور حاصل تھا کہ وہ مشکل مسائل کو بھی شاعری کی زبان میں حل کر دیتے۔ مولانا

۱ انوار ساطعہ، بحوالہ حدائق بخشش حصہ سوم، ص ۹۰

۲ املقو: احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ ۱۳۳۸ھ کراچی، ص ۱۸

بریلوی کا یہ خاص وصف تھا کہ جو شخص جس لب و لہجہ میں آپ سے سوال کرتا آپ اسی انداز میں اس کا جواب دیتے۔ یہاں تک کہ آپ نے فتویٰ نویسی جیسے اہم مباحث میں بھی شعر و سخن سے کام لیا۔ آپ کے پاس شعر کے پیرائے میں بہت سے علمی اور فقہی سوالات آتے تھے۔^۱

اگر مستفتی نے شاعری کی زبان میں سوالات کیا تو مولانا موصوف بھی اسی انداز میں جواب دیکر سائل کو مطمئن کر دیتے۔ شاعری انداز میں فتویٰ دینے کی ایسی بہت سی مثالیں آپ کے فتاویٰ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۳۰۳ھ میں شیخ عبد الجلیل پنجابی نے رضا بریلوی کو ایک استفتاء ارسال کیا کہ روسر کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو پاک اور ناپاک ہڈیوں میں کوئی تمیز و احتیاط نہیں ہوتی اور نہ ہی اس بات کا خیال ہوتا ہے کہ یہ حلال جانور کی ہڈیاں ہیں یا حرام جانور کی، اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے

سمع المولى وشكر	لمن حمد العلى الاكبر
شكر ربنا الذواحلى	من كما يلذو يستحلى
والصلوة والسلام	على سيد الانام
اعظم بعسوب لنحل الاسلام	عذب الريق حلوا الكلام
مبع شهديزيل اسقام	واله وصحبه العظام الفخام
ما ائتفى بالعسل مريض سقيم	واحب المحلومسلم سليم ^۲

{ اصلاح اشعار }

احمد رضا بریلوی کی بے پناہ شعری صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کے پاس اصلاح کے لیے اشعار بھی آتے تھے۔ چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے مولانا احمد بخش نے ۱۱۴ شعروں کا طویل عربی قصیدہ برائے اصلاح فاضل بریلوی کے پاس بھیجا۔ مولانا بریلوی نے شدید علالت کے باوجود ۱۱۴ میں سے ۱۰۱ شعروں میں ترمیم و تبدیلی کی اور ۱۲۴ اشعار بدل کر نئے اشعار کا اضافہ کیا۔ بطور مثال یہ شعر:

”یا من شمال للیتاحی والمسا	کین ومن عیلے وارامل“
ترمیم: یاخیر کھف	لاذبه المعیل
آپ نے وجہ ترمیم یہ لکھی:	

^۱ فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۶، ص ۱۹۳-۲۱۱

^۲ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، حصہ دوم، احمد رضا خاں، ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۴ء

حذف مبتدا اور عملی بمعنی معیل، میرے خیال میں بنفسہ نہیں اور یہاں مفعول نامطبوع اور تائیس بھی۔

”لکنی ابنی شخفت بہ
حباولکن قدیتساہل“

ترمیم: مولانی ابن قدش غفقت بہ
حباولکن اراہیعمل

اس کی وجہ ترمیم یہ لکھا:

نبی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں فاعل نامطبوع اور تساہل غالباً متعدی بنفسہ نہیں ہوتا اور تائیس تھی اور پہلا ”لکن“ بے محل ساتھ۔^۱

اس قصیدے کی اصلاح میں رضا بریلوی نے نحوی، لغوی اور عروضی پلہوؤں کا خاص خیال رکھا۔ اس عربی قصیدے کی اصلاح سے آپ کی اصلاح کلام کی صلاحیت اور تنقیدی شعور کا پتہ چلتا ہے۔

احمد رضا بریلوی کو تاریخ گوئی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

”اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمایا کرتے تھے جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گزرے گا۔“^۲

احمد رضا بریلوی نے نہ صرف مختلف اصناف سخن جیسے حمد، نعت، منقبت، قصیدہ مرثیہ وغیرہ میں اپنی جودت طبع دکھائی ہے بلکہ آپ نے فی البدیہہ تاریخیں اور تاریخی قطعات کہے ہیں۔ تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کا استخراج بھی شعری لب و لہجہ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس انداز میں کیا ہے کہ شعری محاسن ملحوظ رہے، آپ نے مختلف صنعتوں میں تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات نکالی ہے۔

{ صنعت توشیح }

مولانا بریلوی نے اس اہم صنعت میں اپنے پیر و مرشد شاہ سید آل رسول مارہروی کی تاریخ انتقال نکالی ہے

خذالتاریخ فی التوشیح نظماً
وخذ من کل قطرٍ مثل سطرٍ
یلوح کانه البدر المنیر
تکن میتاً ولیس له نظیر

۱۲۹۶ھ

وصول طیب بدر امیر

۱۲۹۶ھ

ولی طاہر بر امام

^۱ قصیدہ مدحیہ مع ترمیم قلمی نسخہ، احمد بخشش، ص ۳

^۲ حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ظفر الدین بہاری، مطبوعہ کراچی ۱۹۳۷ء، ص ۱۰

ودود طائب بدل اجیرا

وحید طائع بحرمان

{ صنعت ترصیح }

رضابریلوی نے صنعت ترصیح میں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات نکالی ہے۔ صنعت ترصیح وہ صنعت ہے جس میں ایک قطع یا قصیدہ، یا مرثیہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا ہر جملہ سے ایک ہی سن یا مختلف سنین کے ماڈے پیدا ہوں۔ درج ذیل تواریخ ولادت اور تواریخ وفات اسی صنعت میں ہے:

رضی الاحوال بھئی المکان

۱۲۲۶ھ

شہاب المذتقین الامائل

۱۲۲۶ھ

برئی من الخسوف والكف

۱۲۲۶ھ

اقدم حذاق الکراما

۱۲۲۶ھ

جاء ولی نقی السوب علی السان

۱۲۲۶ھ

ہو اجل محققى الافاضل

۱۲۲۶ھ

قمر فی برج الشرف

۱۲۲۶ھ

فضل سباق العلماء

۱۲۲۶ھ

{ تواریخ انتقال }

خاتم اجله الفقها

۱۲۹۷ھ

ان فقد فتلك كلمة بها يهتدى

۱۲۹۷ھ

وفاة عالم الاسلام ثلثة في جمع الانام

۱۲۹۷ھ

كمل له ثوابك يوم النشور

۱۲۹۷ھ

كان نهاية جمع العظماء

۱۲۹۷ھ

امين الله في الارض ابدا

۱۲۹۷ھ

ان مودة العالم مودة العالم

۱۲۹۷ھ

خلل في ياب العباد لا يسند الى يوم القيام

۱۲۹۷ھ

۱ امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں بریلوی، ۱۳۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، ناشر: ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ (بہار)، ص ۷۶

۲ حدائق بخشش، احمد رضا خاں، حصہ سوم، مرتب: مولانا محمد محبوب، مطبع: پبلی بھیت، ص ۸۷

امنحه جنة اعدت للمتقين

۱۲۹۷ھ

یاغفور

وادخلی فی جنتی وعبادی

۱۲۹۷ھ

۱۲۹۷ھ

انما یبایعون اللہ الوہاب

ان الذین یبایعونک

۱۲۹۷ھ

پیر عبد الغنی امرتسی علیہ الرحمہ کی وفات (۱۴ شوال ۱۳۳۸ھ) پر احمد رضا خاں نے عربی زبان میں دس اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا جو فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

متیقن ولناس فی النساء

الموت حق یالہ من جاء

مع ما یرون من اية بولاء

انساء هم الانساء فی اجالہم

والاخذ بالباساء والضراء

النفص من اموالہم وثمارہم

وبدت من الحضراء والغبراء

عجا لخافية غدت مخفية

یلہو ویلعب تاسیا لقضاء

اطفل شب وشاب وهو کابدا

عبد الغنی بجنة علیاء^۱

رقم الرضاتاریخہ متفائلا

۱۳۳۸ھ

ترجمہ ۱۔ موت حق، عجب اس آنے والی سے جو یقینی اور لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔

۲۔ ان کی موت میں ڈھیل نے انہیں بھلا دیا حالانکہ پے درپے اس کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں۔

۳۔ ان کے مالوں اور پھلوں میں کمی اور سختی اور آزادی کی گرفت۔

۴۔ عجب اس نہاں یا عیاں سے کہ پوشیدہ رہی حالانکہ آسمان وزمین سے ظاہر ہو رہی ہے۔

۵۔ بچہ جوان ہوا، بوڑھا ہوا اور روز اول کی طرح کھیل کود میں ہے اور قضا کو بھولا ہوا ہے۔

۶۔ رضانے فال کے طور پر اس کی تاریخ لکھی عبد الغنی بہشت بریں میں ہیں۔

مولانا مفتی برہان الحق جبپوری کے جد امجد مولانا عبد الکریم جبپوری کا انتقال ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء میں ہوا۔ جب آپ کے انتقال کی اطلاع بریلی پہنچی تو احمد رضا خاں نے بطور تعزیت عربی میں قطعہ تاریخ تحریر کیا۔ یہ قطعہ تاریخ

^۱ امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں، ۱۳۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، ناشر: ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ (بہار)، ص ۷۸

^۲ ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذی قعدہ، ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۳

عربی زبان و ادب کا شاہکار ہے:

قیل مات الزکی عبدالکریم
حی عن بنیہ فکیف یموت
ایموت الذی خلف؟
جبل الدین راسخ بقیامہ
قلت تاریخ عیشہ الأبدی
قلت کلاب احتظی بدوام
انما المیتک هالک الا وهام
سلم الله مثل عبد السلام
فی جبلفور شامخ الاعلام
دام عبد الکریم خلد کرام

۱۳۱۷ھ

مولانا محمد عمر حیدر آبادی کے انتقال پر رضا بریلوی نے ”قطعہ وفات“ لکھا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں

”الاسقی الله قبراً مشوب عاریة
قبراً ثوی بثواب الله فیہ عمر
عبد بغوث البرایا سید سند
ترجمہ: ۱۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو صبح کے ابر کی بارش سے سیراب فرمادے اور اپنے فیض کی تیز بارش سے خوب۔ خوب
شاداب فرمائے کیونکہ مرحوم بھی بہت داد و دہش کرنے والے تھے۔
۲۔ وہ قبر جس میں اللہ کے عطا کردہ اجر عظیم کے ساتھ متوفی عمر مدفون ہیں، وہ ہدایت کے نور سے معمور و آباد ہے اور دین
کے لیے صاحب وقار ہے۔
۳۔ مخلوق کی اعانت کی وجہ سے مرحوم مخلوق کے سردار اور سہارا تھے۔ وہ پے در پے مدد کرنے والے اور اپنی روشن
ضمیری کے باعث بکثرت غیب کی باتیں بتانے والے تھے۔

مشہور و معروف محقق و نفاذ قاضی عبدالودود کے والد ماجد قاضی عبدالوحید (خلیفہ احمد رضا) کا انتقال ۲۰ ربیع الاول
۱۳۲۶ھ کو ہوا۔ احمد رضا بریلوی آپ کے جنازے میں شریک ہوئے تھے۔ رسالہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) کے بقول جنازے کے
ہمراہ جاتے ہوئے علامہ بریلوی نے راستے ہی میں قبرستان پانچپے سے پہلے ہی فی البدیہہ قطعہ تاریخ کہا:

یا کرّم الخلق انت الکریم
قال الرضا فی الدعا حسین ارخ
وهب المتقون من جنات و عیون
اکرم القاضی عبدالوحید
ارحم القاضی عبدالوحید^۲
۱۳۲۶ھ

۱۔ اکرام امام احمد رضا، مفتی برہان الحق، مطبوعہ، ۱۹۸۱ء، مرکزی مجلس رضا، لاہور

۲۔ انوار رضا، مرتب: سید محمد جیلانی، مطبوعہ، ۱۹۷۷ء، شرکت حنفیہ لاہور، ص ۵۷۵

۳۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الثانی، ۱۳۲۳ھ، ص ۱۳

علاوہ ازیں مولانا عبد السلام جلیپوری اکی زوجہ سکینہ خاتون کی تاریخ وفات بھی استخراج فرمائی۔
احمد رضا بریلوی نے اپنے دوست محمد اسماعیل قادری نقشبندی کی تاریخ وفات تحریر فرمائی جو جذب و کشش کا شاندار نمونہ ہے:

يَنْمُقُ فِي تَارِيخِ رَحْلَتِهِ الرَّضَا
سَحَائِبَ مَبْحِ السَّفْحِ مِثْوَاكِ بَدَّتْ ۱۳۱۷

وَقَتُّكَ مَرَاتِي اللَّطْفِ كُلِّ كَرِيهَةٍ ۱۳۱۷
سَفْتِكَ سَوَاقِي الرَّافِ اِرْجِ طَلَّةِ

ترجمہ: ۱۔ اسماعیل مرحوم کی وفات پر رضا ایک حسین تاریخ وفات کہہ رہا ہے۔ دامن کوہ میں برسنے والے پانی سے لبریز بادل
آپ کی قیام گاہ کو تر کریں یعنی آپ ہر قسم کی مسرتوں سے ہم کنار ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے الطاف و عنایات اسماعیل مرحوم کو ہر ذیت سے محفوظ رکھیں اور اس کے کرم کا دریا ہلکی بارش سے تر کیے
ہوئے معطر مرقد کو سیراب کرے یعنی فرحت و انبساط سے لطف اندوز ہوں۔

اس طرح دیکھا جائے تو علامہ بریلوی نے متعدد علماء کی تاریخ وفات اور تاریخ ولادت کہی ہے جس کی ایک لمبی فہرست ہے۔
فاضل بریلوی جب ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج و زیادت کے لیے حرمین شریفین گئے تو وہاں علماء اور ارباب علم و دانش
آپ کی علمی جلالت کے گرویدہ ہو گئے۔ علمائے حجاز نے آپ سے سندات و اجازات حاصل کیا۔ حافظ صالح جمل اللیل نے ۲۸
ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو علامہ بریلوی سے اجازات طلب کیں۔ احمد رضا بریلوی نے سند مرحمت فرمائی اور اس کا تاریخی نام ”الاجازة
الرضویہ لمبجل مکة البھیة“ رکھا۔ اس سند کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ صنعت توشیح میں ہے جس کے ہر مصرع کے پہلے حرف کو
ملانے سے ”صالح کمال“ پڑھا جاسکتا ہے:

ص - صَلَّحَتْ قُلُوبَ الْعَارِفِينَ فَأَصْلَحَتْ

ا - أَعْضَاءُ هُمْ فِي طَاعَةِ الْبِقْضَالِ

ل - لَا غُرُوانَ بِحَسَنِ اِحْوَالِ الْمَلِكِ

ح - حَسَنًا لِمَلِكِ الْمَلِكِ فِي الْاِحْوَالِ

ک - كَمْ عَالَمٍ فِي عَالَمِ الدُّنْيَا بَدَأَ

م - مَا عَلَّمَهُ الْاَشْقَامُ شَقِيقًا قَالَ

ا - الْعِلْمُ قَلٌّ وَبَعْدُ فِيهِ تَكْثُرُ

ل - لَكِنْ عَلَيْكَ بِصَالِحِ لِكَمَالِ

۱ تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ ۱۹۷۰ء، خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور، مظفر پور، ص ۱۷۶-۱۷۷

۲ الاجازات الرضویہ المبجل مکة البھیة، احمد رضا خاں، مشمولہ، مخطوطہ، کتب خانہ، جامعہ منظر اسلام، بریلی۔

الاجازات المتینہ لعلساء بکة والمدینة، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳۰ (قلمی)

ترجمہ: پہلے اہل عرفان کے دل درست ہوتے ہیں، پھر وہ دل ان کے تمام اعضاء کو سنوار کر اس ذات کی عبادت پر لگا دیتے ہیں جو کثرتاً فضل ہے۔ اس پر تعجب نہیں کیونکہ سلطان کے اپنے احوال جب درست ہو جائیں تو اس کے پورے ملک کے احوال درست ہو جاتے ہیں۔

اس دنیا میں کتنے علماء ایسے بھی ملتے ہیں جو اونٹ کے بلبلانے کی آوازوں کے سوا کچھ نہیں جانتے (یعنی ان کے پاس زبانی جمع خرچ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا) علم کم ہو گیا ہے اور دعویٰ علم دور تک پہنچ گیا ہے تو تجھ پر ان کا دامن پکڑنا ضروری ہے جو کمال کے صالح ہیں (صالح کمال)۔

اسی طرح اسماعیل خلیل مکی کو بھی شعر کے پیرائے میں سند عطا فرمایا اور یہ بھی صنعت تو شیح میں ہی ہے۔ اس میں ہر مصرع کے پہلے حرف سے سند لینے والے کا نام مستخرج ہوتا ہے:

- ۱۔ اللہ ارسل للخلال خلیلاً
- س۔ سد الخلال ولم یخّل خلیلاً
- م۔ مُنِحَتِ بَتْوَه جلال خیر طبقة
- ع۔ عن طبقةٍ وَنِجَمٍ جلیلاً حلیلاً
- ی۔ یا عزبیتِ جَاءَ فِیہ المصطفیٰ
- ل۔ للمصطفیٰ العزُّ الجلیلُ أنیلًا
- خ۔ خلت القرون وما خلاً دالبیت من
- ل۔ لطف الإله ولن یُزی تحویلاً
- ی۔ یُمن الخلیل مع الحبیبِ توافقاً
- ل۔ لیَدیمة الرّبِّ الجلیلُ جلیلاً

ترجمہ: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی حاجت برآری کے لیے اپنا خلیل بھیجا انہوں نے رخنہ بند کیے اور کسی ضرورت مند کو اپنے کرم سے محروم نہ رکھا۔

- ۲۔ ان کی اولاد کو بھی بہترین عادتیں مرحمت ہوئیں اور وہ عادتیں ہر قبلہ تک پہنچیں۔
- ۳۔ کس قدر افضل اور اعلیٰ ہے وہ گھرانہ جس میں محمد ﷺ کا ظہور ہوا، اعلیٰ عزت تو محمد ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔
- ۴۔ صدیاں گزر گئیں اس گھرانے پر ہمیشہ اللہ کا کرم رہا اور مستقبل میں بھی اس کی مہربانیاں ان سے نہ پھریں گی۔
- ۵۔ خلیل نبی برکت حبیب کے ساتھ موافقت کیے ہوئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ کے لیے بڑے مرتبے پر رکھے۔

اس طرح دیکھا جائے تو وہ تمام اشعار جن کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے احمد رضا بریلوی کی زندگی کے صرف چند موہیں ہیں اور یہی موہیں کسی بحر ذار کا بتہ دیتی ہیں۔ انہیں عربی شعر گوئی میں ملکہ حاصل تھا۔ وہ شاعری کے اسرار و موز سے پوری طرح نہ صرف واقف تھے بلکہ ان کو برتنے کا ہنر بھی جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں صنایع و بدایع کا بھی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں عربی شاعری کو فروغ دینے والوں میں احمد رضا خاں بریلوی کا حصہ بہت زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔

- ۱- ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، دہلی، شماره ۱۲، جلد ۵، ص ۷۷۶
- ۲- معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان، ص ۱۱۹-۱۲۰
- ۳- مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین، مطبوعہ، کراچی ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۶ء، ص ۳۱
- ۴- انوار رضا، مطبوعہ شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور، ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۸
- ۵- ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر، ص ۴۳۵
- ۶- حدائق بخشش (حصہ سوم) احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲
- ۷- معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء، مطبوعہ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان، ص ۱۱۹
- ۸- انتخاب حدائق بخشش، پروفیسر سعید احمد، سرہند پبلی کیشنز، کراچی، ص ۲۹۳
- ۹- ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص ۴۳۳
- ۱۰- حیات امام اہلسنت، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ، کراچی، ص ۳۴
- ۱۱- معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۷۶
- ۱۲- مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، مطبوعہ کراچی، ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۲
- ۱۳- معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۰
- ۱۴- الطاری الداری لہفوات عبدالباری، ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء احمد رضا خاں بریلوی، ص ۸۰-۹۳-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸
- ۱۵- حدائق بخشش، ۱۳۲۵ھ
- ۱۶- ایضاً حصہ اول، ص ۱۵-۱۸-۱۹-۲۰-۱۳۸-۱۴۲
- ۱۷- ایضاً حصہ دوم، ص ۳-۴-۲۱-۲۵-۶۶-۶۸-۹۲-۱۱۴-۱۳۲
- ۱۸- ایضاً حصہ سوم، ص ۸۳-۸۴
- ۱۹- رسالہ معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۰
- ۲۰- حدائق بخشش، حصہ اول، احمد رضا بریلوی، ۱۳۲۵ھ، ناشر۔ رضا اکیڈمی، ممبئی
- ۲۱- تحفہ حنفیہ (پہنہ) شماره ۱۳۲۶ھ، ص ۴۱
- ۲۲- تذکرہ علمائے اہلسنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور، ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء
- ۲۳- الرضا بریلی، شماره محرم الحرام ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء، ص ۳
- ۲۴- فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۹۳-۲۱۱

- ۴۶۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، سید نور محمد، ص ۴۶
- ۴۷۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ابوالحسین احمد نوری (میاں صاحب قادری)، مطبوعہ ۱۳۱۳ھ و کنوڑیہ پریس۔
بدایوں، ص ۱۲۳-۱۲۴
- ۴۸۔ انوارِ سامعہ، بحوالہ حدائقِ بخشش حصہ سوم، ص ۹۰
- ۴۹۔ الملقوظ، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ ۱۳۳۸ھ کراچی، ص ۱۸
- ۵۰۔ فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۶، ص ۱۹۳-۲۱۱
- ۵۱۔ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، حصہ دوم، احمد رضا خاں، ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء
- ۵۲۔ قصیدہ مدحیہ مع ترمیم قلمی نسخہ، احمد بخش، ص ۳
- ۵۳۔ حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ظفر الدین بہاری، مطبوعہ کراچی ۱۹۳۵ء، ص ۱۰
- ۵۴۔ امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں بریلوی، ۱۳۲۰ھ ۱۹۹۹ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ
(بہار)، ص ۷۶
- ۵۵۔ حدائقِ بخشش، احمد رضا خاں، حصہ سوم، مرتب۔ مولانا محمد محبوب، مطبع۔ پبلی بھیت، ص ۸۷
- ۵۶۔ امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں، ۱۳۲۰ھ ۱۹۹۹ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ
(بہار)، ص ۷۸
- ۵۷۔ ماہنامہ الرضا (بریلی) شماره ذیقعدہ، ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء، ص ۳
- ۵۸۔ اکرام امام احمد رضا، مفتی برہان الحق، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، مرکزی مجلس رضا، لاہور
- ۵۹۔ انوارِ رضا، مرتب سید محمد جیلانی، مطبوعہ ۱۹۷۷ء، شرکت حنیفہ لاہور، ص ۵۷۵
- ۶۰۔ ماہنامہ تحفہ حنیفہ (پٹنہ) شماره ربیع الثانی، ۱۳۲۶ھ، ص ۴۱
- ۶۱۔ تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ ۱۹۷۰ء، خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور، مظفر پور، ص ۱۷۶-۱۷۷
- ۶۲۔ الاجازات الرضویہ المبجل مکة البہیة، احمد رضا خاں، مشمولہ، مخطوطہ، کتب خانہ جامعہ منظر اسلام،
بریلی۔
- ۶۳۔ الاجازات المتینہ لعلباء بکة والمدینة، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳۰ (قلمی)
- ۶۳۔ الاجازات المتینہ لعلباء بکة والمدینہ۔



مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات

مولانا احمد رضا خاں بریلوی جس طرح مختلف علوم و فنون میں زبردست مہارت رکھتے تھے اسی طرح فن شاعری سے بھی انہیں گہری دلچسپی تھی۔ ان کی شاعری تفسیر طبع کا ذریعہ نہیں اور نہ ہی وقت گزاری کا مشغلہ ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری سے وہی کام لینے کی کوشش کی ہے جو انہوں نے اپنی دیگر تحریروں یا تقریروں سے لیا ہے۔ ان کی شاعری جو در واقع خداوند بزرگ و برتر کی وحدانیت و حقانیت، قدرت کاملہ اور کریمی و رحیمی کے ساتھ اس کے جاہ و جلال و جمال جیسے صفات کی تعریف و توصیف اور بارگاہ احدیت کی سب سے معزز ہستی پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت، آنحضرت ﷺ کی مثالی شخصیت، افضال و اکرام، جو دو سخا، رحم و کرم اور علم و حلم کے فضائل کا بیان ہے۔ علاوہ ازیں مناجات کی شکل میں جو اظہارِ مدعا کیا گیا ہے وہ پوری طرح برگزیدہ شخصیت کی عظمت و جلالت اور رحمت و فضیلت کے شایان شان ہے۔ اگرچہ مولانا نے تقریباً ہر صنف شاعری میں اپنی جولانی طبع کا مظاہرہ کیا ہے لیکن موضوع ایک ہی ہے اور وہ ہے شان کریمی سے اپنی گہری وابستگی کا اظہار۔ مسدحت و منقبت کے لیے مولانا نے جو زبان اختیار کی ہے وہ اردو فارسی اور عربی تینوں زبانوں کا ایسا خوبصورت امتزاج ہے اور اتنی سادگی اور صفائی سے اظہارِ مدعا کیا گیا ہے جس سے تینوں زبانوں پر مولانا کی یکساں قدرت اور عبور کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ مولانا کی نظر میں تینوں زبانوں کا شعری سرمایہ اور اس کی طویل تاریخ بھی تھی اسی لیے آپ نے جاہ جاوید اور فارسی کے ساتھ عربی مصرعے، اقوال، آیات اخادیت اور امثال کو بڑی خوبصورتی سے کھپایا ہے۔ یہ ٹاٹ میں ٹھنڈے کا پیوند نہیں بلکہ شاعری کی خوبصورت نازک اور لطیف زمین پر لالہ زار اور زرنگار گل و بوٹے ہیں جن کو دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک، دل کو فرحت اور دماغ کو بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

مولانا کا اسلوب شاعری دلکش و دل نشیں ہے جس میں موجود تصوف و عرفان کی آنچ دل و دماغ کو گرمانے کا کام کرتی ہے۔ ہم ان کے مطالعے سے تزکیہ نفس کر سکتے ہیں اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر دنیا و آخرت کو سنوار سکتے ہیں۔ مولانا کے کلام میں ادبی انبساط و نشاط کی بھی کمی نہیں ہے انہوں نے خوبصورت الفاظ و تراکیب، تشبیہات و استعارات نیز امثال و حکم کے استعمال سے اپنے کلام کو مفید مطلب بنا کر پیش کیا ہے۔

مولانا فاضل بریلوی علوم عقلیہ و نقلیہ میں جس مقام پر فائز تھے اس کا ذکر گزشتہ ابواب و فصول میں متعدد مقامات پر ہو چکا ہے۔ عربی زبان و ادب میں ان کو جو درک حاصل تھا اور اس زبان میں ان کی جو شاہکار تخلیقات سامنے آئیں، عربی زبان و ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی ان سے بخوبی واقف ہے جس کی تفصیل یہاں بے محل ہوگی۔ مولانا کو اپنے عہد کے علماء کے طرح عربی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو زبان پر بے پناہ قدرت حاصل تھی اور انہوں نے عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبان میں بھی طبع آزمائی کی ہے اسی کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو نثر کی آبیاری میں بھی ان کا بڑا حصہ ہے۔ فارسی اور اردو شاعری میں انہوں نے مختلف اصناف سخن مثلاً حمد، مناجات، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رباعی وغیرہ میں لکھا۔ پروفیسر وحید اشرف (مدرسہ یونیورسٹی) علامہ بریلوی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”جہاں تک فارسی شاعری کا تعلق ہے تو اس میں وہ اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ ان کی اردو فارسی شاعری حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔ اس میں ہیبت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں۔ ان اشعار کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ وہ ہر صنف سخن پر قدرت رکھتے تھے، اور شاعرانہ ذوق سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔“

احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ مولانا کی فارسی اور اردو شاعری کے مطالعہ سے اس حقیقت کا اعتراف کیا جاسکتا ہے جو مولانا نے خود کہا ہے، ”قلب فقیر میں علمی مضامین کی آمد اولاً عربی زبان میں ہوتی ہے مجھے دوسری زبان میں بیان کرنے کے لیے نقل و ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہے۔“^۱ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فارسی اور اردو کلام میں ہزاروں عربی الفاظ و تراکیب، بندشیں، عربی اشعار، اقوال، آیات و احادیث کا بر محل استعمال نظر آتا ہے۔ ”حدائق بخشش“ کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے اردو کلام سے وہی شخص محفوظ ہو سکتا ہے جو عربی اور فارسی زبان جانتا ہوگا۔ مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربیت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ بہت سے اردو جملوں کا انداز ترتیب عربی کی طرح ہے اور عربی الفاظ کا کثرت سے استعمال بھی ملتا ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ انہیں بچپن سے ہی دینی اور علمی ماحول ملا تھا۔ آپ کے دادا رضاعی خاں اور والد نقی علی خاں دونوں ہی اپنے وقت کے زبردست عالم تھے۔ باپ اور دادا کے زیر سایہ آپ کی پرورش ہوئی عربی ماحول بچپن سے ہی ملا۔ یہی وجہ ہے فطری طور پر عربی زبان سے آپ کو مناسبت پیدا ہوگئی۔ اسی لیے مولانا کو عربی زبان پر اس قدر قدرت حاصل تھی کہ جہاں جس مضمون کو جس طرح چاہتے عربی میں بلا تکلف ادا کر دیتے۔ اس طرح دیکھا جائے تو مولانا بریلوی کے فکر و شعور پر عربی زبان کی چھاپ صاف نظر آتی ہے۔ مندرجہ ذیل فارسی اور اردو کے کلام میں عربی زبان کے اثرات بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔

نمونہ کلام فارسی

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ*

رضایت سائل بے پر توئی سلطان لائتھر شہا بہرازیں خوانم اغثنی یا رسول اللہ^۳

یا من بئناہ یاء عبدالقادی

یا من بسناہ جاء عبدالقادر

^۱ یادگار رضا، مرتبہ محمد شہاب الدین رضوی۔ ص ۹۸

^۲ معارف رضا (کراچی) ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۹

ناشر۔ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی، پاکستان

^۳ حدائق بخشش، امام احمد رضا۔ مطبوعہ، قادر بک ڈپو، بریلی ۱۳۰۳ھ، ص ۹۰-۹۱

فا جعلني كيف شاء عبد القادر^۱

إذ أنت جعلته كما كنت تشاء

يا ذا الا فضل
انت المتعال
من دون سوال
جد بالآمال^۲

حمداً لك يا مفضل عبد القادر
يا منعم يا مجمل عبد القادر
مولائے بما مننت بالجود عليه
امن واجب سائل عبد القادر

اذعودنا العطاء عبد القادر
بؤنا حيث بآء عبد القادر^۳

ربي اربي الرجاء عبد القادر
الداي وسيعته وذو الدار كريم

ختم كن والله اعلم بالرشاد
در كمال ظاهري وباطني
احذروا يا ايها الناس احذرو
عالمه والله اعلم بالصواب^۴

نيت پابانش الی یوم التناد
با محمد ہر یکے دار دسرے
پارہ شد قلب و جگر زیں گفتگو
مستیز از تابش یک آفتاب

ما علينا يا اخي الا البلاع
در فضيلتها و در قرب خدا
از زبانها شور لا مثل لہ
کے يُطهرنا و يذهب رجسنا^۵

پند یاد ادیم و حاصل شد فراغ
در دو عالم نیت مثل آں شاہ را
”دفعۃ“ بر خاست اندر مدح او
حق فرستاد ایں سحاب باصفاً

۱ حدائق بخشش، حصہ دوم۔ امام احمد رضا، ص ۹۳

۲ ایضاً، حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفیک، مئی ۱۳۲۵ء

۳ ایضاً، ص ۹۳

۴ ایضاً، ص ۱۲۶

۵ ایضاً، ص ۱۲۷

يُخِطِفُ ابْصَارَهُمْ بِرِقِّ الْغُصْبِ
عَارِضٌ مُطَرِّبٌ بَگُو يَنْدِازِ غُرُورِ
ارسلت ریح بتعذیب الیم
حبذا ابرے عجب خوش ارتباط

نیست فضلش بہر قوم بے ادب
چوں ببیند آن سحاب ایناں زدور
بل هو ما استعجلو خزی عظیم
فیض شد باغیظ گرم اختلاط

أَزْرَفَ اسْتَغْلَظَ ثُمَّ اسْتَوَى
کے یغیظ الکافرین الظالمین
هریکے انی له گویاں ستاد
ما رمیت اذ رمیت آید خطاب
فوق ایدیہم ید الله المجید
علم شئی غیر ما علمتنا
بر لب شان قفل امر انصتوا
ختم کن انی له طرف التمام
انتھو اخیر الکم یوم التناد
آلستے خاست بے پایاں یلے
جاہلانانہ گفتہ بودیم این سخن
قاریا! برخوان الم یات النذیر
یجعل الولدان شیباً فی التعب
نعرہ "انی غفور" می زنی
حسبنا الله ربنا نعم الوکیل
ختم شد والله اعلم بالصواب

قل کزرع اخرج الشطأ الی
یُعجب الزراع کالباء المبعین
قصد کارے کرد آن شاہ جواد
نسگریزہ می زند دست جناب
وصف اهل بیعت آمد اے رشید
ربنا سبحانک لیس لنا
در دل شان گنج اسرار اے آخو
روز آخر گشت و باقی این کلام
سابع سبعمہ مگو ئید از عناد
آنچنا کاندرازل زار و اج ما
ربنا انا ظلمنا رحم کن
عذرہا در حشر باشدنا پذیر
واحد قہار باشد در غضب
ما خطا آریم و تو بخشش کنی
کیست مولائے بہ از رب جلیل
چوں فتاد از روزن دل آفتاب

۱ ایضاً ص ۱۲۸

۲ ایضاً ص ۱۲۸

۳ ایضاً ص ۱۲۹

۴ ایضاً ص ۱۳۰-۱۳۱

حَبِّدَارَبِّ مِّنْ وَمَوْلَائِهِ مِّنْ

حَبِّدَا سِرْوَعِيَا دَانَا مِّنْ

مَا هَ مِنْ لَا يَنْبَغِي لِّلسَّمْسِ ادْرَاكَ الْقَبْرِ

خَاصَه چُونَا زَعَادَا كَالْعَرَجُونِ دِرَا طَمْنَانِ تَوْتِي^۲

☆ اَزَا اَرْوُدُ كِرَاللهِ مَعَانَه بِيْنِي!

مِنْ وَغَدَا مِّنْ اَنْتِ ادَا مِّنْ اَلِ رَسُوْلِ

☆ خَيْرِ دَهْدَزْتِكِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

فَنَا مِّنْ اَلِ رَسُوْلِ وَبَقَا مِّنْ اَلِ رَسُوْلِ^۳

☆ مِّنْ عَلَيَّهَا فَا نَا اَقَا اَنْجُو بَرُو مِّنْ زَمِيْنِ سَتِ

دِر تُو فَا نِي دِر تُو نَم بَر تُو فَا اَمْدَادِ كُنْ

☆ كَلْ شَيْءٍ هَا لِكَ اِلَّا وَجْهَه اَمَّا اَنْ كَه خَلْقِ

دِر تُو مَسْتَهْلِكِ تُو دَر ذَاتِ خُدَا اَمْدَادِ كُنْ

☆ يَا طَلِيْقَ الْوَجْهِ فِيْ يَوْمِ عِبُوْسِ قَمَطِرِيْرِ

يَا بَهِيْجَ الْقَلْبِ فِيْ يَوْمِ حِدَا لَسِيْ اَمْدَادِ كُنْ

☆ اَمَّا وَقَاهُمْ رَبُّهُمْ اَمْنَتِ زَشْبَرِ مَسْتَطِيْرِ

مَجْرَمِ مِيْ جُوِيْمِ اَزْ كِيْفِرِ وَقَا اَمْدَادِ كُنْ

☆ بَهْرَ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ نَجْنَا مِمَّا نَخَافُ

بَهْرَ لَا هُمْ يَخْزَنُوْنَ غَمَهَا زِدَا اَمْدَادِ كُنْ

☆ عِزَّنَا يَا حَرْزَنَا يَا كَنْزَنَا يَا فَوْزَنَا

لَيْثُنَا يَا غِيْثُنَا يَا غُوْثَنَا اَمْدَادِ كُنْ

نِيْسَتِ عُوْنِ اَزْ غَيْرِ تُو بَلِ غَيْرِ تُو خُوْدِ هِيْجِ نِيْسَتِ

يَا اِلَهَ الْحَقِّ اَلِيْكَ الْمُنْتَهٰى اَمْدَادِ كُنْ^۴

فَقُلْتُ لَخَيْرِ تِيْ نَجُو مِّنْ تَعَالٰى

پَسْ بَكْفَتَمِ بَادَا اَمْرًا سُوِيْمًا

سَقَانِي الْحَبُّ كَأَسَاتِ الْوَصَالِ

دَادِ عِشْقَمِ جَامِ وَصَلِ كَبْرِيَا

۱ ایضاً ص ۱۳۲، ۱۳۳

۲ ایضاً ص ۱۱۷

۳ ایضاً ص ۳۱، ۳۲

۴ ایضاً ص ۵۹

۵ ایضاً ص ۶۱، ۶۲، ۷۱

شاہ بر جود دست و صہبا در و فور
 آخرایں نوشیدہ خواندن بہر حیست
 فہمت لسكرتی بین التوال
 والہ سکر م شدم در سروراں
 سکر کوچوں حکم خود بر می رود
 بادہ خود سویت بیائے سردواں
 بحالی واد خلوا انتم رجالی
 حملہ در آئیدتان مردان من
 ہم زعون حال خود دادی کند
 حاش لله تاب و یارائے کہ بود
 فساقی القوم بالوافی ملال
 ساقیم دادہ لبالب از کرم
 ہر لبالب را چکیدن در پے ست
 آن نصیب الارض من کاس الکریم
 ولا نلتئم علوی و اتصال
 رخت تا قرب و علوم کے کشید
 روئے آنم کو کہ خواہم قطرہ لائے
 مے طلب لا نسوی این جانہ لائے
 مقامی فوقکم مازال عالی
 فوق تاں از روز اول تا ابد
 جائہا خود ہست بہر پائہا
 پات ہم کے چون فرود آئی زجات
 یصیر فنی و حسی ذوالجلال
 حال و کافی آن جلیل و احدم
 حال ما گرداں ز شرہا سوئے خیر

الصلا اے فضلہ خوران حضور
 بخش کردن گر نہ عزم خسروی ست
 سعت و مشئت لنحوی فی کئوس
 شد دواں در جامہا سویم رواں
 شکر تو از ذکر و فکر اکبر بود
 سوئیے بر بوئے مے مرداں رواں
 فقلت لسا ئیر الا قطاب لئو
 گفتم اے قطباں بعون شان من
 جمع خواندی تا قوی ولہا شوند
 ورنہ تابام حضور تو صعود!
 و ہبوا و اشر بوا انتم جنودی
 ہمت آرید و خورید ایلش کرم
 شکر حق جام تو لبریز مے ست
 تا ہما ہم آید انشاء العظیم
 شربتہم فضلتی من بعد سگری
 من شدم سر شار و سورہ می چشید
 فضلہ خوران شہان و من گدائے
 یلے جود شہم گفتہ ملائے
 مقامکم العلی جمعاً و لکن
 جائے تاں بالا و لے جایم بود
 جات بالا تر زو ہم جائہا
 پائہا چہ بود کہ مرہا زیر پات
 آنافی حضرتہ التقریب و حدی
 یکہ در قربم خدا اگرداندم
 ایکہ می گرداندت آن یک نہ غیر

تاج قریبش شادمان بر سر بنہ
 انا البارئ السہب کُل شیخ
 باز اشہب ماوشیخان چون حمام
 حبذا شہباز طیرستانِ قدس
 شادمان بر قمری کو تر بزن
 گسانی خلعت بطراز عزم
 خلعتم باخوش نگار عزم داد
 یادب این خلعت ہمایوں تانشور
 تاج را از فرقی خود معراج دہ
 وَأَظْلَعَنِي عَلِيٌّ سِرِّ قَدِيمٍ
 آگہم فرمود بر رازِ قدیم
 عہدہ از تو عہد از تو ماز تو
 یللے وخ وخ زمانِ خرمی ست
 وَوَلَّأَنِي عَلِيٌّ اِلْقَابِ جَمْعًا
 والیم کردہ بر اقطاب جہاں
 از ثریا تا اثرے امرت امیر
 پیش ازاں کافند سوئے آتیش نیاز
 فَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّي فِي بَحَارِ
 رازِ خود گر افگنم اندر بحار
 نفس و شیطان نزع جاں گور و نشور
 ناخدا یا ہفت دریا در رہم
 وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّي فِي جِبَالِ
 رازم از جلوہ دہم گردد جبال
 اے زرازت کوہ و کاہ کوہ
 طاعتم کاہ است جرمم کوہ دار

شئی للہ قریب خود ما را بدہ
 ومن ذا فی الرِّجال اعطی مثال
 کیست در مردان کہ چون من یافت کام
 اے شکار پنجه ات مرغانِ قدس
 کہ نگہ بر خستہ چغدے ہم فگن
 وَتَوَّجَنِي بِتِيْجَانِ الْكِبَالِ
 بر سرم صد تاج دارائی نہاد
 حلہ پوشایک نظر بر مشیت عور
 بر سرم از خاکِ راہت تاج نہ
 وَقَلَّدَنِي وَاَعْطَانِي سُؤَالِي
 عہدہ دادو جملہ کامم آن کریم
 ما بظلمت و ہم ناز تو
 سوئے ما شد شخنہ حالات رس کیست
 فَحَكَمِي نَافِذِي فِي كُلِّ حَالِ
 پس بہر حال ست حکم من رواں
 کج روئے بے حکم رادر حکم گیر
 نرم نرم از دست لطفت راست باز
 لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِي الزِّي وَالِ
 جملہ گم گرد و فرور رفتہ بغار
 نامہ خواندن بر سر خنجر عبور
 دست گیر اے ہم زرازت کم زرم
 لَدُكْتُ وَاخْتَضَّتْ بَيْنَ الرِّمَالِ
 پارہ پارہ گشتہ پنہاں در مال
 کاہ بے جاں راست سد راہ کوہ
 کوہ راہ کاہ و بہرور کاہ زار

لَحْمَدَاتٍ وَأَنْطَفَتْ مِنْ سِرِّ مَالِي
 سردو خامش گردد از رازم سعیر
 هم دل زارم درونش سو ختم
 نار من از نور خود خاموش کن
 لِقَامِ بِقُدْوَةِ الْمَوْلَى تَعَالَى
 زنده بر خیزد باذن ذوالکرم
 چیست پیشت در دل افسر دها
 قمر بفر ما مرده ام رازنده کن
 تَمْرٌ وَتَنْقِضِي الْأَاتَالِي
 تانیاید بر درم پیش از ظهور
 بند گانت را چه ترس از دست دهر
 خیر محضامن نه بینم هیچ ضیر
 وَتُعَلِّمُنِي فَأَقْصِرَ عَنِ جَدَالِي
 از جدالم دست کوتاه بایدت
 عرض بیگی در او ماه و سال
 خود کنیز او زمین بنده زمان
 وَأَفْعَلُ مَا تَشَاءُ فَلَا سَمَّ عَالٍ
 هر چه خواهی کن که نسبت بر تراست
 بنده کن اے بادشاه بنده جو
 بر مریدی هم و طب و اشطح و غن
 عَطَانِي رَفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ
 رفعتم آمد رسیدم تا منال
 طرفه مر بوبی و محبوبی عجب
 از دلم بر کش شها هر عیب و ریب
 عَزُومُ قَاتِلِ عِنْدَ الْقِتَالِ

وَلَوْ الْقَيْتُ سَرِّي فَوْقَ نَارِ
 پرتور از افگنم گر بر ائپر
 نیز امن نار جرم افرو ختم
 زار من از زور با خود نوش کن
 وَلَوْ الْقَيْتُ سَرِّي فَوْقَ مَيْتِ
 راز خود بر مرده گر افگنم
 اے نگاهت زنده ساز مردها
 این لبانت شهد بار جلوه کن
 وَمَا مِنْهَا شُهُورٌ أَوْ دُهُورٌ
 نیست شهرے نیست دهرے را مرور
 اے در تو مرجع هر دهر و شهر
 هر مه عمرم کن مهرت بخیر
 وَتَخْبِرُنِي بِمَا يَأْتِي وَتَجْرِي
 حمله گوید با من از حال و صفت
 اوحش الله زبیدا این شه را جلال
 جدالش کے کجایابی اماں
 مَرِيدِي هُمْ وَطَبُ وَاشْطَحُ وَغَنِّ
 بنده ام خوش می سرا بیباک و مت
 این سخن را بنده باید بنده کو
 شاد و پیا کوبان رود جانم زتن
 مَرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ رَبِّي
 رب من حق بنده از ترسے منال
 اے ترا الله رب محبوب اب
 رب و اب پاکت نمود از ریب و عیب
 مَرِيدِي لَا تَخَفُ وَاشْ فَيَانِي

سخت عزم و قاتلم وقت قتال
 خانہ زادیم زاب و مادرست
 یاعز و ما قاتلاً فریادرس
 وشائوس السعادة قد بدالی
 شد نقیب مو کبم بخت بلند
 تخت و بخت و تاج و باج و ساز و ناز
 یک نگاہے بر گدائے سینہ ریش
 ووقتی قبل قلبی قد صفا لی
 وقت من شد صاف پیش از جان من
 شرق تا غرب آن تو قربان تو
 بردر آمدیدہ ز کوفہ وقت خویش
 کخر دلیہ علی حکم اتصال
 دانہ خردل ساں بحکم اتصال
 آہ آہ از کوری ما آہ آہ!
 روئے تو بینیم و بر پا جاں دھیم
 علی قدیم النبى بدر الکمال
 بر قدمہائے نبی بدر العلی
 حیف بر خطوات دیو آئیم ما
 دست دہ بر کش سوئے راہ مبیں
 ونلت اسعد من مولی الموالی
 کرد مولائے موالی اسعدم
 سعد چرخت بندہ اے سعدز میں
 سعد کن ناسعد ما را سعد کن
 وفی ظلم اللیالی کاللال
 در شب تیرہ چو گوہر نور بار

بندہ ام تر سے مدار از بدسگال
 شکر حق بابندگان شہ راسرست
 بندہ ات را دشمنان دانند خس
 طبولی فی السماء والارض دقت
 نو بتم در خضری و غبر از دندا!
 یارب این شہ را مبارک دیر باز
 بادشاہ شکر سلطانی خویش
 بلا دالہ ملکی تحت حکمی
 ملک حق ملکم نہ فرمان من
 بارک اللہ وسعت سلطان تو
 تیرہ وقتے خیرہ بختے سینہ ریش
 نظرت الی بلاد اللہ جمعاً
 در نگاہم جملہ ملک ذوالجلال
 وہ کہ تو می بینی و مادر گناہ
 چشم دہ تازیں بلا ہاوارہیم
 وکل ولی له قدم وائی
 هرولى را یک قدم دادند وما
 کام جانہا تو بگام مصطفی
 گام بر گام سگے ما را مبیں
 درست العلم حتی صرت قطباً
 درس کردم علم تا قطعے شدم
 اے سعید بو سعید سعیدیں
 نے ہمیں سعدی کہ شاہا سعد کن
 رجالی فی ہوا چرہم صیام
 در تموز روز جیسم روزہ دار

کام مادر خوردیام و خواب شام
 این بهائم را چنانگو کن تراب
 واقداهی علی عنق الرجال
 پائے من بر گردنِ جمله کرام
 یائمالت راسرے بنهادہ ایم
 حسبۃً لله مرد دامن کشان
 واعلامی علی رأس الجبال
 رایتہ بر قلہائے کوه بین
 معجزات مصطفیٰ آیات تو
 چوں منی محشور زیر رایتت
 وجدی صاحب العین الکمال
 عین ہر فضل آنکہ جدا کبرم
 وارثی اے جان من قربان تو
 یک چشیدن آبے از بحر الکمال
 بر رخس از بحر فضل آبے بزن
 بحر سائل را بگو خود روبرش
 هوش بخش و نوش بخش و جان نواز
 کام جان دہ اے جہاں در کام تو
 پوزش از بغداد اجابت از فلک

کار مردانت صیام ست و قیام
 مرد کن یا خاک راہت کن شتاب
 انا الحسینی و البخدیع مقامی
 از حسن نسل من و مخدع مقام
 سرور اما ہم براہ افتادہ ایم
 گل براہ ایک قدم گل کم بدان
 انا الجبیلی محی الدین اسمی
 مولدہ جیلاں و نامہ محی دین
 اے ز آیات خدا ر آیات تو
 جلوہ دہ از رایتت این آیتت
 و عبد القادر المسهور اسمی
 نام مشہور است عبد القادر
 آن جدت چوں نباشد آن تو
 بر رضائے ناقصت افشاں نوال
 خفته دل تا چند ننگ زیستن
 تشنہ کامے پاید اے کردہ غش
 روبرش اور ابرش بیدار ساز
 جان نواز ا جان فدائے نام تو
 این دعا از بندہ آمین از ملک

کہ بریادشہ کوثر بنا سازیم محفلها

الایا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولها

مٹی ما تلق من تہوی دَع الدُنیا و اَمہلها

در این جلوت بیا از راہ خلوت تا خدا یابی

الایا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولها

رضامت جا معشق ساغر بازی خواهد

نمونہ کلام اردو - متفرق اشعار:

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
لئے ہی پاؤں پھرے دیکھ کر طغرا تیرا^۱

☆ ورفناک لک ذکر کا ہے ساتھ تجھ پر
☆ دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد درجیم

خانی تو وہ آدمِ جذا علیٰ ہے ہمارا
لا تَغْسِلُهَا الْبَحَارُ آقا
لا يَقْرُبُهُ الْبَوَارِ آقا^۲

☆ ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
☆ بے ابر کرم کے میرے دھبے
☆ اتنی رحمتِ رضا پہ کرلو

نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا
کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
اگر ادھر سے دم حمد ہے صدائے فلک^۳

☆ لا ملئن جہنم تھا وعدہ ازلی
☆ نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی
☆ انت فیہم نے عدو کو بھی لیادامن میں
☆ خطاب حق بھی ہے دربابِ خلق من آجلیک

بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں
کثرتِ کوشش میں زم زم کی طرح کم کم نہیں^۴
بندۂ رزاق تاجِ الا صفیا کے واسطے
بٹی ہے کونین میں نعمتِ رسول اللہ کی^۵
نبی رازدار مع اللہ لی ہے
رئوف و رحیم و علیہم و علی ہے
نہ لطف اذن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

☆ غنچے ما اوحی کے کے جو چٹکے دنی کے باغ میں
☆ اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
☆ احسن اللہ لہم رزقاً سے دے رزقِ حسن
☆ لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
☆ نبی سرور ہر رسول و ولی ہے
☆ وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
☆ نہ عرشِ امین نہ انی ذاہب میں میہمانی ہے

۱ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ، ممبئی ص ۱۳-۱۴

۲ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۵-۱۶-۱۷

۳ حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسیٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء ص ۲۳-۲۴-۲۵

۴ ایضاً، ص ۶۴

۵ ایضاً، ص ۹۳-۹۵

☆ ذِيَابِ فِي ثِيَابٍ لَبٍ بِكَلْمٍ دَلٍّ فِي كِتَابِي
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے!

☆ مِنْ زَارَ ثُرَيْبِي وَجَبَتْ لَهُ شِفَاعَتِي
☆ مجرم بلائے آئے ہیں جاؤك ہے گواہ
☆ ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
☆ مومن ہوں مومنوں پر رؤف رحيم ہو
☆ ان پر کتاب اتری بیانا لگل شیء
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہر کی ہے
تفصیل جس میں ماعبر و ماغبر کی ہے

☆ آتے رہے انبیاء کہا قیل لہم
☆ یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
والخاتمہ حقکم کہ خاتم ہوئے تم
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

☆ مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں
والفجر کے پہلو میں لیالِ عشرِ

☆ ک گیسوہ دہن کی ابرو آٹھیں ع ص
☆ سَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ تَرْضَى
☆ الا طوبی لکم ہے وہ کہ جن کا
☆ بجالا یا وہ امر سار عواکو
کھيحص ان کا ہے چہرہ نور کا
حق نمودت چہ پاسدار یہا
شبانہ روز و رد دل ہے یا غوث
تری جانب جو مستعجل ہے یا غوث

☆ نُحْتِ فَلَاحَ الْفَلَاحِ رُحْتَ فَرَاحَ الْمَرَاحِ
ليعود الهنا تم پہ کروڑوں درود

۱ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ ممبئی ص ۱۱۷-۱۱۹-۱۲۰

۲ حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفیسٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء، ص ۱۲۷-۱۲۹-۱۳۱

۳ ایضاً ص ۱۳۴-۱۳۵

۴ ایضاً ص ۱۵۵

۵ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ ممبئی ص ۱-۲

ایضاً۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا۔ رضا آفیسٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء، ص ۸-۹-۱۲

- ☆ گرچہ میں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
☆ خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
☆ نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم
☆ شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم
☆ تم ہو جو ادا و کریم تم ہو رؤف و رحیم
- بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود
درد کو درد و دا تم پہ کروڑوں درود
بھیک ہو داتا عطا تم پر کروڑوں درود

- ☆ شمع بزمِ دنی ہو میں گم کن انا
☆ لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
☆ معنی قدر ائی مقصد ما طغی
☆ کعبہ دین و ایمان کے دونوں ستون
☆ منزل من قصب لا نصب لا صخب
☆ اصدق الصادقین سید المتقین
☆ قطب و ابدال و ارشاد و ارشاد ارشاد
- شرح متن ہویت پہ لاکھوں سلام
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
زگس باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام
چشم و گوش و زارت پہ لاکھوں سلام
محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام

ایک متراد سے یہ بند ملاحظہ کیجئے:

فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا
والی الالہ فارغب کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کروان پر اپنا سایا

کر و قسمت عطا یا

ہو شافع خطایا

۱ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ۔ ممبئی، ص ۱۷-۱۸-۲۰-۲۱

۲ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ۔ ممبئی، ص ۳۸-۴۰-۴۳-۴۹-۵۰-۵۳

۳ ایضاً، حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آئیٹ، ممبئی، ۱۳۲۵ء، ص ۸۹

- ۱- یادگار رضا، مرتب محمد شہاب الدین رضوی۔ ص ۹۸
- رضا اکیڈمی، بمبئی۔ ۱۹۹۶ء، ص ۹۸
- ۲- معارف رضا (کراچی) ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۹
- ناشر۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان۔
- ۳- حدائق بخشش، امام احمد رضا۔ مطبوعہ، قادری بک ڈپو، بریلی ۱۳۰۳ھ، ص ۹۰-۹۱
- ۴- حدائق بخشش۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا، ص ۹۳
- ۵- ایضاً۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسٹ، بمبئی ۱۳۲۵ھ
- ۶- ایضاً۔ ص ۹۴
- ۷- ایضاً۔ ص ۱۲۶
- ۸- ایضاً۔ ص ۱۲۷
- ۹- ایضاً۔ ص ۱۲۸
- ۱۰- ایضاً۔ ص ۱۲۸
- ۱۱- ایضاً۔ ص ۱۲۹
- ۱۲- ایضاً۔ ص ۱۳۰-۱۳۱
- ۱۳- ایضاً۔ ص ۱۳۲-۱۳۳
- ۱۴- ایضاً۔ ص ۱۱۷
- ۱۵- ایضاً۔ ص ۳۱-۳۲
- ۱۶- ایضاً۔ ص ۵۹
- ۱۷- ایضاً۔ ص ۶۱-۶۶-۷۱
- ۱۸- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۲۴-۳۱
- ۱۹- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۳-۱۴
- ۲۰- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۵-۱۶-۱۷
- ۲۱- حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسٹ، بمبئی ۱۳۲۵ھ، ص ۲۳-۳۳-۴۲
- ۲۲- ایضاً۔ ص ۶۴
- ۲۳- ایضاً۔ ص ۹۳-۹۵

- ۲۴- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۱۷-۱۱۹-۱۲۰
- ۲۵- حصہ دوم
- ۳- امام احمد رضا، رضا آفٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء ص ۱۲۷-۱۲۹-۱۳۱
- ۲۶- ایضاً ص ۱۳۲-۱۳۵
- ۲۷- ایضاً ص ۱۵۵
- ۲۸- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱-۲
- حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء ص ۸-۹-۱۲
- ۲۹- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۷-۱۸-۲۰-۲۱
- ۳۰- حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۳۸-۴۰-۴۳-۴۹-۵۰-۵۳
- ۳۱- ایضاً حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء ص ۸۹

[Faint, illegible handwritten text, likely bleed-through from the reverse side of the page.]

— ۹ —

احمد رضا اکابر علماء و دانشوروں کی نظر میں

امام احمد رضا خاں بریلوی عالم، فقیہ، شاعر، ادیب اور مفکر کی حیثیت سے دنیائے اسلام میں مشہور ہیں جن کی عمق پرستی شخصیت نے انہوں کے علاوہ غیروں کو بھی متوجہ کیا اور ان سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ قدر گو ہر شاہ داند یا بداند جوہری یعنی اہل علم و فضل کی قدر علم و فضل والا ہی جانتا ہے یہی وجہ ہے علمی حلقوں میں چاہے وہ عرب کا ہو یا عجم کا، ہر جگہ احمد رضا بریلوی کے علم و فضل کی دھوم رہی ہے۔ بریلی کی سرزمین پر ایک ایسا نابعد روزگار فقیہ الاسلام، مبلغ اور فکر پیدا ہوا جس کے علمی اور عرفانی فضائل کا مختلف ملک کے لوگوں نے اعتراف کیا ہے۔ واقعی وہ شخصیت بحر العلوم اور بحرِ خاں تھی۔ فاضل بریلوی سے جن کے نظریاتی اختلافات تھے وہ بھی علامہ کے لیے اچھے تاثرات رکھتے تھے۔ جیسے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا احمد رضا بریلوی میں تحریک خلافت کے سلسلے میں نظریاتی اختلاف تھا۔ باوجود اس کے مولانا محمد علی جوہر نے ”اخبار خلافت“ (مبئی شمارہ ۱۷۰ دسمبر ۱۹۱۹ء ص ۱۷) میں ان کے بارے میں اچھے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

اس باب میں میں نے احمد رضا بریلوی کے مختلف کتب مثلاً الدولة البکیہ بالمادۃ الغیبیہ، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین اور کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم جیسے جلیل القدر رسالے پر علمائے حرمین شریفین نے جو تصدیقات و تقریظات تحریر فرمائی ہیں ان میں سے کچھ منتخب تصدیقات و تقریظات کے اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں جس سے یہ بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ علمائے حرمین شریفین کی نظر میں احمد رضا بریلوی کی کیا قدر و منزلت تھی اور مولانا کی علمیت، فقاہت اور روحانی عظمت سے عرب و عجم کے بیشتر علماء کس قدر متاثر تھے۔

علمائے حرمین شریفین کے تاثرات کے بعد پاک و ہند اور یورپ کے کچھ نامور علماء، مفکرین اور دانشوروں کے تاثرات کو بھی یکجا کیا گیا ہے۔ قابل تعریف بات تو یہ ہے کہ ہر ملک اور فرقہ کے علماء، مفکرین اور دانشوروں نے اس بات کا کھل کر اعتراف کیا کہ واقعی مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت بحر العلوم تھی اور فقہ حنفی میں تو ان کا جواب نہیں۔

علمائے عرب کے تاثرات

حضرت مولانا عبدالکریم مہاجر مکی:

مدینہ شریف میں احمد رضا بریلوی کو جو قدر و منزلت اور اعزاز و اکرام حاصل ہو اس کا آنکھوں دیکھا حال مولانا عبدالکریم مہاجر مکی نے بیان کیا۔ وہ اپنے ذاتی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” ائی مقیم بالمدنیۃ الامسیۃ منذ سنین وبایتها من الہند الوف من العالمین۔ فیہم علماء وصلحاء و اتقیاء رأیتہم بدورون فی سکک البلدلا یلتفت الیہم من اہلہ احدی العلماء الکبار العلماء الیک مہرعین

وباجلالت سر عین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔“^۱
 ترجمہ تلخیص: میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اتقیا
 سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے۔ مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں
 دیکھتا، لیکن فاضل بریلوی کی عجب شان ہے یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق درجوق چلے آ رہے ہیں اور
 ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مولانا سید مامون البری المدنی علیہ الرحمۃ:

سید مامون المدنی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں علامہ بریلوی کے اوصاف کا ذکر کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوة علی رسول اللہ الی الاستاذ
 العلامة البارع البلاذ الفہامة اللامع، صاحب القلم السمار والکلم
 الفائق لطفها نعيم الاسمار، ذالکلمات العالیة التي لا تتصور کنہا برسم
 واحد، فهو الحقیق بان بقال انه فی عصره احد، کیف لا وفضله اشهر من نار علی
 علم، والمنبر علی عالی هبہ عند الامم..... اعنی به حضرت الجناب المکرم
 والمحترم وحید الاوان الشیخ سیدی احمد رضا خان ابقی اللہ غرة وجلاله
 عن الزوال مامونا وعن آفات الدهر مصوونا آمین بجاہ سید المرسلین صلی
 اللہ علیہ وسلم۔“^۲

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ والصلوة علی رسول اللہ بنام نامی اتاذ العلامة جو
 شریں بیان، خوش فکر، روشن ضمیر اور صاحب تقریر و تحریر ہیں۔ ان کی علوات بیان شب خیز و اعظمین کی
 تاثیر رکھتی ہے۔ ان کی تحریریں بلند کمالات کی آئینہ دار ہیں، بادی النظر میں ہم ان کے کمالات عالیہ کے
 حقائق کو سمجھ ہی نہیں سکتے حقیقت میں یوں کہنا چاہئے کہ موصوف اپنے زمانے میں یکتا ہیں اور ان کا علم و
 فضل مشہور ہے اور وہ اقوام کے نزدیک اپنی عالی ہمتی کی وجہ سے معروف ہیں۔ اس سے میرا اشارہ
 حضرت جناب مکرم و محترم یکتائے روزگار، سیدی احمد رضا خاں کی طرف ہے اللہ عزوجل سید المرسلین صلی اللہ

^۱ الاجازة المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۷

^۲ اجازة المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۳

علیہ وسلم کے طفیل انہیں زوال و نکبت اور آفاتِ زمانہ سے بچائے رکھے (آمین)

شیخ محمد مختار بن عطار دالجاوی (مسجد حرام، مکہ معظمہ)

”وان المؤلف من سلطان العلماء المحققين في هذا الزمان وان كلامه كله حق صراح فكانه من المعجزات نبينا ﷺ اظهرة الله تعالى على يد هذا الامام الا واحد سيدنا ومولانا خاتمة المحققين وعمدة العلماء السنين سيدي احمد رضا خان متعنا الله ببقائه و حماة من جميع من اراد به سوء“^۱

ترجمہ: بے شک مولف (مولانا احمد رضا خاں) اس زمانہ میں علماء محققین کا بادشاہ ہے اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں گویا وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے (یعنی) ہمارے سردار، ہمارے آقا، علماء محققین کے خاتم، علمائے اہل سنت کے پیشوا سیدی احمد رضا خان، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی زندگی سے متمتع فرمائے اور ان سب کے خلاف اس کی حمایت فرمائے جو اس کی بدخواہی کا ارادہ رکھتے ہوں۔

شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمہ (مدرس مسجد الحرام، مکہ مکرمہ):

”لَبَّأَمِّنَ اللهُ عَلَى بَاسْتَجْلَاءِ نَوْرِ شَمْسِ الْعُرْفَانِ مِنْ سَمَاءِ صَفَاءِ مَلْتَزِمِ الْاِتْقَانِ مِنْ صَارَ فَعْبُودَ فَعْلَهُ، كَشَافِ آيَاتِ فَضْلِهِ وَ كَيْفِ لَوْهُ مَرْكَزِ دَائِرَةِ الْمَعَارِفِ الْيَوْمِ، وَمَطْلَعِ كَوَاكِبِ سَمَاءِ الْعُلُومِ فِي دَارِ الْقَوْمِ، عَضُدِ الْوَحْدَانِ وَعَصَامِ الْمُهْتَدِينَ، الْقَاطِعِ بَصَارِمِ الْبِرَاهِينِ، لِسَانِ الْمُضْلِلِينَ الْمَلْحَدِينَ وَالرَّافِعِ مَنَارِ الْاِيْمَانِ حَضْرَةِ الْهَوْلِيِّ اِحْمَدِ رِضَا خَانَ“^۲

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفاء کے آفتاب عرفان کی روشنی سے نیرِ قلب کو منور فرمایا وہ جس کے افعال حمیدہ اس کے آثارِ فضیلت کے آئینہ دار ہیں، ایسا کیوں نہ ہو آج وہ دائرہ معارف کا مرکز ہے، (اس کا وجود مسعود) ملتِ اسلامیہ کے گھر میں آسمانِ علم و عرفان کے جھلملاتے تاروں کا مطلع ہے، وہ مسلمانوں کا یار و مددگار ہے، ہدایت پانے والوں کا نگہبان و نگران، گمراہوں اور ملحدوں کی زبانوں کو اپنے دلائل و براہین کی تلوار سے کاٹ پھینکتا ہے۔ ایمان کے منارے کو بلند سے بلند تر کرتا

^۱ الفیوضات المملکیہ، احمد رضا خاں، ص ۷۲

^۲ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۵۸

ہے (کون) ہمارے آقا احمد رضا خان۔

شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد علیہ الرحمہ (خطیب مسجد حرام، مکہ معظمہ):

”فہو کنز الدقائق المنتخب من خزائن الذخيرة، وشمس المعارف المشرقة في الظهيرة،
كشاف مشكلات العلوم في الباطن والظاهر، يحق لكل من وقف على فضله ان يقول كم ترك
الاول للاخر

وانى وان كنت الاخير زمانة

لات بمالم تستطعه الاوائل

وليس على الله بمستنكر

ان يجمع العالم في واحد^۱

ترجمہ: پس وہ حقائق کا خزانہ ہے اور محفوظ خزانوں کا انتخاب، معرفت کا آفتاب جو دو پہر کو چمکتا ہے، علوم کی
ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا، جو شخص اس کے علم و فضل سے واقف ہو جائے اس کو کہنا چاہئے کہ اگلے
پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔

دنیا میں اگرچہ میں آخری زمانہ میں آیا ہوں لیکن وہ کچھ لایا ہوں جو اگلوں کو بھی میسر نہ تھا خدا کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں
کہ وہ شخص واحد میں عالم کی تمام خوبیاں جمع کر دے۔

شیخ عبدالرحمن دھان مکی:

”الذی شهد له علماء البلد الحرام، بانه السيّد الفرد الامام سيدي و ملاذی

الشيخ احمد رضا خان البريلوى متعنا الله بحياته والمسلمين، و منحني هديه

فان هديه هدى سيد المرسلين^۲۔“

ترجمہ: • وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے، امام
وقت، میرے سردار، میری جائے پناہ، حضرت احمد رضا خان بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو
اس کی زندگی سے بہرور فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب کرے کہ اس کی روش سید عالم ﷺ ہی کی
روش ہے۔

۱ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۲۷-۱۲۸

۲ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۷۶

سید حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی علیہ الرحمہ (مدرس مسجد نبوی۔ مدینہ منورہ)

”اما بعد لمان من الله على عبده بالتشرف باعتبار العلامة
النحير والفهامة السحير حامى البلة البحدية الطاهرة و مجدد البائة
الحاضرة استاذى و قدولتى مولانا شيخ احمد رضا خان.“^۱

ترجمہ: بعد حمد و نعت کے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے چھوٹے سے بندے پر احسان فرمایا کہ میں ان کے آتانے
سے شرف یاب ہوا جو علامہ ماہر کامل اور فہامہ مشہور ہیں حامی ملت محمدیہ طاہرہ مجدد مائتہ حاضر، میرے
اتاد اور میرے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں۔

شیخ عمر بن حمدان محرمی مالکی اشعر علیہ الرحمہ (مدینہ منورہ)

”فانى قد اطلعت على ما حرره العالم، العلامة، الدراكة الفهامة ذو التحقيق
الباهر، جناب الشيخ احمد رضا خان فى الخلاصة الباخوذة من كتابه المسئى
المعتمد المستند فوجدته فى غاية التحرير فله در مؤلفه.“^۲

ترجمہ: جناب شیخ احمد رضا خان نے جو اپنے خلاصہ میں تحریر فرمایا ہے میں نے اس کو مطالعہ کیا۔ یہ خلاصہ ان کی
کتاب موسومہ المعتمد المستند سے ماخوذ ہے (مطالعہ کے بعد) میں نے محسوس کیا کہ مصنف
نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لیے ہے وہ مصنف جو خوب ہی جاننے والا
ہے خوب ہی سمجھنے والا ہے اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا جس سے تمام پہلو منور ہو جائیں۔

شیخ اسعد بن احمد دھان علیہ الرحمہ (مدرس حرم شریف۔ مکہ معظمہ)

”فقد اطلعت على هذه الرسالة الجليلة التى ألفها نادرة الزمان، و نتيجة
الاولان، العلامة الذى افتخرت به الاواخر على الاوائل والفهامة الذى ترك
تبيانہ سبحان باقل، سيدى و سندی الشيخ احمد رضا خان بريلوى.“^۳

ترجمہ: یہ عظمت والا رسالہ میرے علم میں آیا جس کا مصنف نادر روزگار اور خلاصہ لیل و نہار ہے وہ علامہ جس کی وجہ

۱ الفیوضات المملکۃ، احمد رضا خاں، ص ۸۲

۲ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۲۱۸

۳ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۷۰

سے پچھلے اگلوں پر فخر کرتے ہیں، جلیل فہم والا جس نے اپنے بیان روشن سے سبحان فصیح البیان کو بے زبان کر دیا، میرا سردار، میری سند حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔

مفتی شافعیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد بافتیہ حسینی علوی علیہ الرحمہ (مدینہ منورہ)

افضل الفضلاء، انبل النبلاء، فخر السلف، قدوة الخلف، الشيخ احمد رضا
خان البریلوی عاملہ اللہ بلطفہ الخفی۔^۱

ترجمہ: فاضلوں سے افضل، سب ماقولوں سے زیادہ دانشمند، اگلوں کا فخر، پچھلوں کا پیشوا، حضرت احمد رضا خاں
بریلوی، اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لطف سے اس کے ساتھ معاملہ کرے۔

برصغیر پاک و ہند کے علما و دانشواروں کے تاثرات

ڈاکٹر حامد علی خان (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

آپ ہی جیسے ستودہ صفات سے متصف انسان کے لیے بجا طور پر شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جاسکتا ہے:
”ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا“
آپ اپنی متنوع حیثیات سے منفرد تھے۔ آپ کی ہستی کو صفات حسنہ کی جامع شخصیت کہا جاسکتا ہے۔ لہذا آپ کے بارے
میں خامہ فرسائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں، اگر آپ کے حالات زندگی، مشاغل حیات اور عملی کارناموں وغیرہ پر کوئی
اکیڈمی لگن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حق ادا ہو سکتا ہے۔^۲

ڈاکٹر وحید اشرف (شعبہ فارسی، مدارس یونیورسٹی):

”ایک ایسا شخص جس نے معقولات و منقولات کی اکثر اصناف میں اپنی بلندی فکر، جودت ذہن اور ندرت وجدت کا
ثبوت دیا ہو اور جن کی تصانیف سینکڑوں میں پہنچتی ہوں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ شاعری کے نازک فن سے بھی پوری طرح
عہدہ برآ ہو سکتا ہے، عجائبات میں سے ہے۔ ایسی صرف ایک شخصیت اور نظر آتی ہے جس نے علوم معقولات میں زندگی گزارنے
کے باوجود شاعری کا ایک باکمال نمونہ چھوڑا ہے۔ اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے اور وہ ہے عم سرخیام۔ جسکی
رباعیات فن اور فکر کا مکمل نمونہ ہیں۔ لیکن امام احمد رضا کے حالات اور ان کے علمی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مقابل

^۱ الفیوضات الملکیہ، احمد رضا خاں، ص ۹۲

^۲ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۳۵

عمر خیام کو نہیں لیا جاسکتا ہے۔“

ڈاکٹر نسیم قریشی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

مولانا کے معروف سلام۔ ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ کے بارے میں اظہار خیال:
 ”طبیعت بے اختیار وجد کراٹھی، ذہن کے درپے، بہارِ ابد کی جانفزا ہواؤں کے لیے کھل گئے، وجود کا
 ذرہ سحابِ سرمدی کی سرشاریوں میں ڈوب گیا۔ کیا نغمہ! کیا نظم! کیا واہانہ سلام لفظ و بیان کے پیچ و خم
 میں کیا معنی ہے کہ عقیدت میں سمو کر زمزمہ داؤدی کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔ سرور کائنات کے حضور
 شرف باریابی حاصل ہے۔ نوائے شوق، نغمہ ایمان بن گئی ہے۔ ذوقِ فدائیت شباب پر ہے شیفگی و نیاز
 کشی۔ ہمہ آواز، ہمہ سرور متانہ، ہمہ ارتعاش، قلب مضطر ہو گیا۔ روحانی سرمستی کے عالم میں حضرت رضا
 خلد آشیانی کی زبان حقیقت ترجمان سے جو لفظ نکلا ہے، باغِ کامرانی کا سدِ بہار پھول بن گیا ہے۔“

پروفیسر فیضان اللہ فاروقی (شعبہ عربی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی)

ڈاکٹر فیضان اللہ فاروقی کا ایک تحقیقی مقالہ عربی کے معروف مجلے ”ثقافة الهند“ (آزاد بھون، نئی دہلی) میں قسط وار
 شائع ہوا۔ اس میں ڈاکٹر فیضان صاحب نے احمد رضا بریلوی کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:
 ”میں نے مولانا احمد رضا خاں کی تصانیف اور تالیفات کو غور سے پڑھا ہے اور میرے مقالے میں اس عظیم شخصیت پر کافی
 کام موجود ہے۔ مولانا بریلوی کا فقہی تبحر اور منقولات و معقولات میں یکساں مہارت اور اس کا حسین امتزاج جتنا ان کے یہاں
 ہے ان کی نظیر معاصرین میں نہیں ملتی ہے۔ میں تو خود ان کے علم و فضل کا معترف ہوں۔“

سید شاہ آل رسول مارہروی

حضرت مخدوم شاہ آل رسول مارہروی کا شمار تیرہویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء میں سے ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت
 جامع الکمالات تھی۔ بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے آپ کے سامنے زانوائے ادب تہ کیا۔ احمد رضا بریلوی کے آپ پیر و مرشد
 تھے۔ آپ نے فرمایا:

”مجھے مدت سے ایک فکر پریشان کیے ہوئی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ وہ آج دور ہو گئی۔ قیامت میں جب اللہ

۱ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۵-۳۵۶

۲ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۵۳۹

۳ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۳۸

تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آلِ رسول ہمارے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں اپنے مولوی احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔“

مولانا انور شاہ کشمیری

”مولوی احمد رضا خان صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے۔ ان کا اخیر وقت ایک مردہ سنت (اذان در خارج مسجد) کے احیاء میں گزرا۔“

مولوی اشرف علی تھانوی

”رشید احمد گنگوہی فقیہ النفس تھے ایسا فقیہ النفس عالم بھی فاضل بریلوی کے پرواز فکر کے سامنے عاجز نظر آتا ہے۔“

”وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔“

صاحبِ نزہۃ الخواطر مولوی عبدالحی لکھنوی

”بندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ یشہد

بذالک مجموع فتاواہ و کتابہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس

الدرہم الذی الفہ فی مکة سنة ثلاث وعشرين وثلاث مائة والف۔“

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس

دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف ’کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم‘ جو

انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

مفتی محمد مکرم احمد (شاہی امام، مسجد فتحپوری)

مفتی صاحب نے ملک کے نامور علماء مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حسین احمد دیوبندی وغیرہ کے

سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے۔ آپ علامہ بریلوی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ آپ میں وہ خوبیاں پائی جاتی تھیں کہ آپ کو ’مجدد مائۃ الحاضرہ‘ کہا جاتا۔ بیشک مولانا احمد

۱ امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۸

۲ حیات اعلیٰ حضرت، ظفر الدین بہاری، ص ۱۰۱۲

۳ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، پروفیسر محمد مسعود احمد

۴ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفر الدین بہاری، ص ۱۰۱۲

۵ نزہۃ الخواطر الجزء الثامن، عبدالحی لکھنوی، ص ۴۱

رضا خان صاحب ایک جلیل القدر و المنزلہ عالم باعمل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر صفات عالیہ و دیعت کی تھیں جن کی اس زمانہ میں ضرورت تھی۔^۱

شاعر مشرق علامہ اقبال

۱۹۲۳ء میں علامہ اقبال ایک دعوت کے موقع پر پروفیسر سید سلیمان اشرف کے یہاں علی گڑھ گئے۔ اس موقع پر احمد رضا کا ذکر نکلا تو انہوں نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

”ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہیں فقیہ پیدا نہیں ہوا۔۔۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے۔“^۲

کالی داس گیتارضا

”اسلامی دنیا میں ان کے مقام بلند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔ ذرا غور و فکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر، دل و دماغ پر مسلط کر دیتے ہیں جو محض ایک سخنور کی حیثیت سے بھی اگر ان میں اترتا تو کسی اتنا وقت سے پیچھے نہ رہتا۔ ان کے کلام سے ان کے کامل صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔“^۳

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (سابق صدر شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی)

”میں جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں اور ان کو اسلام کے مجاہدین و مبلغین کی صفِ اول میں شامل سمجھتا ہوں۔ عشقِ رسول کا جذبہ ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ موجود ہے اور چونکہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت ہے اس لیے اس کا اثر آفرین ہونا قدرتی امر ہے۔“^۴

ڈاکٹر عبادت بریلوی (صدر شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، پرنسپل اور پینٹل کالج، لاہور)

”مولانا احمد رضا خاں بہت بڑے عالم دین، مفکر اسلام اور عاشق رسول تھے ان کا نام علمائے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ

^۱ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۴

^۲ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۸

^۳ المیزان (مبہنی) امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء، ص ۴۷۴

^۴ خیابانِ رضا، محمد مرید احمد چشتی، ص ۷۳

زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے علوم اسلامی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔“

ڈاکٹر پیر محمد حسن (شیخ الادب، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور)

”اعلیٰ حضرت کا علم متحضر تھا۔ انہیں کتابیں ٹٹولنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، جس مسئلہ پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے بے تکلف لکھتے گئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسائل کی کتابیں ان کے سامنے پڑی ہیں، اگر کہیں انہوں نے تلخ لب و لہجہ اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ سے مخالفین کی شان رسالت میں گستاخی ہے۔“

پروفیسر امتیاز علی (وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

”حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو اور صد ہادینی علمی کتب و رسائل کے مصنف تھے، دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی، فقہی مسائل میں فتاویٰ رضویہ ان کا بہت اہم علمی کارنامہ ہے۔ جنگ عظیم اول کے بعد ملکی سیاست کے ہنگامہ خیز دور میں ترک موالات اور تحریک ہجرت کے خلاف حضرت مولانا بریلوی کے فتاویٰ نیز متحدہ قومیت کے بارے میں انتہائی بیانات ان کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں۔“

پروفیسر کرار حسین (سابق وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی)

”میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم و عمل میں عشق رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین جہد بے روح کی مانند ہے۔“

ڈاکٹر خواجہ معین الدین جمیل (فاضل استاد، قائد اعظم یونیورسٹی)

”مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت سے بھلا کون واقف نہیں، انہوں نے اپنے دور میں اپنے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، وہ ہمازی ملی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔“

۱ خیابان رضا، محمد مرید احمد چشتی، ص ۴۴۴

۲ پیغامات یوم رضا۔ محمد مقبول احمد، ص ۴۲

۳ خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی، ص ۴۴

۴ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۳۲

۵ خیابان رضا، محمد مرید احمد چشتی، ص ۱۱۵

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی)

”اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا احمد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا ذکر دیا جائے، جن سے ہمارے ادباء نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے۔ حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری کو چار چاند لگا دیے ہیں۔“ (مقالہ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، قلمی صہ ۹)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اخبار جنگ میں لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثال علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمال، ذہانت، طباعی و درائی کے سامنے بڑے بڑے علماء و فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین، مستشرقین نظروں میں نہیں جھکتے وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا اور کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے۔ شعر و ادب میں ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اگر صرف محاورات، مصطلحات، ضرب الامثال اور بیان و بدیع سے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف سے یک جا کر لیے جائیں تو ایک ضخیم نعت تیار ہو سکتی ہے۔“

پروفیسر ابرار حسین (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

”میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ ریاضی کے میدان میں اعلیٰ حضرت کا مقام بہت بلند ہے۔“

(مکتوب بنام پروفیسر مسعود احمد، محررہ ۱۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

امریکہ و یورپ کے اسکالروں کے تاثرات

ڈاکٹر باربرا مٹکاف (کیلیفورنیا یونیورسٹی، امریکہ)

ڈاکٹر مٹکاف نے ۱۹۷۴ء میں ہندوستان میں مذہبی قیادت ۱۸۶۰ء تا ۱۹۰۰ء کے عنوان سے انگریزی میں ایک کتاب لکھی۔ ڈاکٹر مٹکاف نے اس کتاب کے ایک باب میں احمد رضا کا ذکر کیا جس میں وہ لکھتے ہیں:

”وہ خلوت کو پسند کیا کرتے تھے اور جب وہ باہر آتے تھے تو لوگ ان کو ہاتھ لگانے کے لیے لپکتے تھے۔ کوئی ان کا ہاتھ چومتا اور کوئی پیر۔۔۔ احمد رضا نے ایک سرپرست کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا۔“

۱ اخبار جنگ، کراچی شمارہ، ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء، ص ۱

۲ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۳۹

پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیوکاسل یونیورسٹی، نیوکاسل، انگلستان)

انگریزی سے ترجمہ:

”شریعت اسلامیہ کے صرف حنفی مکتب فکر کے مسائل میں انہوں نے جس ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو فضل و کمال کی بلند ترین مندرجہ پر بٹھایا جائے وہ جو دت طبع اور وسعت علم کے مالک تھے ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے۔“

پروفیسر جے۔ ایم۔ ایس بلیان (شعبہ علوم اسلامیہ، لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ)

”احمد رضا خاں اپنے فتاویٰ میں دلائل و شواہد پیش کرتے وقت جس وسعت مطالعہ کا اظہار فرماتے ہیں اس سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔“ (مکتوب مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء بنام محمد مسعود احمد)

”فقہیات پر احمد رضا خاں کی وسعت علم سے میں بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔ بالعموم ان کے خیالات بہت متوازن ہوتے ہیں اور ایک اجنبی قاری کے لیے معقول ہوتے ہیں۔“ (مکتوب مورخہ ۱۱ جون ۱۹۸۷ء بنام محمد مسعود احمد)

ص ۷	حامد رضا خاں	۱۔ الاجازة المتینہ
ص ۱۳	حامد رضا خاں	۲۔ اجازة المتینہ
ص ۷۲	احمد رضا خاں	۳۔ الفیوضات المملکیہ
ص ۱۵۸	احمد رضا خاں	۴۔ حمام الحرمین
ص ۱۲۷-۱۲۸	احمد رضا خاں	۵۔ حمام الحرمین
ص ۱۷۶	احمد رضا خاں	۶۔ حمام الحرمین
ص ۸۲	احمد رضا خاں	۷۔ الفیوضات المملکیہ
ص ۲۱۸	احمد رضا خاں	۸۔ حمام الحرمین
ص ۱۷۰	احمد رضا خاں	۹۔ حمام الحرمین
ص ۹۲	احمد رضا خاں	۱۰۔ الفیوضات المملکیہ
ص ۴۴۵		۱۱۔ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء
ص ۴۵۵-۴۵۶		۱۲۔ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء
ص ۵۴۹		۱۳۔ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء
ص ۴۸		۱۴۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد
ص ۳۹۳-۳۹۴		۱۵۔ انوار رضا۔ امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۷ء
ص ۱۰۱۲		۱۶۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری
		۱۷۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد
ص ۱۰۱۲		۱۸۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری
ص ۴۱		۱۹۔ نزہۃ الخواطر الجزء الثامن، عبدالحی لکھنوی
ص ۴۴		۲۰۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد
ص ۸		۲۱۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد
ص ۴۷۴		۲۲۔ المیزان (مبئی) امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء
ص ۳۷		۲۳۔ خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی
ص ۴۴		۲۴۔ خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی
ص ۴۲		۲۵۔ پیغامات یوم رضا۔ محمد مقبول احمد

- ۲۶۔ خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی ص ۴۴
- ۲۷۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۳۲
- ۲۸۔ خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی ص ۱۱۵
- ۲۹۔ اخبار جنگ، کراچی شماره ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء ص ۱
- ۳۰۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۴۹
- ۳۱۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۵۳

—۱۰—

ماحصل

بریلی کے سرزمین پر ایک ایسا نابغہ روزگار فقیہ پیدا ہوا جس نے نہ صرف اپنے علمی استعداد بلکہ ۵۵ علوم و فنون میں چھوٹے بڑے تقریباً ہزار کتب و رسائل لکھ کر لوگوں کو حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کیا۔ آپ کی شخصیت کو دائمی زندگی عطا کرنے کے لیے صرف ”فتاویٰ رضویہ“ ہی کافی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ایک جلیل القدر عالم، مایہ ناز محدث، ماہر معقولات و منقولات شہرہ آفاق فقیہ اور عشق رسول کے پیکر صادق تھے۔ آپ کے آستانہ علم و فضل پر عرب و عجم کے اکابر علماء کرام، مفتیانِ عظام کی جبین عقیدت خم ہے۔ اور بھی آپ کے خرمن علم سے خوشہ چینی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کے علمی، تحقیقی اور ادبی شہ پاروں سے مسلمانان عرب و عجم نے اپنے علم کی شمع روشن کی۔ اور بھی آپ کے خرمن علم سے فیضیاب ہونا اپنی تقدیر کا عروج سمجھتے ہیں۔

آپ بلند پایہ صاحب بصیرت اور وسیع علم کے بحر بیکراں تھے۔ آپ کی حیثیت مصلح قوم اور داعی الی الحق کی تھی۔ علامہ بریلوی نے ہندوستان کی سرزمین پر علوم اسلامیہ اور توحید کا پرچم لہرانے کے لیے قلمی جہاد شروع کیا اور یہی قلمی جہاد ہزار کتابوں کی تصنیف و تالیف کا سبب بنا۔

علامہ بریلوی کی سیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ کے وقت میں سیاست نشیب و فراز کی منزل سے گزر رہی تھی جہاں اتھل پتھل مچی ہوئی تھی۔ آپ کا سیاسی شعور بہت واضح اور روشن ہے۔ ترک موالات کے سلسلے میں وہ صرف انگریزوں سے ہی ترک موالات کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ ہندوؤں سے بھی ترک موالات چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں علامہ بریلوی فرماتے ہیں

”موالات مطلقاً“ ہر کافر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہے۔ اگرچہ اپنا باپ، بیٹا، بھائی یا قریب (عسزیز)

ہو۔^۱

علامہ بریلوی نے ہندوستان میں مسلمانوں کے درمیان آپسی اتحاد و یگانگت کے رشتے کو مزید مستحکم کرنے، ان کی تعلیمی، اقتصادی اور تہذیبی کمزوریوں کو دور کرنے نیز غیروں سے ہوشیار رہنے کے سلسلے میں جو قلمی جہاد کیا وہ ان کی تحریروں کی صورت میں موجود و محفوظ ہے۔ یہاں مثال کے طور پر ان کا وہ چار نکاتی منصوبہ پیش کیا جاسکتا ہے جو آپ نے قوم کی فلاح و بہبود کے لیے بڑی دوراندیشی کے ساتھ پیش کیا تھا۔ وہ درج ذیل ہے:-

- ۱۔ مسلمان اپنے دین کی اشاعت کی طرف توجہ دیں۔
- ۲۔ فضول خرچی نہ کریں اور مقدمات پر روپیہ پیسہ پانی کی طرح نہ بہائیں۔
- ۳۔ مسلمان صرف مسلمان تاجروں سے خرید فروخت کریں۔

^۱ انوار رضا، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور۔ ص ۴۲۵۔

۴۔ اہل ثروت مسلمان، مسلمانوں کے لیے اسلامی طرز پر بینک کاری کا نظام قائم کریں۔^۱
ڈاکٹر عبدالرشید (استاد شعبہ علوم اسلامی، کراچی یونیورسٹی) علامہ بریلوی کے ان چار نکاتی منصوبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے لیے ایک بینک کاری کی تجویز پیش کی تھی وہ اس لیے کہ اس وقت صرف انگریز اور ہندو بینک کاری کرتے تھے مسلمان زمیندار بینکوں سے قرض لیتے اور پھر سود در سود کے چکر میں اپنی زمینوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور اس طرح اپنے علاقہ میں اپنا سیاسی اثر بھی زائل کر دیتے۔ معاشی استحکام وہ واحد حربہ ہے جو کسی بھی قوم کو سیاسی قوت بخشتا ہے۔ امریکہ کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ یہودی معیشت پر غالب ہونے کی وجہ سے امریکہ جیسی طاقت ور حکومت سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے ہیں۔ اور عرب ممالک معاشی قوت کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اسرائیل کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں۔“^۲

احمد رضا فاضل بریلوی کی سیاسی خدمات میں بہت سے مقالات اور کتابیں ہیں، جن میں قابل ذکر تصانیف یہ ہیں

- ۱۔ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
- ۲۔ الطاری الداری لہفوات عبد الباری ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۳۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
- ۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۵۔ الحجۃ المومنین فی آیۃ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۶۔ نفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کی دینی و علمی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے جس کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ”فتاویٰ رضویہ“ اور مدرسہ منظر اسلام آپ کے تمام دینی خدمات میں اولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ”فتاویٰ رضویہ“ سے جہاں دینی بے راہ روی دور ہوتی ہے وہیں منظر اسلام سے لاکھوں طلباء علم دین حاصل کر کے دنیا کے اطراف و اکناف میں پہنچ کر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سائنس اور علوم جدیدہ پر بھی آپ کو حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ ریاضی، منطق، فلسفہ، تکمیر ارضیات، معدنیات اور علم جبر و مقابلہ وغیرہ پر آپ کی تصانیف اور حواشی اس بات کے شاہد ہیں کہ مولانا بریلوی کو ان سائنسی علوم پر کس قدر قدرت حاصل تھی۔

علامہ بریلوی کو عربی زبان و ادب پر بھی بہت عبور حاصل تھا۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہل عرب بھی حیرت و استعجاب

^۱ معارف رضا۔ ۱۹۸۳ء۔ کراچی ص ۳۶۔

^۲ معارف رضا۔ شمارہ ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۳۶

میں پڑ جاتے۔ "الدولة المكيه بالمادة الغيبية" "كفل الفقيه الفاهم في قرطاس الدراهم جیسی کتابیں جو عربوں کے سوالات پر مبنی ہے، چند گھنٹوں میں فصیح اور بلیغ عربی زبان میں مدلل جوابات تحریر کر کے علمائے حرمین شریفین کو تعجب میں ڈال دیا۔ مولانا بریلوی کے اس زبان پر دسترس کے بارے میں علمائے حرمین نے اپنے تاثرات مذکورہ کتابوں پر تقریظ کی شکل میں پیش کیے ہیں۔ آپ کے عربی قصیدہ کو دیکھ کر علمائے مصر نے ایک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی عربی النسل عالم دین کا معلوم ہوتا ہے۔ مختلف موضوع پر عربی زبان میں ۲۸۲ کتابیں مولانا بریلوی کی اس زبان پر غیر معمولی قدرت کی گواہی دے رہی ہیں۔

آج علامہ بریلوی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ عرب و عجم میں آپ کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف مختلف کتابوں کی شکل میں سامنے آرہا ہے۔ مصر کی قدیم یونیورسٹی جامعہ ازہر میں فاضل بریلوی پر Ph.D اور M.Phil کے مقالات لکھے جا رہے ہیں۔ جامعہ ازہر کے ہی استاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ اور ڈاکٹر حسین مجیب مصری آپ کے عربی اور اردو شاعری پر بہت سے کام کر چکے ہیں اور آج برصغیر ہند و پاک میں مولانا احمد رضا بریلوی کے علمی کارناموں کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقات کی جا رہی ہیں اور جس کے سبب سینکڑوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

احمد رضا فاضل بریلوی ایک کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا۔ عربی، فارسی اور اردو زبان میں تقریباً ہر موضوع پر آپ کا قلم سیل رواں کے مانند چلتا گیا اور آخر کار موت ہی آپ کے قلم کو روک سکی۔ صرف عربی زبان میں مختلف موضوع پر ۲۸۲ کتب و رسائل اور حواشی ہیں جن کا ذکر مع تبصرہ میں نے اس مقالے میں کیا ہے۔ عربی کے علاوہ فارسی اور اردو کو ملا کر تقریباً ۸۰۰ کتب، رسائل، حواشی، شرح و تراجم وغیرہ ہیں جن کی فہرست اس مقالے کے آخر میں موجود ہے۔ کثرت تصانیف کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کی تصانیف اعلیٰ درجہ کی معیاری نہیں ہے بلکہ آپ کی تصانیف عمدہ تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آپ کی تصانیف کی خاص بات حوالوں کی کثرت ہے۔ علامہ بریلوی کا ایک رسالہ "شرح المطالب فی مسجٹ ابی طالب" ہے۔ یہ رسالہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۱۳۰ کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔ پروفیسر محی الدین الوائی ازہر یونیورسٹی (قاہرہ) اپنے ایک مقالے میں فاضل بریلوی کی تصانیف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا کی تصانیف تقریباً پچاس علوم و فنون میں ہیں جن فنون پر آپ کی تصانیف ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پہچانی جاتی ہے) و جبر و مقابلہ و علم

طبقات الارض ہے"

اور آخر میں لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں آنے والی نسلوں کے لیے اپنی تصنیفات کے قیمتی ذخائر علمی فکری سرگرمیوں سے بھرے چھوڑ کر

۱۳۴۰ھ میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔"

عربی زبان میں آپ کی پہلی تصنیف ۱۳ سال کی عمر میں "ضوء النہایہ فی اعلام الحمد والہدایہ" ہے۔ جس سے اس زبان میں آپ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ بریلوی کو نہ صرف عربی نثر پر عبور حاصل تھا بلکہ آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی عربی شاعری کو دیکھ کر علمائے عرب نے آپ کو سبحان وقت کہا۔ محی الدین الوائی (اتحاد جامعہ ازہر، مصر) اپنے اس عربی مقالہ میں علامہ بریلوی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"قدیما قیل ان التحقیق العلمی الاصلی و الخیال الذہنی الخصب لا یجتمعان فی شخص واحد ولکن مولانا احمد رضا خان قد برهن علی عکس ہزہ النظیریہ التقليدیہ، فکان شاعراً، ذا خیال خصیب و تشهد له بذالك دو اوینہ الشعریۃ باللغات الفارسیۃ والاردیتۃ والعربیۃ۔"

ترجمہ: "یعنی پرانا مشہور مقولہ ہے کہ علمی تحقیق اور نازک خیالی دونوں بیک وقت شخص واحد میں یک جا نہیں ہوتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا اس روایتی نظریہ کے خلاف دلیل ہیں، آپ ایک محقق عالم ہونے کے ساتھ ایک بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے، جس پر آپ کے فارسی، اردو اور عربی دیوان گواہ ہیں۔"

علامہ بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو میں نہایت پر مغز اور شاندار اشعار کہے ہیں۔ ان تینوں زبانوں پر آپ کو اس قدر عبور حاصل تھا کہ جس طرح سے چاہتے ہیں اپنے مافی الضمیر کو اشعار کے قالب میں ڈھال لیتے ہیں۔

علامہ احمد رضا بریلوی کا عربی کلام "بساتین الغفران" فارسی کلام "ارمغان رضا" اور اردو کلام "حداائق بخشش" کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ ڈاکٹر حازم محمد محفوظ (اتحاد جامعہ ازہر، مصر) علامہ بریلوی کا عربی دیوان "بساتین الغفران" کے مطالعہ کے بعد اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عربی ترجمہ: "اس دیوان نے امام احمد رضا کو برصغیر کے بلند پایہ شعراء میں سرفہرست کر دیا ہے بلکہ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ امام احمد رضا، دور جدید میں عربی زبان کے اکابر شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور اس عربی دیوان "بساتین الغفران" کے بعد اس کے اسلوب اور زبان کی حلاوت سے ہمیں اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو نظم کرنے والا زبان و بیان کے اعتبار سے ضرور عربی ہی ہے۔ لیکن جب ہم اس (شعری) اغراض و مقاصد اور ان موضوعات کو دیکھتے ہیں جو ان کے عہد کے ہندوستانی معاشرہ کی تصویر پیش کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسے نظم کرنے والا اسی ماحول سے تعلق رکھتا ہے، اور ہم سوال کرتے ہیں کب اور کیسے عربی سیکھی اور اس میں عمدگی اور بہتری پیدا کی۔"

فاضل بریلوی کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ عربی زبان ان کے رگ و ریشے میں پیوست ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

"قلب فقیر میں علمی مضامین کی آمد اولاً عربی زبان میں ہوتی ہے، مجھے دوسری زبان میں بیان کرنے کے لیے نقل و

ہر صنف سخن پر قدرت رکھتے تھے، اور شاعرانہ ذوق سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔“

مولانا بریلوی کی فارسی اور اردو شاعری پر عربیت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ بہت سے اردو جملوں کا انداز ترتیب عربی کی طرح ہے اور بہت سے عربی الفاظ کا کثرت سے استعمال بھی ملتا ہے، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ انہیں بچپن سے ہی دینی اور علمی ماحول ملا۔ آپ کے دادا رضاعی خاں اور والد نقی علی خاں دونوں ہی اپنے وقت کے زبردست عالم تھے۔ باپ اور دادا کے زیر سایہ آپ کی پرورش ہوئی۔ عربی ماحول بچپن سے ہی ملا یہی وجہ ہے کہ فطری طور پر عربی زبان سے آپ کو مناسبت پیدا ہو گئی۔ اور اردو شاعری میں بھی عربی الفاظ، محاورات و ضرب الامثال وغیرہ کا استعمال کرنے لگے۔

اس مقالے میں احمد رضا بریلوی کی عربی نظم و نثر اور دیگر مشہور و معروف تصنیفات کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جن کو پڑھ کر آپ کی صلاحیت، استعداد اور زبان پر کامل قدرت کا احساس ہوتا ہے۔ پھر بھی اگر آپ کے لیے کسی نے یہ کہا ہے کہ علامہ بریلوی کو عربی آتی ہی نہیں تھی تو یہ محض بغض و عناد کی بنا پر ہے۔ ان آثار کے پیش نظر ایسی رائے قائم کر لینا صریحاً غلط ہے۔ عربی زبان و ادب سے متعلق تصنیفات پر علمائے عرب و عجم کی تقاریر اس بات کی شاہد ہیں کہ علامہ بریلوی کو عربی زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت اپنے وقت کی نابغہ روزگار علمی شخصیت تھی۔ جنہوں نے پوری عمر دین اسلام کی خدمت کے ساتھ علوم و فنون کی بھی خدمت کی اور بے شمار فنون میں گراں قدر تصنیفات و تالیفات کا انبار لگا دیا جس کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ علامہ بریلوی ایک غیر معمولی اور مثالی شخصیت کے حامل تھے۔ دوسری طرف عربی زبان ادب کے موضوع پر بھی انہوں نے کافی کچھ علمی ادبی سرمائے کا اضافہ کیا ہے جس کا تفصیلی جائزہ اس تحقیقی مقالے میں پیش کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے مولانا بریلوی کی علمی ادبی اور دینی شخصیت کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

مجموعی طور پر کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی شخصیت اور علمی کارناموں کا حتمی الامکان، احاطہ کیا جائے۔ اس کام میں کہاں تک کامیابی ملی ہے اس کا اندازہ مقالے کے مطالعے کے بعد ہی ممکن ہے۔

یہ بھی عرض کر دوں کہ مولانا بریلوی پر ایسے بہت سے تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں جن میں ان کی شخصیت اور علمی کارناموں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ لیکن میرا موضوع ”عربی خدمات“ سے متعلق ہے اور میں نے حتمی الامکان معلومات کی فراہمی کی کوشش کی ہے۔ اس عمل میں کہاں تک کامیاب ہو سکی ہوں، یہ اہل نظر کے آرا سے پتا چل سکتا ہے۔ امید ہے صاحبان نظر میری خامیوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر کریں گے اور اپنے مفید مشورے سے نوازیں گے۔

قصائد رضویہ کی مختصر شرح

از
محمد معین الدین خاں برکاتی
جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف

کتاب محلّ

قصیدتان رائعتان

یعنی

قصیدہ مدایح فضل الرسول

و

قصیدہ حماید فضل الرسول

درشان

سیف اللہ المسلمول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی

قصیدہ نگار

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی

ترجمہ و تشریح

ترتیب و تقدیم

اسید الحق قادری بدایونی عاصم اقبال مجیدی بدایونی

کتاب محل

در بار مارکیٹ، لاہور

The Seal of Discerning Jurist

RAZA'S

KIFL AL-FAQIH AL-FAHIM FI AHKAM AL-QIRTAS
AL-DARAHIM (1324)
ON ISLAMIC LAW ABOUT PAPER MONEY

translated, introduced, and annotated by

OBAID-UR-REHMAN

Securities and Exchange Commission of Pakistan



الشيخ احمد رضا خان الهندي البريلوي

نبذة من حياته وعقائده

مؤلف
غلام حسين بنافي

تقديم
مفتي محمد جان نعيمي

كتاب محل